تاریخ اسلام

۱

سیرت رحمۃ للعالمین

مؤلف

اہل قلم کی ایک جماعت

تاریخ اسلام

سیرت رحمۃ للعالمین

7299
Acc No.................Date..............
Section......................Status..............
D.D. Class..
NAJAFI BOOK LIBRARY

مولّف

اہل قلم کی ایک جماعت

اسم کتاب ـــــــــــــــ تاریخ اسلام سیرت رحمۃ للعالمین

نام مولف ـــــــــــــــ اہل قلم کی ایک جماعت

ناشر ـــــــــــــــ انتشارات انصاریان قم

مطبع ـــــــــــــــ بہمن ـ قم

پہلا اڈیشن ـــــــــــــــ ۱۴۱۸ - ۹۱۹۸

تعداد ـــــــــــــــ ۲۰۰۰

شابک ۹-۰۱۶-۴۳۸-۹۶۴ ISBN 964-438-016-9

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11,
M... Heights
Mirza Kaleej
Baig Road,
Soldier Bazar
Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

بسم الله الرحمن الرحيم

Acc No.................... Place..........
Section ....
D.D ....
Najafi Book Library

اپنی بات

تاریخ نویسی اور سیرت نگاری جدید فن ہے اور نہ یہ کسی قوم و مذہب سے مخصوص ہے بلکہ قدیم فنون میں سے ہے اور ہر مذہب میں اسکو اہمیت دی جاتی ہے، ہر قوم اپنے رہبروں کی اور سلف کی تاریخ سے شغف رکھتی ہے، اگرچہ تاریخ ماضی کے حالات اور قصۂ پارینہ کے سوا کچھ نہیں ہے، لیکن یہی قصے اور حالات، تجربات، نصائح سبق آموز باتوں سے معمور ہیں، اور ان میں ایسی صلاحیت ہے کہ دیدہ وروں نے ان کے بارے میں یہ تک کہہ دیا ہے۔ "تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، ماضی مستقبل کا آئینہ دار ہے"

حضرت علیؑ فرماتے ہیں انسان ہر قسم کا تجربہ کر سکتا ہے، لیکن زندگی مختصر ہے لہذ دیگر افراد کے تجربات سے استفادہ کرے۔

کیونکہ دوسروں کے تجربات سے ہی استفادہ کر کے صحیح معنوں میں انسان اپنی زندگی گزار سکتا ہے، اور ہمارے مستقبل، دین و دنیا اور آخرت کے لئے سیرت رسولؐ اور تاریخ آئمہ معصومینؑ آئینہ ہے، کسوٹی ہے، اسی میں اپنی زندگی کو دیکھکر سنوارنے، اور اسی پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کو پرکھنا ہے۔ مسلمان مفکرین مورخین اور سیرت نگاروں نے ہر زمانے میں سیرت رسولؐ، تاریخ اسلام اور آئمہؑ کی سوانح حیات لکھنے کیلئے سعی مشکور کی ہے مگر ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گوشے مخفی رہ گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معصوم کی زندگی کا غیر معصوم احصار نہیں کر سکتا۔

لہذا ہر زمانہ کے صاحب قلم و نظر کا فریضہ ہے کہ وہ رائج زبان میں اپنے افکار اور زمانہ کے مقتضا کے مطابق سرور کائنات اور آئمہ معصومینؑ نیز علماء اعلام کی تاریخ سے سماج کو آگاہ کرے تاکہ وہ اپنے دینی پیشواؤں کی سیرت کو سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی میں اعمال انجام دے سکیں اس سلسلہ میں کسی کی تحریر حرف آخر کی حیثیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ ہر ایک کو خدا نے مخصوص صلاحیت و فکر سے نوازا ہے اور اسے اخلاق کے دائرہ میں رہکر اپنی صلاحیت و فکر کے اظہار کا حق دیا گیا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ہی نمایاں ذات پر بہت سی قلمی کاوشیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں

محترم انصاریان کی خواہش تھی کہ مختصر طور پر یہی رسول اسلام اور معصومین ؑ کی جامع، تجزیاتی، سیاسی اور اخلاقی تاریخ کو پیش کریں تاکہ مومنین زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ عدیم الفرصتی کی بنا پر میں صرف حضرت فاطمہ زہراؑ سے امام مہدیؑ کی مختصر تاریخ ہی کا ترجمہ کرسکا ہوں، اسکے ابتدائی حصّوں کا ترجمہ اگرچہ میں نے نہیں کیا ہے لیکن تین، تین بار اس کی اصلاح کی ہے۔ تیسری بار دیکھنے کے بعد یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب اصلاح کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، مگر کمپیوٹر سے کتابت ہو کر جب سامنے آئی تو پروف دیکھنے میں تصحیح سے زیادہ وقت لگ گیا۔

چونکہ کمپیوٹر کی کتابت جاذب نظر نہیں تھی لہذا اس سلسلہ کی پہلی دو کتابوں کے علاوہ باقی کتابیں کاتب کے سپرد کر دی گئیں جو عنقریب منظر عام پر آجائیں گی۔

تاریخ کا یہ سلسلہ چار حصّوں پر مشتمل ہے، ابتدا میں نہایت محققانہ تاریخ کے موضوع پر ایک مقدمہ مرقوم ہے، اور اس کا دوسرا حصّہ اسلامی غزوات سے متعلق ہے۔ تیسرے حصّہ میں حضرت علیؑ کی حیات کو پیش کیا گیا ہے۔ اور چوتھے میں حضرت صدّیقہ طاہرہ سے لیکر امام مہدیؑ تک کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔

تالیف میں قدیم وجدید کتب اور مورخین و مولفین کے نظریات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ خداوند عالم مولفین، مترجمین اور ناشر کی اس سعی کو قبول فرمائے کہ یہی عظیم سعادت ہے۔

ربّنا تقبل منّا انّک انت السمیع العلیم

نثار احمد

فہرست

		صفحہ
۱	تاریخ کی تعریف	۷
۲	تاریخ کی اہمیت قرآن کی نظر میں	۱۰
۳	تاریخ کی اہمیت نہج البلاغہ کی روشنی میں	۱۲
۴	اسلام سے قبل جزیرہ نما عرب کی حالت	۱۴
۵	پیغمبر اکرم کا نسب	۲۲
۶	رسول اللہ کی ولادت باسعادت	۲۹
۷	مستشرقین کی افترا پردازی	۳۴
۸	حضرت خدیجہ کیساتھ شادی	۳۵
۹	معبود حقیقی سے انس ومحبت	۴۰
۱۰	نزول وحی	۴۲
۱۱	دعوت کا آغاز	۴۴
۱۲	عام دعوت حق	۴۷
۱۳	حبشہ کی طرف ہجرت	۵۳
۱۴	اقتصادی ناکہ بندی	۵۷
۱۵	حضرت ابوطالب اور خدیجہ کی رحلت	۶۱
۱۶	معراج	۶۵
۱۷	عقبہ میں دوسری مرتبہ بیعت	۷۰
۱۸	پیغمبر اکرم کو قتل کرنیکی سازش	۷۴
۱۹	مسجد کی تعمیر	۷۹
۲۰	یہودیوں کیساتھ عہد وپیمان	۸۱

		صفحہ
۲۱	تحویل قبلہ	۸۵
۲۲	جنگ بدر	۸۸
۲۳	مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام	۹۳
۲۴	ہم دو عنوانات کے تحت ان عوامل کی وضاحت فرمائیں گے	۹۵
۲۵	جنگ احد	۱۰۱
۲۶	حضرت فاطمہ زہرا کا مہر	۱۰۵
۲۷	جنگ احد سے جنگ احزاب تک	۱۱۴
۲۸	جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب	۱۱۴
۲۹	اندرون مدینہ جنگی محاذ کھولنا	۱۲۶
۳۰	غزوات احزاب، بنی قریظہ اور بنی مصطلق	۱۳۰
۳۱	صلح حدیبیہ	۱۳۸
۳۲	بیعت رضوان	۱۴۰
۳۳	جنگ موتہ	۱۴۴
۳۴	غزوۂ خیبر	۱۴۵
۳۵	غزوات فتح و حنین اور طائف	۱۵۶
۳۶	آخری فتح	۱۶۷
۳۷	غزوۂ تبوک	۱۶۹
۳۸	نفاق کا چہرہ بے نقاب	۱۷۵
۳۹	حجۃ الوداع، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر اکرم	۱۸۱

۷۹	منافقین کے لیڈر کی موت	۳۴۹
۸۰	علیؑ کی اہم ذمہ داری	۳۵۰
۸۱	مباہلہ	۳۵۲
۸۲	رسول خدا کی تقریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو	۳۶۱
۸۳	اسود عنسی کا واقعہ	۳۶۵
۸۴	مسیلمہ کذّاب کا واقعہ	۳۶۸
۸۵	رحلت پیغمبرؐ کے وقت کے حالات کا تجزیہ	۳۷۰
۸۶	یہ نور ہرگز نہیں بجھے گا	۳۷۶

مقدمہ

تاریخ کی تعریف

لغت کی کتابوں میں تاریخ کے معنی وقت کی تعیین کے ہیں ۔ ارخ الکتب وارخہ اس نے کتاب لکھنے کی تاریخ لکھی (۱)

تاریخ کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں

۱۔ کسی ایسے قدیم اور مشہور واقعہ کی مدت ابتداء معین کرنا جو عہد گذشتہ میں رونما ہوا ہو اور دوسرا واقعہ اس کے بعد ظہور پذیر ہو (۲)

۲۔ سرگذشت یا قابل ذکر ایسے اعمال و افعال نیز حادثات اور واقعات کا ذکر جنہیں زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے منظم و مرتب کیا گیا ہو (۳)

اقسام تاریخ

علم تاریخ اور اس کے اقسام و خصوصیات سے جو فوائد مرتب ہوتے ہیں ان کے بارے میں بہت زیادہ بحث کی جاچکی ہے۔

استاد شہید مرتضیٰ مطہری نے علم تاریخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں

۱۔ بیانیہ

عہد حاضر کی وضع و کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ واقعات و حادثات اور عہد ماضی کے انسانوں کی حالت اور کیفیت بیان کرنا۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیں القاموس المحیط، ۲۔ تاریخ سیاسی معاصر ایران، ج ۱، ص ۷، ۳۔ جامعہ تاریخ

اس میں سوانح عمری، فتح نامے اور سیرت کی وہ کتابیں شامل ہیں جو تمام اقوام میں لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جارہی ہیں.

بیانیہ تاریخ کی خصوصیات۔

الف۔ یہ تاریخ جزئی ہوتی ہے مجموعی اور کلی نہیں.

ب۔ یہ محض منقول ہے اوراس میں عقل و منطق کا دخل نہیں ہوتا.

ج۔ ان واقعات کا علم جو وقوع پذیر ہو چکے، نہ کہ آئندہ ہوں گے.

د۔ ان واقعات کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے حال سے نہیں.

۲۔ تاریخ علمی

ان آداب و رسوم کا علم جن کا رواج عہد ماضی کے انسانوں میں تھااور یہ علم ان واقعات و حوادث کے مطالعے سے حاصل ہوتا ہے جو گزر چکے ہیں

۳۔ فلسفۂ تاریخ

وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے انسانی معاشروں میں ارتقاء کے ذریعہ تبدیلی واقع ہوئی اور وہ کس طرح ایک مرحلے سے گزر کر دوسرے مرحلے تک پہونچے۔ اور اس ارتقاء پذیر حالت کے وقت ان میں کون سے قوانین کارفرما رہے

اس کتاب میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان واقعات کو بیان کیا جائے جو پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ کی رسالت کے دوران رونما ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ان کا تجزیہ بھی کیا جائے اس کے بعد دیگر مراحل میں ان واقعات سے پند و نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ان سے نتائج اخذ کر کے ان سے مجموعی قواعد مرتب کئے جائیں اور انہیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بروئے کار لایا جائے بالخصوص اس بات کے پیش نظر کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی تاریخ در حقیقت وہ منطقی

سلسلۂ تاریخ ہے جس کا آغاز دوران رسالت و خلافت سے ہوتا ہے چنانچہ ہمیں اس انقلاب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد میں بھی ہم ان واقعات سے دوچار ہوتے ہیں جو اب سے قبل صدر اسلام میں رونما ہوئے تھے۔

بیانیہ تاریخ کی اصل حقیقت۔

علمی اور بیانیہ تاریخ کی تشکیل چونکہ ان واقعات کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے جو عہد ماضی میں گزر چکے ہیں اس لئے محققین یہ طے نہ کرسکے کہ یہ واقعات کس حد تک معتبر یا غیر معتبر ہوسکتے ہیں۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ قدماء کی کتابوں میں بیانیہ تاریخ سے متعلق جو کچھ درج کیا گیا ہے اسے بیان اور قلمبند کرنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے واقعات کو اغراض کی بنیاد، شخصی محرکات، قومی تعصبات یا اجتماعی و عقیدتی وابستگی کی بنیاد پر نقل کیا ہے اور اس میں تصرف و تحریف کرکے واقعات کو اپنے منشاء کے مطابق پیش کیا ہے یا واقعات کو انہوں نے اس طرح لکھا ہے جس سے ان کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے تھے اور ان کے عقائد کے منافی بھی نہیں تھی۔

بیانیہ تاریخ کے بارے میں یہ بدبینی بے سبب نہیں ہے بلکہ اس کا سرچشمہ تاریخ کی کتابوں کی کیفیت اور مورخین کے مزاج کو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ بھی دیگر علوم کی طرح مسلمہ حقائق و واقعات پر مبنی ایک سلسلہ ہے اس کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک محقق شواہد و قرائن کی بنیاد اور اپنی اجتہادی قوت کے ذریعہ سراغ لگاسکتا ہے کہ حوادث و واقعات میں کس حد تک صحت و سقم ہے اور انہی کی اساس پر وہ بعض نتائج اخذ کرسکتا ہے۔

تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت

جن مسلم و غیر مسلم محققین اور دانشوروں نے تاریخ خصوصاً تاریخ اسلام و سیرت النبی کے بارے میں تحقیق کی ہے انہوں نے اس کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کی قدر و قیمت

کا اعتراف کیا ہے۔

تاریخ کی اہمیت قرآن کی نظر میں

قرآن کی نظر میں تاریخ حصول علم و دانش اور انسانوں کے لئے غور و فکر کے دیگر ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے قرآن نے انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اس کے ساتھ ہی اس نے غور و فکر کے منابع بھی ان کے سامنے پیش کئے ہیں۔

قرآن نے مختلف آیات میں انسانوں کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ ان کی زندگی کے مفید نکات پیش کرنے کے بعد انہیں یہ دعوت دی کہ وہ با صلاحیت افراد کو اپنا ہادی و رہنما بنائیں اور ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

قد کان لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ

تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے

اسی طرح رسول اکرم کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

در حقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے

حدیث و سنت نبوی اور ائمہ کی رفتار و گفتار امت مسلمہ کے لئے حجت قاطع اور سند محکم ہیں۔ سیرت نبوی ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمارا اخلاق و کردار نبی کی سیرت کے مطابق ہونا چاہیئے جب کہ دیگر تواریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

تاریخ اسلام

تاریخ کے جتنے بھی منابع و ماخذ موجود ہیں ان میں تاریخ اسلام سب سے زیادہ معلومات سے لبریز اور مالا مال ہے چنانچہ جب کوئی محقق تاریخ اسلام لکھنا شروع کرتا ہے اور اسے تاریخی واقعات وافر مقدار میں بصورت دقیق مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ اسلام میں جس قدر مستند و باریک نیز روشن نکات موجود

ہیں وہ دیگر تواریخ میں نظر نہیں آتے۔

ان خصوصیات کا سرچشمہ سیرت اور سنت رسولؐ ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے قطعی حجت و دلیل ہے چنانچہ وہ انہی کی پیروی کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام کے بارے میں استاد مطہری رقم طراز ہیں۔

پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کو دیگر مذاہب پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ آپ کی تاریخ روشن و مستند ہے۔ اس اعتبار سے دنیا کے دیگر رہبر و راہنما ہماری برابری نہیں کرسکتے چنانچہ پیغمبر اکرم کی زندگی کی دقیق باتیں اور اس کے جزئیات آج بھی ہمارے پاس قطعی اور مسلم طور پر موجود و محفوظ ہیں۔ آپ کا سال ولادت ماہ ولادت روز ولادت یہاں تک کہ ہفتہ ولادت بھی تاریخ کے سینے میں درج ہے دوران شیرخوارگی، وہ زمانہ جو آپ نے صحرا میں بسر کیا، وہ دور جب آپ سن بلوغ کو پہونچے وہ سفر جو آپ نے ملک عرب سے باہر کئے وہ مشاغل جو آپ نے مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے انجام دیئے ہیں وہ ہمیں بخوبی معلوم ہیں۔ آپ نے کس سال شادی کی اور اس وقت آپ کا سن مبارک کیا تھا آپ کی ازواج کے بطن سے کتنے بچوں نے ولادت پائی اور کتنے بچے آپ کی رحلت سے قبل اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ وفات کے وقت آپ کی کیا عمر تھی یہ واقعات مبعوث برسالت ہونے کے وقت تک ہیں اس کے بعد کے واقعات اور دقیق ہوجاتے ہیں تفویض رسالت، جیسا عظیم واقعہ کب پیش آیا وہ پہلا شخص کون تھا جو مسلمان ہوا اس کے بعد کون شخص مشرف باسلام ہوا آپ کی لوگوں سے کیا گفتگو ہوئی آپ نے کیا کارنامے انجام دیئے اور کیا راہ و روش اختیار کی سب دقیق طور پر روشن و عیاں ہیں۔

سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم کی تاریخ میں زمانہ "وحی" کے دوران تحقیق ثبت کی گئی۔ تیئس سالہ عہد نبوت کا ہر واقعہ وحی آسمان کے نور سے منور ہوا اور اسی کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا گیا قرآن مجید میں جو واقعات درج ہیں ان میں اکثر و بیشتر وہی مسائل و واقعات ہیں جو عہد نبوت کے دوران پیش آئے۔ ہر وہ واقعہ جسے قرآن نے بیان کیا ہے بےشک وہ خداوند عالم الغیب و الشہادہ نے ہی

بیان کیا ہے قرآن کی رو سے تاریخ بشر اور اس کا ارتقاء اصول و ضوابط کی بنیاد کے سلسلے پر قائم ہے عزت و ذلت، کامیابی و ناکامی فتح و شکست اور بد بختی و خوش نصیبی کے واقعات دقیق و منظم حساب کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں ان اصول و ضوابط اور قوانین کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ کو سمجھا جائے۔ اور اس کے ذریعے اپنی ذات نیز معاشرے کو فائدہ پہونچایا جائے۔ یہاں مثال کے طور پر یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے۔

قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف...

(تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں زمین میں چل پھر کر دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنھوں نے اللہ کے احکامات اور ہدایات کو جھٹلایا۔)

تاریخ کی اہمیت نہج البلاغہ کی روشنی میں

قرآن کے علاوہ معصومین علیہم السلام کے پیشوا حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنے اقوال میں اس عظیم اور علم و دانش کے وسیع سرچشمے کی قدر و قیمت کی جانب اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آپؑ کے ارشادات عالیہ میں سے نہج البلاغہ کے اس قول کو نقل کیا جاسکتا ہے۔

یا بنی !انی و ان لم اکن عمر من کان قبلی فقد نظرت فی اعمالھم و فکرت فی اخبارھم و سرت فی اثارھم حتی عدت کاحدھم بل کانی بما انتھی الی من امورھم قد عمرت مع اولھم الی آخرھم فعرفت صفو ذالک من کدرہ و نفعہ من ضررہ

اے میرے بیٹے میری عمر ہر چند اتنی طویل نہیں جتنی گزشتہ دور کے لوگوں کی رہی ہے لیکن میں نے ان کے کاموں کو دیکھا ان کے واقعات پر غور کیا ان کے جو آثار باقی رہ گئے تھے ان میں تلاش و جستجو کی یہاں تک کہ میں بھی ان جیسا بن گیا بلکہ ان کے جو اعمال و افعال مجھ تک پہونچے میں نے گویا ان کے ساتھ اول تا آخر زندگی بسر کی اس کے بعد ہی میں نے ان کے کردار کی پاکیزگی و خوبی کو برائی

اور تیرگی سے علیحدہ کر کے نفع و نقصان کو پہچانا۔امیر المومنین حضرت علی (ع) کا یہ بیان اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کس حد تک عہد گزشتہ کی تاریخ کو اہمیت دیتے تھے۔

غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں تاریخ اسلام کی اہمیت

عیسائی دانشور ادیب جرجی زیدان رقم طراز ہے کہ۔

اس میں شک نہیں کہ تاریخ اسلام کا شمار دنیا کی اہم ترین تواریخ عامہ میں ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ تاریخ نے قرون وسطیٰ سے متعلق پوری دنیا کی تاریخ تمدن کا احاطہ کر لیا ہے

بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ اسلام زنجیر کی وہ کڑی ہے جس نے دنیائے قدیم کی تاریخ کو جدید تاریخ سے متصل کیا ہے یہ تاریخ اسلام ہے جس سے جدید تمدن کا آغاز اور قدیم تمدن کا اختتام ہوتا ہے

تاریخ اسلام کو دیگر تواریخ پر فضیلت

تاریخ اسلام کو دوسری تمام اقوام کی تاریخ پر جو فوقیت حاصل ہے ہم یہاں اس کے بعض پہلو بیان کرتے ہیں۔

ا۔سیرت پیغمبر اکرم اور دوسرے معصومین کی سیرت و زندگی۔

تاریخ کے بارے میں یہی مستند ترین و دقیق ترین نظریہ اور تجزیہ پیش کرتی ہے۔اگر ہم واقعات کے بارے میں غور و فکر کریں تو اس نظریئے اور تجزیئے کی روشنی میں ہی تمام واقعات کی حقیقت تک پہونچ سکتے ہیں۔اور ان سے نتائج اخذ کر کے دوسروں کے لئے اسلامی و قرآنی راہ کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

دور رسالت کی تاریخ خود پیغمبر اکرم کی طرح انسانیت کے لئے بہترین مثال اور نمونہ ہے اور تاریخی روایات کے لئے ہم اسے مفید ترین ماخذ کے طور پر بروئے کار لا سکتے ہیں۔

اسلام سے قبل جیزیرہ نما عرب کی حالت

جزیرہ نما عرب ایشیاء کے جنوب میں واقع ہے اس کے شمال میں عراق و اردن مشرق میں خلیج فارس جنوب میں بحر عمان اور مغرب میں بحر احمر و خلیج عقبہ واقع ہے

اس جزیرہ نما کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ ہے اور جغرافیائی اعتبار سے تین منطقوں میں تقسیم ہوتا ہے.

۱۔ مرکزی حصہ صحرائے عرب کے نام سے مشہور ہے اور اس جزیرہ کا وسیع ترین علاقہ ہے

۲۔ شمالی علاقے کا نام حجاز ہے حجاز حجز سے مشتق ہے جس کے معنیٰ حائل اور مانع ہیں۔ چونکہ یہ سرزمین نجد اور تہامہ کے درمیان واقع اور مانع ہے اسی لئے اس منطقے کو حجاز کہا جاتا ہے

۳۔ اس جزیرہ نما کا جنوبی حصہ بحر ہند اور بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے جس میں یمن اور "حضر موت" کے علاقے شامل ہیں.

جنوبی منطقے کے علاوہ جزیرہ نما کا پورا علاقہ خشک اور بے آب صحرا ہے مگر بعض جگہوں پر اس میں نخلستان بھی پائے جاتے ہیں

سیاسی حالت

عہد جاہلیت میں سیاسی اعتبار سے کسی خاص طاقت کے مطیع اور فرمانبردار نہ تھے وہ صرف اپنے ہی قبیلے کی طاقت کے بارے میں سوچتے تھے دوسروں کے ساتھ ان کا وہی سلوک تھا جو شدت پسند وطن دوست اور نسل پرست روا رکھتے ہیں

جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے جزیرہ نما عرب ایسی جگہ واقع ہے کہ جنوبی منطقے کے علاوہ اس کا باقی حصہ اس قابل نہ تھا کہ ایرانی یا رومی جیسے فاتحین اس کی جانب رخ کرتے چنانچہ اس زمانے میں ان فاتحین نے اس کی طرف کم ہی توجہ دی کیونکہ اس کے خشک و بے آب اور تپتے ریگستان ان کے لئے قطعی بے مصرف تھے اس کے علاوہ عہد جاہلیت کے عربوں کو قابو میں لانا اور ان کی زندگی کو کسی نظام کے تحت منظم کرنا انتہائی سخت اور دشوار کام تھا.

قبیلہ

عرب انفرادی اور طبیعی طور پر استبداد پسند اور خود خواہ تھے چنانچہ انہوں نے جب بیابانوں میں زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کیا تو ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ تنہا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتے اس بنا پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جن افراد کے ساتھ ان کا خونی رشتہ ہے یا حسب و نسب میں ان کے شریک ہیں ان سے اپنے گروہ کی تشکیل کریں جس کا نام انہوں نے "قبیلہ" رکھا قبیلہ ایسا مستقل و متحد دستہ تھا جس کے ذریعے عہد جاہلیت میں عرب قومیت کی اساس و بنیاد شکل پذیر ہوتی تھی چنانچہ ہر اعتبار سے وہ خود کفیل تھے۔

دور جاہلیت میں عربوں کے اقدار کا معیار قبائلی اقدار پر منحصر تھا ہر فرد کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا تھا کہ قبیلے میں اس کی کیا حیثیت ہے اور اہل قبیلہ میں اس کا کس حد تک اثر و رسوخ ہے یہی وجہ تھی کہ قدر و منزلت کے اعتبار سے قبائل کے کو بالا ترین مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کے مقابل کنیزوں اور غلاموں کو قبائل کے ادنی ترین و انتہائی پست ترین افراد میں شمار کیا جاتا تھا۔
دیگر قبائل کے مقابل جس قبیلے کے افراد کی تعداد جتنی زیادہ ہوتی وہ قبیلہ اتنا ہی زیادہ فخر محسوس کرتا اور خود کو قابل قدر و منزلت سمجھتا اپنے قبیلے کی قدر و منزلت کو بلند کرنے اور قبائل کے افراد کی تعداد کو زیادہ دکھانے کی غرض سے وہ اپنے قبیلے کے مردوں کی قبروں کو شامل کرنے سے دریغ نہ کرتے چنانچہ قرآن نے اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر

(ایک دوسرے پر فخر جتانے کی فکر نے تمہیں قبروں تک پہونچا دیا)

اجتماعی حالات

جزیرہ نما عرب کے اکثر لوگ اپنے مشاغل اور اقتصادی تقاضوں کے باعث صحرانشینی کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھے کل آبادی کا چھٹا حصہ ایسا تھا جو شہروں میں آباد تھا شہروں میں جمع ہونے کی وجہ یا تو ان کا تقدس تھا یا ان میں تجارت ہوتی تھی چنانچہ مکہ کو دونوں ہی اعتبار سے اہمیت حاصل تھی اس کے

علاوہ شہروں میں آباد ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کی زمینیں سرسبز وشاداب تھیں اور ضرورت پوری کرنے کے لئے پانی نیز عمدہ چراگاہیں بھی موجود تھیں یثرب، طائف، یمن، حیرہ، حضر موت اور عمان کا شمار ایسے ہی شہروں میں ہوتا تھا۔

عرب اپنے لب و لہجہ اور قومی عادت و خصلت کے اعتبار سے شہر نشین عربوں کی بہ نسبت اچھے سمجھے جاتے تھے اسی لئے عرب کے اہل شہر اپنے بچوں کو صحراؤں میں بھیجتے جہاں وہ کئی سال تک رہتے تا کہ ان کی پرورش اسی ماحول اور اسی تہذیب و تمدن کے گہوارے میں ہو سکے۔

جو لوگ شہروں میں آباد تھے ان کی سطح فکر زیادہ وسیع و بلند تھی اور ایسے مسائل کے بارے میں ان کی واقفیت بھی زیادہ تھی جن کا قبیلے کے مسائل سے کوئی تعلق نہ تھا

صحرا نشین لوگوں کو شہری لوگوں کی بہ نسبت زیادہ آزادی حاصل تھی اپنے قبیلے کے مفادات کی حدود میں رہ کر ہر شخص کو یہ حق حاصل تھا کہ عملی طور پر وہ جو چاہے کرے اس معاملے میں اہل قبیلہ بھی اس کی مدد کرتے تھے اسی لئے ان کے درمیان باہمی جنگ و جدال اور مال و دولت کی غارتگری ایک معمولی چیز بن گئی تھی چنانچہ عربوں میں جنھوں نے شجاعت و بہادری کے کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں اکثر صحرا نشین تھے۔

دینی حالت

عہد جاہلیت کے دوران ملک عرب میں بت پرستی کا عام رواج تھا اور لوگ مختلف انداز میں اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے اس زمانہ میں کعبہ مکمل بت خانہ میں بدل چکا تھا جس میں تین سو ساٹھ سے زیادہ اقسام اور مختلف شکل و صورت کے بت رکھے ہوئے تھے اور کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا بت وہاں موجود نہ ہو حج کے زمانے میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے بت کے سامنے کھڑے ہوتے اس کی پوجا کرتے اور اس کو اچھے ناموں سے پکارتے تھے

ظہور اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ بھی جو کہ اقلیت میں تھے، جزیرہ نما عرب میں آباد تھے یہودی اکثر شمال عرب کے گرد و نواح کے علاقوں، مثلاً یثرب، وادی القریٰ، تیما، خیبر، و فدک میں رہا کرتے تھے

جب کہ عیسائی نواح جنوب میں یمن اور نجران جیسی جگہوں پر بسے ہوئے تھے۔

انہی میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو وحدانیت کے قائل اور خدا پرست تھے اور وہ خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیرو کار سمجھتے تھے مورخین نے ان لوگوں کو حنفاء کے نام سے یاد کیا ہے

جب حضرت محمد مصطفیٰ (ص) پر وحی نازل ہوئی اس وقت عرب میں مذہب کی جو حالت و کیفیت تھی اسے حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح بیان کیا ہے۔

....واهل الارض يومئذ ملل متفرقة و اهواء منتشرة و طرايق متشتة بين مشبه لله بخلقه او ملحد فى اسمه او مشير الى غيره فهداهم به من الضلالة وانقذهم بمكانه من الجهالة (۱

اس زمانے میں لوگ مختلف مذاہب کے ماننے والے تھے ان کے افکار ایک دوسرے کی ضد اور طریقے مختلف تھے بعض لوگ خدا کو مخلوق سے مشابہ کرتے تھے۔ (ان کا خیال تھا کہ خدا کے بھی ہاتھ پیر ہیں اس کے رہنے کی بھی جگہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں) وہ خدا کے نام میں تصرف بھی کرتے اپنے بتوں کو خدا کے مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے مثلاً لات کو اللہ 'عزی کو عزیز 'اور منات کو منان' کے ناموں سے یاد کرتے (۲) بعض لوگ خدا کے علاوہ دوسری اشیاء کو بھی پوجتے تھے بعض لوگ دہریئے تھے اور صرف فطرت حرکات فلکیہ اور گردش زمان ہی کو خود پر موثر سمجھتے تھے

خداوند تعالی نے پیغمبر کے ذریعہ انھیں گمراہی سے نجات دلائی اور آپ کے وجود کی برکت سے انہیں جہالت کے اندھیرے سے باہر نکالا۔

جب ہم بت پرستوں کے گوناگوں عقائد کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ انہیں اپنے بتوں سے ایسی زبردست عقیدت تھی کہ وہ ان کے خلاف ذرا سی بھی توہین برداشت نہیں کرسکتے تھے اسی لئے وہ حضرت ابوطالب کے پاس جاتے اور پیغمبر کی شکایت کرتے اور کہتے کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور ہمارے دین و مذہب میں برائیاں نکال رہے ہیں (۴) وہ وجود خدائے مطلق و خالق اور پروردگار کے معتقد و قائل تو تھے اور اللہ کے نام سے اسے یاد کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بتوں کو تقدس و پاکیزگی کا مظہر اور انہیں قابل پرستش سمجھتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بت ان کے معبود تو ہیں مگر ان کے خالق نہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب رسول خدا

ان سے گفتگو فرماتے تو یہ ثابت نہیں کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ اُن کا خالق ہے بلکہ ثبوت و دلائل کے ساتھ یہ فرماتے کہ خدائے مطلق واحد ہے اور ان کے بنائے ہوئے معبودوں کی حیثیت و حقیقت کچھ بھی نہیں.

قرآن مجید نے مختلف آیات میں اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے۔یہاں اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں

لئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ

(ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود کہیں گے "اللہ نے")

مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی

(ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔اس کے علاوہ وہ بت پرستی کی یہ بھی تعبیر پیش کرتے تھے)

ھؤلاء شفآئنا عند اللہ

(یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں)

تعلیمی و تمدنی حالت

عہد جاہلیت کے عرب ناخواندہ اور علم کی روشنی سے قطعی بے بہرہ تھے ان کے اس جہل و ناخواندگی کے باعث توہمات و خرافات نے پورے معاشرے پر اپنا سایہ پھیلا رکھا تھا ان کی کثیر آبادی میں گنتی کے لوگ ہی ایسے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے

دور جاہلیت میں عرب تمدن کے نمایاں ترین مظہر حسب و نسب کی پہچان، شعرگوئی اور تقاریر میں خوش بیانی جیسے اوصاف تھے۔ چنانچہ عیش و عشرت کی محفل ہو خواہ میدان کارزار وہ جہاں بھی جاتے اس میں شعر گوئی یا جادو بیان تقاریر کے ذریعے اپنے قبیلے کی قابل افتخار باتیں ضرور بیان کرتے تھے

اس میں شک نہیں کہ اسلام سے قبل عربوں میں شجاعت، شریں بیانی، مہمان نوازی لوگوں کی مدد کرنا اور حریت پسندی جیسی عمدہ خصوصیات و صفات بھی موجود تھیں مگر ان قابل مذمت عادات و اطوار کے مقابل جو ان کے رگ و پے میں سرایت کرچکی تھیں۔ان کی یہ تمام خوبیاں بے حقیقت بن کر

رہ گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ان تمام خوبیوں اور ذاتی اوصاف کے محرک انسانی اقدار اور قابل تحسین و ستائش باتیں نہ تھیں۔

زمانہء جاہلیت کے عرب طمع پروری اور مادی چیزوں پر فریفتگی کا کامل نمونہ تھے۔ وہ ہر چیز کو مادی مفاد کے زاویے سے دیکھتے تھے۔ ان کی اجتماعی تہذیب بے راہ روی، بد کرداری اور قتل و غارتگری جیسے برے افعال پر مبنی تھی اور یہی حیوانی پست صفات ان کی سرشت اور عادت و جبلت کا جز بن گئے تھے۔

دور جاہلیت میں عربوں کے درمیان جو تمدن رائج تھا اس میں اخلاق کی توجیہ و تعبیر دوسرے انداز میں کی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر غیرت، مروت، شجاعت کی سب ہی تعریف کرتے تھے مگر شجاعت سے ان کی مراد سفاکی اور دوسروں کا قتل، و خون کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت ہوتی تھی۔ غیرت کا مفہوم ان کے تمدن میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردینا تھا۔ اور اپنے اس طریقہء کار سے اپنی غیرت کی نمایاں ترین مثال پیش کرتے تھے۔ عہد وفا وہ اسی بات کو سمجھتے تھے کہ ان کے قبیلے کے فرد نے جو بھی عہد و پیمان کیا ہے وہ چاہے غلط ہو یا صحیح وہ اس کی حمایت و پاسداری کریں۔

توہم پرستی و خرافات کی پیروی

طلوع اسلام کے وقت دنیا کی تمام اقوام کے عقائد میں کم و بیش خرفات اور جن و پری وغیرہ کے قصے شامل تھے۔ اس زمانے میں یونانی اور ساسانی اقوام کا شمار دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اقوام میں ہوتا تھا۔ چنانچہ انہی کے قصوں اور کہانیوں کا ان پر غلبہ تھا یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو معاشرہ تہذیب و تمدن اور علم کے اعتبار سے جس قدر پسماندہ ہوگا اس میں توہمات و خرافات کا اتنا ہی زیادہ رواج ہوگا جزیرہ نما عرب میں توہمات کا عام رواج تھا ان میں سے بہت سے تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ یہاں بطور مثال چند پیش کئے جاتے ہیں۔

ا۔ ایسی ڈوریوں کو جنہیں کمانوں کی زہ بنانے کے کام میں لایا جاتا تھا لوگ اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنوں نیز سروں پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ایسے ٹوٹکوں سے ان کے جانور بھوت پریت کے اثر سے بچے رہتے ہیں۔ اور انہیں کسی کی بری نظر بھی نہیں لگتی۔ اسی طرح جب دشمن حملہ کرنے

کے بعد لوٹ مار کرتا ہے تو ایسے ٹوٹکوں کی وجہ سے ان جانوروں پر ذرا بھی آنچ نہیں آتی

۲۔ خشک سالی کے زمانے میں بارش لانے کی غرض سے جزیرہ نماعرب کے بوڑھے اور کاہن لوگ "سلع" درخت جس کا پھل مزے میں کڑوا ہوتا ہے، اور "عشر" نامی پیڑ (جس کی لکڑی جلدی جل جاتی ہے) گایوں کی دموں اور پیروں میں باندھ دیتے اور انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں تک ہانک کرلے جاتے۔ اس کے بعد وہ ان لکڑیوں میں آگ لگادیتے۔ آگ کے شعلوں کی تاب نہ لا کر ان کی گائیں ادھر ادھر بھاگنے لگتیں اور سر مار مار کر ڈنکارنا شروع کردیتیں۔ ان کے خیال میں ان گائیوں کے ڈنکارنے اور سر مارنے سے پانی برسنے لگتا تھا۔ ان کا یہ بھی گمان تھا کہ جب ورشا کی دیوی یا جل دیوتا ان گائیوں کو تڑپتا ہوا دیکھیں گے تو ان کی پاکیزگی اور پوترتا کو دھیان میں رکھ کر بادلوں کو جلد برسنے کے لئے بھیج دیں گے

۳۔ وہ مردوں کی قبر کے پاس اونٹ قربان کرتے اور اسے ایک گڑھے میں ڈال دیتے ان کا عقیدہ تھا کہ ان کا یہ اقدام ہے کہ صاحب قبر عزت واحترام کے ساتھ اونٹ پر سوار میدان حشر میں نمایاں ہوگا[۱]

عہد جاہلیت میں عورتوں کا مرتبہ

دور جاہلیت کے عرب عورتوں کی قدر و منزلت کے ذرہ برابر بھی قائل نہ تھے وہ ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی حقوق سے محروم تھیں۔ اس عہد جاہلیت کے نظام میں عورت صرف ورثے ہی سے محروم نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ اس کا شمار اپنے باپ، شوہر یا بیٹے کی جائداد میں ہوتا تھا۔ چنانچہ مال و جائداد کی طرح اسے بھی ورثے اور ترکے میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔

عرب قحط سالی کے خوف یا اس خیال سے کہ لڑکیوں کا وجود ان کی ذات کے لئے باعث ننگ و عار ہے انہیں پیدا ہوتے ہی زمین میں گاڑ دیتے تھے۔

اپنی معصوم لڑکیوں سے انہوں نے جو ناشائستہ و ناروا سلوک اختیار کرر کھا تھا اس کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے۔

واذا بشر احدهم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارىٰ من القوم
من سوء مابشر به ايمسكه علىٰ هون ام يدسه فى التراب

(جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑھ جاتا ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبادے)

دوسری آیت میں بھی کلام اللہ انہیں اس ناشائستہ فعل اور انسانیت سوز حرکت کے بدلے خداوند تعالی کی بارگاہ میں جواب دہ قرار دیتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

واذاالموؤدة سئلت بای ذنب قتلت

(اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی)

سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ ان کے درمیان شادی بیاہ کی ایسی رسومات رائج تھیں کہ جن کی کوئی محکم اصل و بنیاد نہ تھی۔ وہ اپنی زوجہ کے لئے کسی معین حد کے قائل نہ تھے مہر کی رقم ادا کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے وہ انہیں آزاد کر دیتے۔ کبھی وہ اپنی زوجہ پر بے عصمت ہونے کا الزام لگاتے تاکہ یہ بہانہ بنا کر مہر کی رقم ادا کرنے سے بچ جائیں۔ ان کا باپ اگر کسی بیوی کو طلاق دے دیتا، یا خود مر جاتا تو اس کی بیویوں سے شادی کر لینا ان کے لئے عار نہ تھا۔

حرمت کے مہینے

عہد جاہلیت کے تمدن میں ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب چار مہینے ایسے تھے جنہیں ماہ حرام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ان چار ماہ کے دوران ہر قسم کی جنگ و خونریزی ممنوع تھی۔ البتہ اس کے بدلے تجارت، میل ملاقات، مقامات مقدسہ کی زیارت اور رسومات کی ادائیگی کا بازار گرم رہتا تھا۔

قمری مہینوں کے حساب سے سال کے موسم چونکہ آہستہ آہستہ بدلتے رہتے تھے اور یہ موسم ان کے لئے ساز گار اور مناسب نہ ہوتے اسی لئے وہ قابل احترام مہینوں میں تبدیل کر دیتے۔ قرآن مجید نے انہیں "النسی" کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

انما النسی زیادة فی الکفر، نسی تو کفر میں ایک اضافہ ہے

پیغمبر اکرم کا نسب

رسول خدا کا تعلق خاندان ہاشم اور قبیلہ قریش سے ہے جزیرہ نما عرب میں تین سو ساٹھ قبیلے آباد تھے ان میں قریش شریف ترین قبیلہ تھا ماہرین نسب کی اصطلاح میں حضرت نضر بن کنانہ کی نسل ہی کو قریش کہا جاتا تھا جو کہ آنحضرت کے بارہویں جد امجد تھے

آپ کے چوتھے جد اعلیٰ حضرت قصیٰ بن کلاب کا شمار قبیلہ قریش کے سربر آوردہ افراد میں ہوتا تھا انہوں نے ہی کعبہ کی تولیت اور کنجی قبیلہ "خزاعہ" کے چنگل سے نکالی تھی۔ انہوں نے ہی حرم کے مختلف حصوں میں اپنے قبیلے کے افراد کو آباد کیا اور کعبہ کی تولیت سنبھالی تھی(۲)

مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ قصیٰ بن کلاب وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے قبیلہ قریش کو عزت و آبرومندی بخشی اور اس کی عظمت و ناموری کو آشکار کیا

قبیلہ قریش میں خاندان ہاشم سب سے زیادہ نجیب و شریف شمار ہوتا تھا۔

رسول خدا کے آباء و اجداد

مورخین نے آنحضرت کے آباء و اجداد میں حضرت عدنان تک اکیس پشت کے نام بیان کئے ہیں اور ترتیب ذیل اسماء پر سب متفق الرائے ہیں۔

حضرت عبداللہ، حضرت عبدالمطلب، حضرت ہاشم، حضرت عبد مناف، حضرت قصی، حضرت کلاب، حضرت مرہ، حضرت کعب، حضرت لوی، حضرت غالب، حضرت فہر، حضرت مالک، حضرت نضر، حضرت کنانہ، حضرت خزیمہ، حضرت مدرکہ، حضرت الیاس، حضرت مضر، حضرت نزار، حضرت معد اور حضرت عدنان

حضرت عدنان سے اوپر حضرت ابراہیم تک اور حضرت ابراہیم خلیل سے حضرت آدم صفی

اللہ تک کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے۔اس سلسلے میں پیغمبر اکرم کی روایت بھی بیان کی گئی ہے۔

اذا بلغ نسبی الی عدنان فامسکوا

جب میرے نسب کے بارے میں حضرت عدنان تک پہونچ جاؤ تو ٹھہر جاؤ۔ اب ہم مختصر طور پر آپ کے آباء و اجداد میں سے بعض کا حال بیان کریں گے۔

حضرت عبد مناف

حضرت قصیؑ کے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزی اور عبد قصیؑ چار فرزند تھے۔ جن میں حضرت عبد مناف سب سے زیادہ شریف اور محترم و بزرگ سمجھے جاتے تھے حضرت عبد مناف کا اصل نام "مغیرہ" تھا، انہیں اپنے والد محترم کے نزدیک نیز لوگوں کے درمیان خاص مرتبہ حاصل تھا، وہ بہت زیادہ سخی اور وجیہ انسان تھے۔اسی وجہ سے انہیں "فیاض" اور "قمر البطحا" کے القاب سے نوازا گیا، پرہیز گاری خوش خلقی، نیک چلن اور صلہ رحم جیسے اوصاف ان کی زندگی کا شعار تھے

ان کی نظر میں دنیوی مقامات و مراتب ہیچ تھے۔ مگر اہل انصاف لوگوں سے حسد بھی نہیں کرتے تھے۔اگر چہ کعبہ کے تمام عہدے اور مناصب ان کے بھائی عبدالدار کے دست اختیار میں تھے مگر انہیں اپنے بھائی سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔

حضرت ہاشم

حضرت قصیؑ کے فرزند مکہ سے متعلق معاملات اور کعبہ کی تولیت کا انتظام کسی اختلاف کے بغیر انجام دیتے رہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد عبدالدار اور عبد مناف کے لڑکوں کے درمیان کعبہ کے عہدوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا، بالآخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ کعبہ کی تولیت اور دارالندوہ کی صدارت عبدالدار کے فرزندوں کے پاس ہی رہے اور حاجیوں کو پانی پلانے نیز ان کی پذیرائی

حضرت عبد مناف کے لڑکوں کی تحویل میں دے دی جائے۔ حضرت عبد مناف کے فرزندوں میں یہ عہدہ حضرت ہاشم کے سپرد کیا گیا

حضرت ہاشم اور ان کے بھائی عبد الشمس ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے پیدائش کے وقت دونوں کے بدن ایک دوسرے سے پیوست تھے۔ جس وقت انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا تو دونوں کا خون زمین پر بہہ گیا اور عربوں نے اس واقعہ کو سخت بدشگوفی خیال کیا۔

اتفاق سے یہ بدشگوفی صحیح ثابت ہوئی اور حضرت ہاشم اور عبد الشمس کے لڑکوں میں ہمیشہ ہی کشمکش اور لڑائی رہی۔

عبدالشمس کا لڑکا امیہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت ہاشم کی مخالفت شروع کی۔ اس نے جب فرزندان عبد مناف میں سے حضرت ہاشم میں عزت و شرف اور بزرگواری جیسے اوصاف پائے تو ان سے حسد کرنے لگا اور اپنے چچا کے ساتھ چشمک اور مخالفت پر اتر آیا۔ چنانچہ یہیں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان مخالفت و دشمنی شروع ہوئی جو ظہور اسلام کے بعد بھی جاری رہی۔

حضرت ہاشم اس فرض کو انجام دینے میں جو ان کے ذمہ تھا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی حج کا زمانہ شروع ہوتا تو وہ قبیلہ قریش کی پوری طاقت و قوت اور تمام وسائل اور امکانات کو حجاج بیت اللہ کی خدمت کے لئے بروئے کار لاتے۔ اور زمانہ حج کے دوران جس قدر پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی اسے فراہم کرتے تھے۔

لوگوں کی خاطرداری، مہمان نوازی اور حاجتمندوں کی مدد کرنے میں وہ بے مثال یکتائے زمانہ تھے اسی وجہ سے انہیں "سید البطحا" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

حضرت ہاشم کے پاس اونٹ کافی تعداد میں تھے چنانچہ جس سال اہل مکہ قحط و خشک سالی شکار ہوئے تو انھوں نے اپنے بہت سے اونٹ قربان کر دیئے اور اس طرح لوگوں کے لئے کھانے کا سامان فراہم کیا

حضرت ہاشم نے جو اختراعات کیں اور نمایاں کام انجام دیئے ان میں سے ان کا ایک کارنامہ

یہ بھی تھا کہ انہوں نے قریش کی محدود کاروباری منڈیوں کو جاڑوں اور گرمیوں کے موسم میں تجارتی سفروں کے ذریعے وسعت دی اور اس منطقے کی اقتصادی زندگی میں حرکت پیدا کی

حضرت ہاشم نے بیس یا پچیس سال کی عمر میں تجارتی سفروں کے درمیان "غزہ" نامی مقام پر انتقال کیا۔

حضرت عبدالمطلب

حضرت ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی "مطلب" کو قبیلہ قریش کا سردار مقرر کیا گیا۔ اور جب ان کی وفات ہو گئی تو ان کے فرزند حضرت "شیبہ" کو، کہ جنہیں لوگ عبدالمطلب کہتے تھے، قریش کی سرداری سپرد کی گئی۔

حضرت عبدالمطلب اپنے ذاتی کمالات و فضائل اور اوصاف کی بنا پر لوگوں میں بہت محبوب تھے اور خاص حیثیت کے مالک تھے۔ وہ عاجز اور مجبور لوگوں کے حامی اور ان کے پشت و پناہ تھے۔ ان کی جود و بخشش کا یہ عالم تھا کہ ان دسترخوان سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ پرندے اور حیوانات بھی فیضیاب ہوتے تھے اسی وجہ سے انہیں "فیاض" کا لقب دیا گیا تھا۔

رسول خدا (ص) کے دادا بہت ہی دانشمند و بردبار شخص تھے۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو اخلاق کی بلندی، جور و ستم سے کنارہ کشی، برائیوں سے بچنے اور پست باتوں سے دور رہنے کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ ظالم آدمی اپنے کئے کی سزا اسی دنیا میں پاتا ہے اور اگر اسے اپنے کئے کا بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا تو آخرت میں یہ صلہ اسے ضرور ملے گا

اپنے اس عقیدے کی بنا پر انھوں نے اپنی زندگی میں نہ کبھی شراب کو ہاتھ لگایا، نہ کسی بے گناہ کو قتل کیا اور نہ ہی کسی برے کام کی طرف رغبت کی۔ بلکہ اس کے برخلاف نیک کاموں کی ایسی روایات قائم کیں جن کی دین اسلام نے بھی تائید کی۔ ان کی قائم کردہ بعض روایات درج ذیل ہیں

۱۔باپ کی کسی زوجہ کو بیٹے کے لئے حرام کرنا۔

۲۔مال و دولت کا ہر سال پانچواں حصہ (خمس) راہ خدا میں خرچ کرنا۔

۳۔چاہ زمزم کا "سقایۃ الحاج" نام رکھنا۔

۴۔ قتل کے بدلے سو اونٹ بطور خون بہا ادا کرنا۔

۵۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا۔

تاریخ کی کتابوں میں ان کی قائم کردہ دیگر روایات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ان میں سے چند یہ ہیں ۔ منت مان لینے کے بعد اسے پورا کرنا، چور کا ہاتھ کاٹنا، لڑکیوں کے قتل کی ممانعت اور مذمت، شراب و زنا کو حرام قرار دینے کا حکم جاری کرنا اور برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف نہ کرنا وغیرہ

واقعہ عام الفیل

حضرت عبدالمطلب کے عہد میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ "عام الفیل" تھا اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ۔یمن کے حکمران ابرہہ نے اس ملک پر اپنا تسلط برقرار کرنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ اس کی حکومت کے گردونواح میں آباد عرب کی خاص توجہ کعبہ پر مرکوز ہے اور وہ ہر سال کثیر تعداد میں اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

اس نے سوچا کہ عربوں کا یہ عمل اس کے نیز ان حبشی لوگوں کے لئے جو یمن اور جزیرہ نما عرب کے دیگر مقامات پر آباد ہیں کوئی مصیبت پیدا نہ کردے۔ چنانچہ اس نے یمن میں "قلیس" نام کا بہت بڑا گرجا تیار اور تمام لوگوں کو وہاں آنے کی دعوت دی تاکہ کعبہ جانے کی بجائے لوگ اس کے بنائے ہوئے کلیسا میں زیارت کی غرض سے آئیں۔اس کے اس اقدام کو لوگوں نے ناپسند ہی نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اس کے کلیسا کی بے حرمتی بھی کی۔

لوگوں کے اس رویے سے ابرہہ کو سخت طیش آگیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ ان کے اس جرم کی پاداش میں کعبہ کا وجود ہی ختم کردے گا۔اس مقصد کے تحت اس نے عظیم لشکر تیار کیا

جس میں جنگجو ہاتھی پیش پیش تھے۔ چنانچہ پورے جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر وہ مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ سردار قریش حضرت عبد المطلب اور دیگر اہل شہر کو جب ابرہہ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے شہر خالی کر دیا اور نتیجے کا انتظار کرنے لگے۔

جنگی ساز و سامان سے لیس اور طاقت کے نشے میں چور جب ابرہہ کا لشکر کعبہ کی طرف بڑھا تو ابابیل جیسے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی منقاروں اور پنجوں میں کنکریاں لے کر اس کے لشکر پر چھا گئے اور انہیں ان پر برسانا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم ایسے چور چور ہو گئے جیسے چبایا ہوا بھوسا۔

یہ واقعہ بعثت سے چالیس سال قبل پیش آیا۔ چنانچہ عربوں نے اس واقعے سے ہی اپنی تاریخ شروع کر دی جو رسول خدا کے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کے عہد تک جاری رہی اور واقعات اسی سے منسوب کئے جانے لگے۔

قابل ذکر باتیں

۱۔ ابرہہ کا حملہ اگر چہ مذہبی محرک کا ہی نتیجہ تھا مگر اس کا سیاسی پہلو یہ تھا کہ سر زمین عرب پر سلطنت روم کا غلبہ ہو جائے اس لئے اس کی اہمیت مذہبی پہلو سے کسی طرح بھی کم نہ تھی ابرہہ کا مکہ اور حجاز کے دیگر شہروں پر قابض ہو جانا سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے روم جیسی عظیم طاقت کی اہم فتح و کامرانی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسا طریقہ تھا جسے بروئے کار لا کر شمال عرب کو جنوب عرب سے متصل کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح پورے جزیرہ نما عرب پر حکومت روم کا غلبہ و تسلط ہو سکتا تھا۔ نیز اس کا استعمال ایران پر حملہ کرنے کے لئے فوجی چھاونی کے طور پر کیا جا سکتا تھا۔

۲۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے معجزہ کی شکل میں ابرہہ کے لشکر کی جس طرح تباہی و بربادی ہوئی اس کی تائید قرآن مجید اور اہل بیت علیہ السلام کی ان روایات سے ہوتی ہے جو ہم تک پہونچی ہیں قرآن مجید کے سورہ فیل میں ارشاد ہے۔

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ○ الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیرا ابابیل ○ ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول .

(تم نے دیکھا آ کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان پر پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں) کا کھایا ہوا بھوسا)

جو لوگ اس واقعہ کی توجیہ پیش کرتے ہیں کہ اس سال مکہ میں چیچک کی بیماری ابرہہ کے سپاہیوں میں مکھیوں اور مچھروں کے ذریعے پھیلی اور ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی. بعض وہ مسلمان جو خود کو روشن فکر خیال کرتے ہیں وہ بھی مغرب کے مادہ پرستوں کے ہم خیال ہو گئے ہیں. قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ بعض مسلم مورخین اور مفسرین بھی اس مغرب پرستی کا شکار ہو گئے ہیں

۲۔ ابرہہ کے لشکر کی شکست اور خانہ کعبہ کو گزند نہ پہونچنے کے باعث قریش پہلے سے بھی زیادہ مغرور و متکبر ہو گئے چنانچہ حرام کاموں کے کرنے، اخلاقی پستیوں کی جانب جانے اور ان لوگوں پر ظلم و ستم روا رکھنے میں جو حرم کے باہر آباد تھے ان کی گستاخیاں اور دراز دستیاں پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئیں. وہ برملا کہنے لگے کہ ہم ہی آل ابراہیم ہیں. ہم ہی پاسبان حرم ہیں، ہم ہی کعبہ کے اصل وارث ہیں. ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ جاہ و مرتبت میں عربوں کے درمیان کوئی ہمارا ہم پلہ نہیں ہے.

ان نظریات کی بنا پر انہوں نے حج کے بعض احکام، جو حرم کے باہر انجام دیئے جاتے ہیں جیسے عرفہ میں قیام، قطعی ترک کر دیئے. ان کا حکم تھا کہ ان زائرین بیت اللہ کو جو حج یا عمرہ کی نیت سے آتے ہیں یہ حق نہیں ہے کہ اس کھانے کو کھائیں جسے وہ اپنے ساتھ لاتے ہیں. یا اپنے کپڑے پہن کر خانہ کعبہ کا طواف کریں.

حضرت عبداللہ

حضرت عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ تھے۔ کہ جنہیں رسول خدا کے والد ہونے کا فخر حاصل ہوا وہ حضرت ابوطالب، امیر المومنین علی علیہ السلام کے والد اور زبیر ایک ہی ماں یعنی حضرت فاطمہ کے بطن سے تھے۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کی نظروں میں دوسرے بھائیوں کے مقابل زیادہ قدر و منزلت تھی۔ جس کی وجہ ان کے ذاتی اوصاف اور معنوی کمالات تھے۔ اس کے علاوہ دانشوروں اور کاہنوں نے بھی یہ پیش گوئی کی تھی کہ ان کی نسل سے ایسا فرزند پیدا ہوگا جسے پیغمبری کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ اس خوشخبری کی تائید و تصدیق اس خاص تابانی سے ہوتی تھی جو حضرت عبداللہ کے چہرے سے عیاں تھی

حضرت عبد المطلب نے اپنے جواں سال فرزند حضرت عبداللہ کے لئے طائفہ بنی زہرہ کے سردار حضرت وہب بن عبد مناف کی دختر نیک اختر حضرت آمنہ سے رشتہ مانگا۔ اور انہیں اپنے فرزند دلبند کے حبالہ نکاح میں لے آئے۔ اس شادی خانہ آبادی کا حاصل و ثمرہ حضرت محمد کا وجود مسعود تھا۔ اور یہی وہ ذات گرامی ہے جسے بعد میں خاتم الانبیاء کہا گیا۔

حضرت آمنہ سے شادی کرنے کے بعد حضرت عبداللہ تجارتی قافلے کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپسی پر شہر یثرب میں بیمار ہوگئے اور اس بیماری کی وجہ سے وہیں ان کا انتقال ہوگیا اور اسی شہر میں انہیں دفن کیا گیا۔

رسول اللہ کی ولادت باسعادت

اکثر محدثین اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمدؐ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں یعنی نزول وحی سے چالیس سال قبل ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ لیکن یوم پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے شیعہ محدثین و دانشوروں کی رائے میں آپ کی ولادت ۱۷ ربیع الاول کو ہوئی اور اہل سنت کے مورخین نے آپ کا روز ولادت ۱۲ ربیع الاول تسلیم کیا ہے۔

حضرت محمد (ص) کی ولادت کے وقت چند حوادث اور غیر معمولی واقعات بھی رونما ہوئے

جن میں سے بعض یہ ہیں۔ ایوان کسریٰ میں شگاف پڑ گیا اور اس کے چودہ کنگورے زمین پر گر گئے فارس کا وہ آتشکدہ جو گزشتہ ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھا یکایک خاموش ہو گیا ساوہ کی جھیل بیٹھ گئی تمام بت منہ کے بل زمین پر گر پڑے زرتشتی عالموں اور کسرے خاندان کے بادشاہ نے پریشان کن خواب دیکھے۔ شاہان دنیا کے تخت سلطنت سرنگوں ہو گئے پیغمبر اکرم کے باعث نور آسمان کی طرف بلند ہوا اور بہت وسیع حصے میں پھیل گیا

پیغمبر کی ولادت کے وقت ایسے حیرتناک واقعات کا رونما ہونا درحقیقت لوگوں کو خطرے سے آگاہ اور خواب غفلت سے بیدار کرنا تھا بالخصوص ان حکمرانوں کی تنبیہ کرنا مقصود تھی جو اس وقت دنیا میں فرمان روائی کر رہے تھے تا کہ وہ ان واقعات کے بارے میں غور کریں اور یہ جانیں کہ ان حادثات کا رونما ہونے کا کیا سبب ہے نیز خود سے سوال کریں کہ ۔ کیونکر بتوں کے ڈھانچے اور بت پرستی کے نشانات منہ کے بل زمین پر آ رہے ہیں۔ اور وہ لوگ جو خود کو زمین کا آقا و مالک سمجھتے تھے کیوں مضطرب و پریشان ہو گئے کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے بھی برتر و بہتر طاقت کا ظہور ہو چکا ہے اس کے ساتھ ہی بت پرستی اور شیطانی طاقتوں کا زمانی عروج ختم ہو چکا ہے۔

پیغمبر اکرم کا بچپن

رسول خدا نے اس دنیا میں اس وقت آنکھ کھولی جب ان کے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا اسی لئے ایک قول کے مطابق رسول خدا کی تربیت بچپن سے ہی آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی زیر سرپرستی ہوئی۔

حضرت عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن بھیڑ ذبح کر کے اپنے پوتے کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اس نومولود بچے کے لئے دایہ کی تلاش ہوئی اور چند روز کے لئے انہوں نے بچے کو ابولہب کی کنیز ثوبیہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد طائفہ بنی سعد کے معزز فرد ابوذویب

کی مہربان و پاکدامن دختر حضرت حلیمہ نے آنحضرت کو اپنی تحویل میں لے لیا اور صحرا کی جانب لے گئیں تاکہ فطرت کی آغوش اور صحتمندانہ آزاد فضا میں ان بیماروں سے دور جو کبھی شہر مکہ کے لئے خطرہ پیدا کردیتی تھیں۔ ان کی پرورش کر سکیں قبیلہ بن سعد کے درمیان رسول خدا کی موجودگی حضرت حلیمہ اس نونہال کو ان کی والدہ کی خدمت میں لے گئیں تو انہوں نے آنحضرت کو دوبارہ اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی چنانچہ حضرت آمنہ نے بھی ان سے اتفاق کیا

پیغمبر اکرم پانچ سال تک صحرا کے دامن میں طائفہ بنی سعد کے درمیان زندگی بسر کرتے رہے اس کے بعد آپ کو واپس والدہ اور دادا کے پاس بھیجدیا گیا جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ کے مزار کی زیارت سے مشرف ہونے اور دونوں اناؤں سے ملاقات کرنے کی غرض سے یثرب گئیں۔ جہاں ان کا ایک ماہ تک قیام رہا وہ جب واپس مکہ تشریف لارہی تھیں تو راستہ میں (ابواء ۲۷) نامی مقام پر شدید بیمار ہو گئیں اور وہیں ان کا انتقال ہوا اس حادثے سے آنحضرتؐ بہت رنجیدہ ہوئے اور آپ کے مصائب میں دو گنا اضافہ ہو گیا۔ لیکن اس واقعے نے ہی آپ کو دادا سے بہت نزدیک کردیا۔

قرآن مجید نے ان مصائب و رنج و تکالیف کے زمانے کی یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

الم یجدک یتیما فاوی:

(کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا)

ابھی آپ نے زندگی کی آٹھ بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں دادا کا بھی سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق اپنے چچا ابوطالب کے زیر سرپرستی آگئے۔

حضرت ابوطالب اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت اسد کو پیغمبر اکرم بہت زیادہ عزیز تھے وہ لوگ آپ کا اپنے بچوں سے زیادہ خیال رکھتے تھے چنانچہ جس وقت کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت ابوطالب اپنے بچوں سے فرماتے کہ پیارے بیٹے (حضرت محمد) کے آنے کا انتظار کرو

رسول خدا حضرت فاطمہ بنت اسد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ۔ حقیقی معنوں میں وہی

میری ماں تھیں کیونکہ وہ اکثر اپنے بچوں کو تو بھوکا رکھتیں مگر مجھے اتنا کھانا دیتیں کہ شکم سیر ہو کر کھاتا ان کے بچے میلے ہی رہتے مگر مجھے نہلا دھلا کر ہمیشہ صاف ستھرا رکھتیں

خدائی تربیت

امیر المومنین حضرت علی (ع) پیغمبر اکرم کے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

لقد قرن الله به من لدن ان کان فطیماً اعظم ملک من الملئکۃ یسلک
به طریق المکارم و محاسن اخلاق العالم لیلا و نہاراً

جس دن رسول خدا کا دودھ چھڑایا گیا اسی دن سے خداوند تعالیٰ نے فرشتے کو آپ کے ہمراہ کر دیا تا کہ آپ کی دن رات عظمت و بزرگواری کی راہوں اور اخلاق کے قابل قدر اوصاف کی جانب راہنمائی کرتا رہے۔

رسالت کی جانب ایک قدم

شام کی طرف پہلا سفر

رسول خدا نے جب حضرت ابوطالب کے گھر میں رہنا شروع کیا تو آپ کی زندگی کی نئی فصل کا آغاز ہوا۔ یہ فصل لوگوں سے ملاقات اور مختلف نوع کے سفر اختیار کرنے سے شروع ہوئی چنانچہ ان سفروں اور لوگوں سے ملاقاتوں کے ذریعے ہی حضرت محمدؐ کا گوہر وجود اس تاریک و سیاہ ماحول میں درخشاں ہوا۔ اور یہیں سے آپ کو معاشرے نے امین قریش کہنا شروع کیا۔

بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ہمراہ اس کارواں قریش کے ساتھ، جو تجارت کے لئے ملک شام کی جانب جارہا تھا سفر پر روانہ ہوئے جس وقت یہ کارواں "بصری" پہونچا تو "بحیرا" نامی عیسائی دانشور کے قافلہ والوں سے ملاقات کے لئے آیا اسی اثناء میں اس کی نظر رسولؐ خدا پر پڑی اس نے انجیل مقدس میں پیغمبر آخرالزماں سے متعلق جو علامات پڑھی تھیں وہ اور دیگر نشانیاں اسے نبی اکرم میں نظر آئیں تو اس نے آپؐ کو فوراً پہچان لیا چنانچہ اس نے حضرت ابوطالب کو آپؐ کے نبی ہونے کی خوشخبری دی اور ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ اس بچے کا خاص خیال رکھیں مزید کہا۔

ان کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہی باتیں یہودی بھی جان لیں تو وہ انھیں گزند پہونچائے بغیر نہ رہیں گے اس لئے بھلائی اسی میں ہے کہ انہیں جتنی جلدی ہوسکے واپس مکہ لے جائیے۔

حضرت ابوطالب نے اپنے کاروبار کے امور کو جلد از جلد انجام دیا اور مکہ واپس آگئے اور پوری طرح اپنے بھتیجے کی حفاظت و نگرانی کرنے لگے

مستشرقین کی افتراء پردازی

راہب کی اس روایت کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ تاریخ کا بہت معمولی واقعہ ہے لیکن بعض بدنیت مستشرقین نے اپنے ذاتی مفاد کے تحت اسے دستاویز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کا اس پر اصرار ہے کہ پیغمبر اکرم نے اپنی اس غیر معمولی ذہانت کی بنا پر جو آپ کی ذات گرامی میں موجود تھی اس سفر کے دوران بحیرا عیسائی سے بہت سی باتیں سیکھیں اور اپنے قوی حافظہ میں محفوظ کرلیں اور اٹھائیس سال گزرنے کے بعد انہی باتوں کو اپنے کیش و آئین کی بنیاد قرار دیا اور یہ کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ یہ باتیں وحی کے ذریعے آپ پر نازل ہوئی ہیں لیکن پیغمبر اکرم کی سوانح حیات آپ کے دین و آئین کی الہامی خصوصیات نیز عملی و عقلی ولائل و براہین سے اس گمان کی نفی ہوتی ہے ذیل میں ہم اس موضوع سے متعلق چند نکات بیان کرتے ہیں۔

۱۔ عقل کی رو سے یہ بات بعید ہے کہ ایک بارہ سال کا نوجوان، کہ جس نے کبھی مدرسہ کی شکل تک نہ دیکھی ہو وہ، چند گھنٹوں کی ملاقات میں توارت و انجیل جیسی کتابوں کے حقائق سیکھ لے اور اٹھائیس سال بعد انہیں شریعت آسمانی کے نام سے پیش کرے۔

۲۔ اگر پیغمبر نے بحیرا سے کچھ باتیں سیکھ لی ہوتیں تو وہ یقیناً قریش کے درمیان پھیل گئی ہوتیں اور وہ لوگ جو کارواں کے ساتھ گئے تھے ضرور واپس آکر انہیں بیان کرتے اس کے علاوہ اس واقعے کے بعد رسول اکرم اپنی قوم کے افراد سے یہ نہیں فرماسکتے تھے کہ میں امی ہوں۔

۳۔ اگر تورات اور انجیل کا قرآن مجید سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ قرآن کے مندرجات وہ نہیں جو ان کتابوں کے ہیں۔

۴۔ اگر عیسائی راہب کو اتنی زیادہ مذہبی و علمی معلومات حاصل تھیں تو وہ کیوں نہ اپنے زمانے میں مشہور ہوا اور پیغمبر اکرم کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا علم کیوں نہ سکھایا؟

ملک شام کا دوسرا سفر

رسول اکرم کی راست گوئی و نجابت، شرافت، امانت داری اور اخلاق و کردار کی بلندی کا ہر شخص قائل تھا۔

حضرت خویلد کی دختر حضرت خدیجہ بہت نیک سیرت اور شریف خاتون تھیں انہیں اپنے والد سے بہت سا مال ورثے میں ملا تھا وہ بھی مکہ کے بہت سے مردوں اور عورتوں کی طرح اپنے مال سے تجارت کرتی تھیں جس وقت انہوں نے امین قریش کے اوصاف سنے تو انہوں نے رسول خدا کے سامنے یہ تجویز رکھی - اگر آپ میرے سرمائے سے تجارت کرنے کے لئے ملک شام تشریف لے جائیں تو میں جتنا حصہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے زیادہ حصہ آپ کو دونگی۔

رسول خدا نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت خدیجہ کی تجویز کو قبول کر لیا اور ان کے "میسرہ" نامی غلام کے ہمراہ پچیس سال کی عمر میں مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے

کاروان تجارت میں رسول اکرم کا بابرکت و باسعادت وجود قریش کے تاجروں کے لئے نہایت ہی سود مند و منفعت بخش ثابت ہوا اور انہیں توقع سے زیادہ منافع ملا۔ نیز رسول خدا کو سب سے زیادہ نفع حاصل ہوا سفر کے خاتمے پر "میسرہ" نے سفر کی پوری کیفیت حضرت خدیجہ کو بتائی اور آپ کے فضائل و اخلاقی اوصاف و مکارم نیز کرامات کو تفصیل سے بیان کیا۔

حضرت خدیجہ کے ساتھ شادی

حضرت خدیجہ رشتے میں پیغمبر اکرم کی چچا زاد بہن تھیں اور دونوں کا شجرہ نسب جناب قصی بن کلاب سے جاملتا تھا حضرت خدیجہ کی ولادت و پرورش اس خاندان میں ہوئی تھی جو نسب کے اعتبار سے اصیل، ایثار پسند اور خانہء کعبہ کا حامی (۸) و پاسدار تھا اور خود حضرت خدیجہ اپنی عفت و

بیوہ۔

حضرت خدیجہ قریش کی ایک معزز اور مالدار خاتون تھیں

پاکدامنی میں ایسی مشہور تھیں کہ دور جاہلیت میں انہیں "طاہرہ" اور "سیدہ قریش" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ان کے لئے بہت سے رشتے آئے اگر چہ شادی کے خواہشمند مہر ادا کرنے کے لئے کثیر رقم دینے کے لئے تیار تھے مگر وہ کسی سے بھی شادی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئیں۔

جب رسول خدا ملک شام سے سفر تجارت کے بعد واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ نے پیغمبر اکرم کی خدمت میں قاصد بھیجا اور آپ سے شادی کرنے کا اظہار کیا

رسول خدا نے اس مسئلے کو حضرت ابوطالب اور دیگر چچاؤں کے درمیان رکھا سب نے اس رشتے سے اتفاق کیا تو آپ نے قاصد کے ذریعے حضرت خدیجہ کو اس رشتے کی منظوری کا مثبت جواب دیا رشتے کے منظور کئے جانے کے بعد حضرت ابوطالب اور دوسرے چچا حضرت حمزہ نیز حضرت خدیجہ کے قرابت داروں کی موجودگی میں حضرت خدیجہ کے گھر پر محفل تقریب نکاح منعقد ہوئی اور نکاح کا خطبہ دولہا اور دلہن کے چچاؤں "حضرت ابوطالب" اور "عمر بن اسد" نے پڑھا۔

شادی کے وقت رسول خدا کا سن مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی

حضرت خدیجہ سے شادی کے محرکات

بعض وہ لوگ جو ہر چیز کو مادی مفاد کی نظر سے ہی دیکھتے ہیں انہوں نے اس شادی کو بھی مادی پہلو سے ہی دیکھا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے۔

چونکہ حضرت خدیجہ کو تجارتی امور کے لئے کسی مشہور و معروف اور معتبر شخص کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے پیغمبر اکرم سے شادی کا پیغام بھیجا دوسری طرف پیغمبر اکرم یتیم و نادار تھے اور حضرت خدیجہ کی ثروتمندانہ زندگی سے واقف تھے اسی لئے ان کی دولت حاصل کرنے کی غرض سے یہ رشتہ منظور کرلیا گیا اگر چہ سن کے اعتبار سے دونوں کی عمروں میں کافی فرق تھا۔

(6) حضرت خدیجہ نے وفادار بیوی ہونے کا ثبوت دیا

اس کے برعکس اگر تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو اس شادی کے محرکات میں بہت سے معنوی پہلو شامل تھے اس سلسلے میں ہم یہاں پہلے پیغمبر خدا کی اور بعد میں حضرت خدیجہ کی نمایندگی کرتے ہوئے ذیل میں چند نکات بیان کرتے ہیں

اول تو پیغمبر کی پوری زندگی ہمیں زہد و تقویٰ و معنوی اقدار سے پر نظر آتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت کی نظر میں دنیوی مال و دولت اور جاہ و حشم کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی اور آپ نے حضرت خدیجہ کی دولت کو کبھی بھی اپنے ذاتی آرام و آسائش کی خاطر استعمال نہیں کیا۔

دوسرے اس شادی کی پیشکش حضرت خدیجہ نے کی تھی نہ کہ رسول اسلام نے۔

اب ہم یہاں حضرت خدیجہ کی جانب سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ عفیف و پاکدامن خاتون تھیں اور انہیں متقی و پرہیز گار شوہر کی تلاش تھی۔

دوسرے یہ کہ ملک شام سے واپس آنے کے بعد جب "میسرہ" غلام نے سفر کے واقعات حضرت خدیجہ کو بتائے تو ان کے دل میں "امین قریش" کے لئے جذبہ محبت و الفت بڑھ گیا چنانچہ اس محبت کا سرچشمہ پیغمبر اکرم کے کمالات نفسانی اور اخلاقی فضائل تھے اور حضرت خدیجہ کو ان ہی کمالات سے تعلق و واسطہ تھا۔

تیسرے یہ کہ پیغمبر اکرم سے شادی کرنے کے بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو کبھی سفر تجارت پر جانے کی ترغیب نہیں دلائی اگر انہوں نے یہ شادی اپنے مال و دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے کی ہوتی تو وہ رسول اکرم کو ضرور سفر پر روانہ کرتیں تاکہ مال و دولت میں اضافہ ہو سکے۔

اس کے برعکس حضرت خدیجہ نے اپنی دولت آنحضرت کے حوالے کردی تھی تاکہ اسے آپ ضرورت مند لوگوں پر خرچ کریں۔

حضرت خدیجہ نے رسول خدا سے گفتگو کرتے ہوئے شادی کی درخواست کے اصل محرک کو اس طرح بیان کیا ہے۔ اے میرے چچا کے بیٹے چونکہ میں نے تمہیں ایک شریف، دیانتدار، خوش خلق

اور راست گو انسان پایا تو میں تمہاری جانب مائل ہوئی اور شادی کے لئے پیغام بھیجا

پیغمبر اکرم کے منہ بولے بیٹے

حضرت خدیجہ سے رسول خدا کی شادی کے بعد حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام ملک شام سے اپنے ساتھ کچھ غلام لے کر آئے جن میں ایک آٹھ سالہ لڑکا زید ابن حارثہ بھی تھا. جس وقت حضرت خدیجہ ان غلاموں کو دیکھنے کے لئے آئیں تو حکیم نے ان سے کہا کہ پھوپھی جان آپ ان غلاموں میں سے جسے بھی چن لیں گی وہ آپ ہی کو مل جائے گا(۲) حضرت خدیجہ نے زید کو چن لیا.

جب رسول خدا نے زید کو حضرت خدیجہ کے پاس دیکھا تو آپ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ غلام مجھے دے دیا جائے حضرت خدیجہ نے اس غلام کو پیغمبر اکرم کے حوالے کر دیا پیغمبر خدا نے اسے آزاد کر کے اپنا فرزند (متبنی) بنالیا لیکن جب پیغمبر خدا پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو قرآن نے حکم دیا کہ انہیں متبنی نہیں صرف فرزند کہا جائے.

جب زید کے والد "حارث" کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا شہر مکہ میں رسول خدا کے گھر میں ہے تو وہ آنحضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ان کا بیٹا ان کو واپس دے دیا جائے آنحضرت نے زید سے فرمایا۔ ہمارے ساتھ رہو گے یا اپنے والد کے ساتھ جاؤ گے؟

اگر چاہو تو ہمارے ساتھ رہو اور چاہو تو اپنے والد کے ساتھ واپس چلے جاؤ. حضرت زید نے پیغمبر اکرم کے پاس ہی رہنا پسند کیا جب رسول اللہ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو حضرت علی (ع) کے بعد وہ پہلے مرد تھے جو آنحضرت پر ایمان لائے

رسول خدا نے ان کا نکاح پاک دامن اور ایثار پسند خاتون ام ایمن سے کر دیا جن سے "اسامہ" پیدا ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنے چچا کی لڑکی "زینب بنت جحش" سے ان کی شادی کر دی(۱۴)

حضرت علی (ع) کی ولادت

شہر مکہ کے اس تاریخ ساز عہد میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک حضرت علی (ع) کی کعبہ میں ولادت باسعادت تھی۔ موخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) کی پیدائش واقعہ عام الفیل کے تیس سال بعد ہوئی خانہ کعبہ میں امیرالمومنین حضرت علی (ع کی پیدائش وتولد آپ کے عظیم و ممتاز فضائل میں سے ایک ہے اس فضیلت کا نہ صرف شیعہ دانشوروں نے ذکرکیا ہے بلکہ اہل سنت کے محدثین و مورخین بھی اس کے معترف ہیں۔

پیغمبر اکرم کے دامن میں تربیت

حضرت علی (ع) نے بچپن اور شیر خوار گی کا زمانہ اپنے مہربان اور پاکدامن والدین حضرت ابوطالب و حضرت فاطمہ کی آغوش اور اس گھر میں بسر کیا جہاں نور رسالت اور آفتاب نبوت تاباں تھا۔ حضرت ابوطالب کے اس نونہال پر حضرت محمد کی شروع سے ہی خاص توجہ و عنایت تھی اسی لئے آپ نے حضرت علی (ع) کے ساتھ محبت و مہربانی کے سلوک اور تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

رسول خدا نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ جب حضرت علی (ع) نے اپنی عمر کی چھ بہاریں دیکھ لیں تو آپ انہیں اپنے گھر لے آئے اور بذات خود ان (ع) کی تربیت فرمانے لگے

حضرت علی سے بے پناہ شغف کی وجہ سے آپ انہیں اپنے سے ہرگز جدا نہیں کرتے تھے چنانچہ جب کبھی آپ عبادت کے لئے مکہ سے باہر غار حراء میں تشریف لے جاتے تو حضرت علی (ع) آپ کے ساتھ ہوتے تھے

رسول اکرم کے زیر سایہ حضرت علی (ع) کی جو تربیت ہوئی اس کی اہمیت و قدر و قیمت کے بارے میں خود حضرت علی (ع) فرماتے ہیں۔

ولقد علمتم موضعی من رسول اللہ بالقرابتہ القریبة والمنزلة الخصیصه وضعنی فی حجرہ وانا ولد یضمنی الیٰ صدرہ ویکنفنی فی فراشه ویمسنی

جسده ویشمنی عرفه وکان یمضغ النبی ثم یلقینی.....ولقد کنت اتبعه اتباع الفصیل اثر امه برفع کانی کل یوم اخلاقه علماً ویامرنی بالاقتداء به

یہ تو تم سب ہی جانتے ہو کہ رسول خدا کو مجھ سے کیسی قربت تھی اور آپکی نظروں میں میری کیا قدر و منزلت تھی اس وقت جب میں بچہ تھا آپ مجھے اپنی گود میں جگہ دیتے اور سینے سے لگاتے مجھے اپنے بستر پر اپنی جگہ لٹاتے میں آپ سے بغل گیر ہوتا اور آپ کے جسم مبارک کی عطر آگیں بو میرے مشام کو معطر کر دیتی. آپ نوالے چبا کر میرے منہ میں رکھتے. میں پیغمبر اکرم کے نقش قدم پر اس طرح چلتا جیسے شیر خوار بچہ اپنی ماں کی پیروی کرتا ہے. آپ ہر روز اخلاق کا پرچم میرے سامنے لہراتے اور حکم فرماتے کہ میں بھی آپ کی پیروی کروں.

معبود حقیقی سے انس و محبت

امین قریش نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال ،ان سختیوں اور محرومیوں کے باوجود جو ہمیشہ دامن گیر رہیں ،نہایت صداقت ، شرافت ، نجابت ، کردار کی درستی اور پاکدامنی کے ساتھ گزارے آپ نے اس عرصے میں خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش نہیں کی. عبادت اور معرفت خداوندی کو ہر چیز پر ترجیح دی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ ہر سال کچھ عرصہ جبل نور اور "غار حراء" میں تنہا رہ کر عبادت خداوند میں گزارتے تھے

جناب امیر المومنین حضرت علی (ع) اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

ولقد کان مجاور فی کل سنة بحراء فاراه ولا یراه غیری

رسول خدا ہر سال کچھ عرصے کے لئے غار حراء میں قیام فرماتے اس وقت میں ہی انہیں دیکھتا میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا.

پیغمبر اکرم کے آباء و اجداد سب ہی موحد تھے اور سب ان آلودگیوں سے محفوظ تھے جن میں پوری قوم ڈوبی ہوئی تھی.

اس بارے میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں۔

شیعہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول خدا کے والدین' آباء واجداد مسلمان ہی نہیں بلکہ سب ہی صدیقین تھے۔ وہ یا تو نبی مرسل تھے یا معصوم اوصیاء۔ ان میں سے بعض تقیہ کی وجہ سے یا مذہبی مصلحتوں کی بناء پر اپنے دین اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے

رسول اکرم کا ارشاد ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام التطہیرات

میں مسلسل پاک مردوں کے صلب سے پاک عورتوں کے رحم میں منتقل ہوتا رہا۔

مکہ میں اسلام کی تبلیغ اور قریش کا رد عمل

نزول وحی

خداوند تعالیٰ کی عبادت و پرستش کرتے رسول اکرم کو چالیس سال گزر چکے تھے ایک مرتبہ جب آپ غار حراء میں معبود حقیقی سے راز و نیاز میں مشغول تھے اس وقت اچانک حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس آئے اور رسالت کی خوشخبری دیتے ہوئے انہوں نے وہ پہلی آیت جو خداوند تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی تھی

اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقراء و
ربک الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم

اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو کہ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے پڑھو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ سکھادیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا

رسول اعظم نے جب یہ آیت مبارکہ سنی اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے پیغمبری کی خوشخبری ملی نیز آپ نے مقام کبریائی کی عظمت و شان کا مشاہدہ کیا تو اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے وجود مبارک میں مسرت و شادمانی محسوس کی چنانچہ آپ غار سے باہر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کے گھر کی جانب روانہ ہو گئے

راستے میں جتنی پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں وہ سب قدرت حق سے گویا ہو گئی تھیں اور پیغمبر خدا کے ساتھ با ادب و احترام پیش آ رہی تھیں اور "السلام علیک یا نبی اللہ" کہہ کر آپ سے مخاطب ہو رہی تھیں

شیعہ محدثین اور مورخین کے نظریئے کی رو سے واقعہ (عام الفیل) کے چالیس سال گزر جانے کے بعد رسول خدا پر ۲۷ رجب کو پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔

سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والا

رسول خدا غار حراء سے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی (ع) اور عورتوں میں آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ نے آپ کے پیغمبر ہونے کی تصدیق کی۔ اہل سنت میں کے اکثر و بیشتر مورخین بھی اس بات سے متفق ہیں

اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم

ھذا اوّل من اٰمن بی وصدقنی وصلیٰ معی

علی پہلے شخص ہیں جس نے تصدیق کی اور میرے ساتھ نماز ادا کی

۲۔ پیغمبر اکرم

اولکم وارداً علی الحوض اولکم اسلاماً علی ابن ابی طالب

علی (ع) پہلے شخص ہیں جو سب سے پہلے حوض کوثر کے کنارے مجھ سے ملاقات کریں گے۔ اور سابق الاسلام ہیں۔

۳۔ حضرت علی (ع)

اللھمّ انی اوّل من اناب وسمع واجاب لم یسبقنی الا رسول اللہ

بار الہا! میں پہلا شخص ہوں جو دین کی طرف آیا اسے سنا اور قبول کیا۔ پیغمبر اکرم کے علاوہ کسی

شخص نے نماز میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

دعوت کا آغاز

رسول اکرم غار حراء سے نکل کر جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے بستر پر آرام فرمایا۔ ابھی اسلام کے مستقبل اور دین کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ سورہ مدثر نازل ہوا اور رسول خدا کو اٹھ کھڑے ہونے اور ڈرانے پر مقرر کیا۔ چنانچہ اس طرح پیغمبر اکرم نے دعوت حق کا آغاز کیا اس دعوت کے تین مرحلے تھے۔

الف ۔ پوشیدہ دعوت

دعوتِ حق کے اس مرحلے کی مدت مورخین نے تین سے پانچ سال لکھی ہے مشرکین کی سازش سے محفوظ رہنے کے لئے رسول اکرم نے یہ فیصلہ کیا کہ عوام کی جانب توجہ دینے کی بجائے لوگوں کو فرداً فرداً دعوتِ حق کے لئے تیار کریں اور پوشیدہ طور پر باصلاحیت لوگوں سے ملاقات کر کے ان کے سامنے دین الہی پیش کریں۔ چنانچہ آپ کی جدوجہد سے چند لوگ آئین توحید کی جانب آ گئے مگر ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ اپنے دین کو مشرکین سے پوشیدہ رکھیں اور فرائض عبادت کو لوگوں کی نظروں سے دور رہ کر انجام دیں۔

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور تیس تک پہونچ گئی تو رسول خدا نے ارقم کے گھر کو جو کوہ صفا کے دامن میں واقع تھا تبلیغ اسلام اور پرستش خداوند تعالی کا مرکز قرار دیا آپ اس گھر میں ایک ماہ تک تشریف فرما رہے۔ اب مسلمانوں کی تعداد چالیس تک پہونچ گئی تھی۔

قریش کا رد عمل

اگرچہ قریش کو کم و بیش علم تھا کہ رسول خدا کی پوشیدہ طور پر دعوت دین حق جاری ہے لیکن انہیں اس تحریک کی گہرائی سے واقفیت نہ تھی اس لئے انہوں نے کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا

کیونکہ اس سے انہیں کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے بھی بے خبر نہ تھے چنانچہ وہ ان واقعات کی کیفیت بھی ایک دوسرے سے بیان کر دیتے تھے۔ رسول خدا نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس عرصے میں آپ نے (حزب اللہ) جماعت حق کی داغ بیل ڈال دی۔

ب۔ عزیز و اقرباء

دعوت کا یہ مرحلہ اس آیہء مبارکہ کے نزول کے ساتھ شروع ہوا۔

وانذر عشیرتک الاقربین

اپنے رشتہ داروں کو عذاب الہیٰ سے ڈرائیے

پیغمبر اکرم نے حضرت علی (ع) کو اس کام پر مقرر کیا کہ آپ (ع) کھانے کا انتظام کریں اور آنحضرت کے عزیز و اقارب کو کھانے پر بلائیں تا کہ ان تک خداوند تعالے کا پیغام پہونچا دیں۔

تقریباً چالیس یا پینتالیس آدمی آپ کے دستر خوان پر جمع ہوئے رسول خدا چاہتے تھے کہ لوگوں سے گفتگو کریں مگر ابو لہب نے غیر متعلقہ باتیں شروع کر کے اور آپ پر سحر و جادو گری کا الزام لگا کر محفل کو ایسا درہم برہم کیا کہ اس میں اصل مسئلے کو پیش نہ کیا جاسکا۔

اگلے روز آپ نے دوبارہ لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو رسول خدا اپنی جگہ سے اٹھے اور تقریر کے دوران فرمایا۔

اے عبدالمطلب کے بیٹو۔ خدا کی قسم مجھے قوم عرب میں ایک بھی ایسا جوان نظر نہیں آتا کہ وہ اس سے بہتر چیز لے کر آیا ہو جو میں اپنی قوم کے لئے لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی خیر (بھلائی) لے کر آیا ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے اس کام پر مقرر کیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میری مدد کرے تا کہ وہ

تمہارے درمیان میرا بھائی وصی اور جانشین بن سکے۔

فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی و وصیی و خلیفتی ؟

رسول خدا نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی اور ہر مرتبہ حضرت علی (ع) ہی نے اٹھ کر اعلان کیا کہ میں آپ کی مدد و پشتیبانی کروں گا۔ اس پر رسول خدا نے فرمایا۔

انا ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا

یہ ۔ علی ۔۔ تمہارے درمیان میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

اس مجلس میں رسول خدا نے جو تقریر کی اس سے مسئلہ امامت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل (نبوت) کو (امامت) سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

عزیز و اقارب کو ہی کیوں پہلے دعوت حق دی گئی؟

مندرجہ بالا سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ دعوت عمومی سے قبل عقل و دانش کی رو سے عزیز و اقارب کو ہی دعوت دی جانی چاہئے کیونکہ امر واقعی یہ ہے کہ رسول خدا کا یہ اقدام انتہائی حساس مرحلے اور خطرناک حالات میں دعوت حق کی بنیادوں کو استوار کرنے کا بہترین ذریعہ تھا۔ کیونکہ ۔

۱۔ عزیز و اقارب کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے ہی پیغمبر اکرم دشمنان اسلام کے خلاف طاقتور دفاعی محاذ قائم کر سکتے تھے۔ اس کا کم از کم اتنا فائدہ تو تھا ہی کہ اگر ان کے دل آپ کے دین کی طرف متوجہ نہ بھی ہوئے تو بھی وہ رشتہ داری اور قرابت کی بنا پر آنحضرت کے تحفظ و دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

۲۔ رسول اللہ نے انسانی کوتاہیوں اور اپنی ذات میں تنظیمی قوت کا خوب اندازہ لگایا اور یہ جان لیا تھا کہ وہ کون سی طاقتیں ہیں جو آپ کی مخالفت کریں گی اور آپ سے برسرپیکار ہوں گی۔

ج۔ عام دعوتِ حق

رسول خدا نے اس آیت فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین انّا کفیناک

جس چیز کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اسے کھلم کھلا بیان کرو اور مشرکین کی پروا نہ کرو تمہارا مذاق اڑانے والوں کے لئے ہم کافی ہیں۔

آپ کو اس کام پر مقرر کیا گیا کہ سب کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اس جم غفیر کے سامنے جو اس وقت وہاں موجود تھا آپ نے اس تمہید کے ساتھ تقریر شروع کی کہ۔

اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہاری گھات میں دشمن بیٹھا ہوا ہے اور تمہارے لئے اس کا وجود سخت خطرے کا باعث ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے؟

سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہاں۔ ہم آپ کی بات کا یقین کریں گے کیونکہ ہم نے آپ کی زبان سے اب تک کوئی جھوٹی بات نہیں سنی ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید"

(اب جب کہ تم نے میری راست گوئی کی تصدیق کردی ہے تو میں تمہیں بہت ہی سخت عذاب سے آگاہ و خبردار کر رہا ہوں)

رسول خدا کی یہ بات سن کر ابولہب بول اٹھا اور کہنے لگا۔

وائے تیرے حال پر کیا تو نے یہی بات کہنے کے لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟

خداوند تعالیٰ نے اس گستاخ کی تنبیہ اور اس کے چہرے سے کینہ توزی کی نقاب کو دور کرنے کے لئے سورۂ ابولہب نازل فرمایا۔

تبت یدا ابی لھب و تب ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب سیصلیٰ نارا ذات لھب و امراتہ حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ کمایا ہوا عنقریب اسے آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی لکڑی ڈھونے والی کو جس کے گلے میں بندھی ہوئی رسی ہے۔

قریش کا رد عمل

پیغمبر اکرم کی نبوت کی خبر جیسے ہی مکہ کی فضا میں گونجی ویسے ہی قریش کے اعتراضات شروع ہو گئے۔ چنانچہ جب انھیں یہ محسوس ہوا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور ان کے خس و خاشاک جیسے دینی عقائد اور مادی مفاد کے لئے خطرہ ہے تو انہوں نے آپ کے پیش کردہ آسمانی دین و آئین کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی ہم یہاں ان کی بعض وحشیانہ حرکات کا ذکر کر رہے ہیں۔

الف۔ مذاکرہ۔ مشرکین قریش کی شروع میں تو یہی کوشش رہی کہ وہ حضرت ابوطالب اور بنی ہاشم کے مقابلہ میں نہ آئیں بلکہ انہیں مجبور کریں کہ وہ پیغمبر اکرم کی حمایت و پشت پناہی سے دست بردار ہو جائیں تا کہ وہ آسانی سے رسول اکرم کے مشن کو ناکام بنا سکیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ حضرت ابوطالب کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں کہ ان کے بھتیجے کی تحریک نہ صرف ان (مشرکین قریش) کے لئے ضرر رساں ہے بلکہ قوم و برادری میں انہیں جو عزت و حیثیت حاصل ہے اس کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

مشرکین قریش نے عمار بن ولید بن مغیرہ ایسے خوبرو تنومند اور وجیہ و جمیل جوان شاعر کو حضرت ابوطالب کی فرزندی میں دینے کی کوشش کی تا کہ پیغمبر اکرم کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں اور آپ کو ان کے حوالے کر دیں

حضرت ابوطالب نے ان کی ہر بات کا نفی میں جواب دیا اور اس کام کے لئے کسی بھی شرط پر آمادہ نہ ہوئے کہ رسول خدا کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

ب۔ لالچ

سرداران قریش کو جب پہلے ہی مرحلے میں شکست و ناکامی ہوئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ چراغ نبوت کو خاموش کرنے کے لئے داعی حق کو مال و دولت کا لالچ دیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت پہلے وہ حضرت ابوطالب کے پاس پہونچے اور یہ شکوہ و شکایت کرتے ہوئے کہ ان کے بھتیجے (حضرت محمد) نے ان کے دیوتاؤں کے خلاف جو رویہ اختیار کیا ہے وہ بہت ہی نازیبا ہے۔ لہذا اگر حضرت محمد ہمارے دیوتاؤں سے دستکش ہوجائیں تو ہم انہیں دولت سے مالا مال کردیں گے۔ ان کی اس پیشکش کے بارے میں رسول خدا نے جواب دیا۔

خداوند تعالے نے مجھے دنیا اور زر اندوزی کے لئے انتخاب نہیں فرمایا ہے بلکہ مجھے اس لئے منتخب کیا ہے کہ لوگوں کو اس کی جانب آنے کی دعوت دوں اور اس مقصد کی طرف ان کی رہبری کروں

یہ بات آپ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

چچا جان۔ خدا کی قسم اگر وہ سورج کو میرے داہنے ہاتھ اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تو بھی میں نبوت سے دست بردار ہونے والا نہیں۔ اس خدائی تحریک کو فروغ دینے کے لئے میں جان کی بازی تو لگا سکتا ہوں مگر اس سے دستکش ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں (۳)

سرداران قریش نے اگلے مرحلے پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ براہ راست پیغمبر اکرم سے گفتگو کریں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت انہوں نے اپنا نمائندہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور آپ کو اپنے مجمع میں آنے کی دعوت دی۔ جب رسول خدا ان لوگوں میں پہونچ گئے تو کفار قریش نے آپ کے رویے کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کو مال و دولت کی تمنا ہے تو ہم اتنا مال و متاع دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ دولتمندوں میں سب سے زیادہ مالدار ہوجائیں۔ اگر آپ کو جاہ و امارت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا امیر و سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اور ایسے مطیع فرمانبردار بن کر

رہیں گے کہ آپ کی اجازت کے بغیر معمولی سا بھی کام نہ کریں گے اور اگر آپ کے دل میں حکومت اور سلطنت کی آرزو ہے تو ہم آپ کو اپنا حکمراں و فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہیں.

یہ سنکر رسول خدا نے فرمایا۔

میں مال و دولت جمع کرنے، تمہارا سردار بننے اور تخت سلطنت پر پہونچنے کے لئے منتخب نہیں کیا گیا ہوں. خداوند تعالیٰ نے مجھے پیغمبر کی حیثیت سے تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے. مجھے تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور عذاب دوزخ سے ڈرانے کے لئے مقرر کیا ہے جس پیغام کو پہونچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اسے میں نے تم تک پہونچادیا ہے.۱ گر تم میری بات مانو گے تو تمہیں دنیاو آخرت کی خوشیاں نصیب ہوں گی. اور اگر تم میری بات کو قبول کرنے سے انکار کروگے تو میں اس راہ میں اس وقت تک استقامت و پائداری سے کام لوں گا کہ خداوند تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے

ج۔ تہمت وافتراپردازی

پیغمبر اکرم کے فرشتوں جیسے چہرہ مبارک کو داغدار کرنے کے لئے قریش نے جو پست طریقے اختیار کئے ان میں سے ایک احمقانہ حربہ آپ پر تہمتیں لگانا بھی تھا چنانچہ آپ کو دروغگو یا جنونی ہونے سے زیادہ ساحر و جادوگر سمجھنے لگے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اس شخص کے پاس کوئی ایسا جادو ہے جس کے ذریعے یہ شخص باپ بیٹوں، بیوی و شوہر دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان جدائی پیدا کردیتا ہے

قرآن مجید نے ایسی تہمتوں کے بارے میں کئی جگہ اشارہ کیا ہے اور پیغمبر اکرم کی متبرک و مقدس ذات کو اس قسم کے اتہامات والزامات سے منزہ و مبرہ قرار دیا ہے(۲)

ایک آیت میں پیغمبر اکرم کی یہ کہہ کر دلجوئی کی ہے کہ یہ پست شیوہ ان ہی کفار کی خصوصیت نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی دشمنان انبیاء اسی قسم کے حربے استعمال کر چکے ہیں.

كذلك ما اتى الذين من قبلهم من رسول الا قالوا ساحرا
ومجنونا اتوصوا به بل هم قوم طاغون ذاریات

یوں ہی ہوتا رہا ہے ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون، کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کرلیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

د۔ شکنجہ و ایذاء رسانی

آپ کی طرف اتہامات و ناشائستہ حرکات کی نسبت دینے کے ساتھ ہی انہوں نے آپ کو ایذاء و آزار رسانی بھی شروع کر دی۔ اور انہوں نے ایذاء و آزار رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ قریش کا یہ غیر انسانی طرز عمل نہ صرف پیغمبر اکرم کے ساتھ تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھتے تھے۔

پیغمبر اکرم کو ابولہب اس کی بیوی ام جمیل، حکم ابن ابی العاص، عقبہ ابن ابی معیط اور ان کے ساتھیوں نے دوسروں کے مقابلے بہت زیادہ ایذاء و تکلیف پہونچائی۔

ایک مرتبہ رسول خدا تبلیغ اسلام کے لئے بازار (عکاظ) کی جانب تشریف لے جا رہے تھے کہ ابولہب بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا اور چلا چلا کر کہنے لگا۔ لوگو، میرا یہ بھتیجا جھوٹا ہے اس سے بچکر رہنا

قریش آوارہ لڑکوں اور اپنے اوباش غلاموں کو پیغمبر اکرم کے راستے پر بٹھا دیتے اور جب آنحضرت اس راستے سے گزرتے تو سب آپ کے پیچھے لگ جاتے آپ کا مذاق اڑاتے۔ جس وقت آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ پر اونٹ کی اوجھڑی میں سے فضلہ انڈیل دیتے

رسول اکرم نے دشمن کے ہاتھوں ایسی سختیاں برداشت کیں کہ ایک مرتبہ زبان مبارک پر آہی گیا۔

ما اوذی احد مثل ما اوذیت فی الله

راہ خدا میں کسی بھی پیغمبر کو اتنی اذیتیں نہیں دی گئی ہیں جتنی مجھے دی گئی ہیں۔

صحابہ رسول کے بارے میں بھی انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر نو قبیلہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچلنے کے لئے انہیں ہر طرح کی ایذاء و تکلیف پہونچائیں تا کہ وہ مجبور ہو کر اپنے نئے دین و آئین سے دستکش ہو جائیں۔

یاسر، ان کی اہلیہ "سمیہ" اور فرزند "عمار" جناب ابن ارت، عامر ابن فہیدہ اور "بلال حبشی" نے دیگر مسلمین کے مقابل زیادہ مصائب و تکالیف برداشت کیں

"سُمَیَّہ" پہلی مسلم خاتون تھیں جو فرعون قریش ابو جہل کی طاقت فرسا ایذاء رسانی و شکنجہ کے باعث اس کے نیزے کی نوک سے زخمی ہو کر شہید ہو گئیں۔ ان کے شوہر یاسر دوسرے شہید تھے جو راہ اسلام میں شہید ہوئے (عمار) نے گر تقیہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی قتل کر دیئے جاتے

امیہ ابن خلف اپنے غلام حضرت بلال کو بھوکا پیاسا مکہ کی دوپہر میں تپتے ہوئے ریت پر لٹا دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا تھا کہ یا تو لات و عزیٰ کی پوجا کر، ورنہ تو اسی حالت میں مر جائے گا۔ مگر بلال سخت تکالیف میں بھی یہی جواب دیتے احد احد

اس کے علاوہ بھی دیگر مسلمانوں کو قید و بند میں رکھ کر سخت زدو کوب کر کے، بھوک پیاس سے تڑپا کر اور گلے میں رسی باندھ کر جانوروں کی طرح کوچہ و بازار میں گھسیٹتے اور ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہونچاتے تھے۔

قریش کی سازشیں

حبشہ کی طرف ہجرت

پیغمبر اکرم کے پاس پہونچنے سے لوگوں کو روکنا

گرد و نواح سے وہ لوگ جن کے دلوں میں دین اسلام کی محبت پیدا ہو گئی تھی پیغمبر اکرم سے ملاقات کرنے کی خاطر مکہ آتے مگر مشرکین انہیں پیغمبر اکرم تک پہونچنے سے منع کرتے تاکہ دین اسلام کے اثر و نفوذ کو روک سکیں۔ وہ ہر حیلے اور بہانے سے انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ دین اسلام قبول نہ کریں اور رسول خدا سے الگ رہیں۔ یہاں بطور مثال ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

اعشی زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر تھے۔ انہیں اجمالی طور پر رسول خدا پر نزول وحی اور آپ کے اسلامی تعلیمات کا علم ہوگیا تو انہوں نے آنحضرت کی شان میں قصیدہ کہا اور اسے لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرسکیں۔ جس وقت وہ مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکین ان سے ملنے آئے اور ان کے مکہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ جب انہیں اعشی کے قصد و ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی فطری شیطنت و جبلی حیلہ گری کے ذریعے انہیں رسولؐ کے ساتھ ملاقات کرنے سے روکا۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تو واپس اپنے شہر چلے جائیں اور آئندہ سال پیغمبر اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کریں گے مگر موت نے انہیں اس سعادت کی مہلت نہ دی اور سال ختم ہونے سے پہلے انتقال کر گئے

قرآن سے مقابلہ

دشمنان اسلام کو جب یہ علم ہوا کہ آسمانی دین و آئین کی تبلیغ میں پیغمبر اکرم کی کامیابی کا اہم ترین عامل آیات الٰہی کی وہ معنوی کشش ہے جو لوگوں کے قلوب پر اثر کرتی ہے اور انہیں اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔ تو انہیں یہ طفلانہ تدبیر سوجھی کہ لوگوں کو قرآن کی جانب متوجہ ہونے سے روکیں اور اس کتاب مقدس کی مقبولیت اور دلچسپی کو ختم کردیں۔

نصر بن حارث کا شمار ان دشمنان اسلام میں ہوتا ہے جو رسول خدا کو بہت زیادہ ایذا و آزار پہونچایا کرتے تھے۔ جب اس نے حیرہ کا سفر کیا تو اس نے وہاں رستم و اسفندیار کی داستانیں سن لی تھیں۔ چنانچہ قریش نے اسے اس کام پر مقرر و معین کہ جب مسجد الحرام میں رسول اکرم کا تبلیغی پروگرام ختم ہوجایا کرے تو وہ آنحضرت کی جگہ جا بیٹھے اور لوگوں کو رستم اور اسفندیار کی داستانیں سنائے شاید اس طریقے سے رسول اکرم کے مرتبے کو کم کیا جاسکے اور آپ کے پند و وعظ نیز آیات الٰہی کو بے قدر و قیمت بنایا جاسکے۔ وہ بڑی ہی گستاخی اور دیدہ دلیری سے کہتا۔ لوگو تم میری طرف آؤ میں تمہیں محمد سے کہیں بہتر قصے اور کہانیاں سناؤں گا۔

اس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ گستاخی اور بے باکی میں اس سے کہیں آگے بڑھ گیا اور اپنے خدا ہونے کا دعوا کردیا وہ لوگوں سے کہتا۔ کہ میں بھی جلد ہی وہ چیز اتاروں گا جو محمد کا خدا اس پر نازل کیا کرتا ہے(۱)

اس سلسلے میں قرآن مجید میں چند آیات موجود ہیں بطور نمونہ ہم ایک کا ذکر کررہے ہیں۔
"وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملیٰ علیه بکرة واصیلا ○ قل انزله الذی یعلم السر فی السموات والارض انه کان غفورا رحیما ○

کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں جنہیں لکھوالیا ہے جنہیں صبح و شام ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کا راز جانتا ہے اور بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ قرآن مجید کے خلاف مشرکین نے دوسرا محاذ یہ تیار کیا کہ انہوں نے اپنے پیرو کاروں کو یہ حکم دیا کہ جس وقت رسول خدا قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو اسے نہ صرف سنا

ہی نہ جائے بلکہ یسا شور وغل بپا کیا جائے کہ دوسرے لوگ بھی اسے سننے سے باز رہیں چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کاارشاد ہے۔

وقال الذین کفروالا تسمعوالھذاالقرآن والغوافیہ لعلکم تغلبونO

اور کافر ایک دوسرے سے یہ کہتے ہیں کہ۔ اس قرآن پر کان نہ لگاؤ۔ اور جب پڑھا جائے تو شور وغل بپا کیا کرو شاید تم کامیاب ہوجاؤ۔

اگرچہ رسول خدااور بنی ہاشم میں چند حضرات حضرت ابوطالب کی زیر حمایت کچھ حد تک دشمنوں کی گزند سے بالخصوص جسمانی آزار و ایذا سے محفوظ تھے مگر بے پناہ اور بے یار و مدد گار مسلمان ایذارسانی اور شکنجہ کشی کی انتہائی سخت تکالیف و مشکلات سے گزر رہے تھے۔

رسول اکرم کے لئے یہ بات سخت شاق و ناگوار تھی کہ آپ کے اصحاب و ہمنواایسی سخت مشقت میں مبتلا رہیں اور ہرطرح کے مصائب و آلام سے گزرتے رہیں۔ دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر یہی کیفیت برقرار رہی تو ہوسکتا ہے کہ نومسلم اپنے عقیدے میں سست ہوجائیں اس کے علاوہ یہی حالت دوسرے لوگوں کو اسلام کی جانب مائل ہونے سے روک بھی سکتی تھی۔ چنانچہ ان حالات کے پیش نظر یہ لازم سمجھا گیا کہ اس دیوار کو بھی گرادیا جائے تاکہ قریش یہ جان لیں کہ قوت اسلام ان کی حد تصور اور تسلط واقتدار سے کہیں زیادہ بالاوبرتر ہے۔

اس گھٹن اور دباؤ سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ وہ ترک وطن کرکے حبشہ چلے جائیں۔ اس ملک کے انتخاب کئے جانے کی چند وجوہ تھیں۔

مہاجرین کا وہ پہلا گروہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا عثمان ابن مظعون کی زیر سرپرستی ماہ رجب میں بعثت کے پانچویں سال اس عیسائی ملک کی جانب روانہ ہوااور دوماہ بعد واپس مکہ آگیا۔

دوسرے گروہ میں تراسی مرد، اٹھارہ عورتیں اور چند بچے شامل تھے یہ گروہ حضرت جعفر ابن ابی طالب کی زیر سرپرستی ہجرت کرکے حبشہ چلا گیا۔ جس کا وہاں کے فرماں روا نجاشی نے بہت پرتپاک طریقے سے استقبال کیا۔

قریش کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے عمر بن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حبشہ روانہ کیا۔ ان کے ہاتھ نجاشی بادشاہ اور اس کے امراء کے لئے بہت سے عمدہ تحفے بھی بھیجے اور اس سے یہ درخواست کی کہ پناہ گزیں مسلمانوں کو واپس کردیا جائے۔

قریش کے نمائندوں نے نجاشی بادشاہ اور اس کے امراء کو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور بہت چاہا کہ مہاجرین مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے مگر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی اور وہ نجاشی بادشاہ کو ہم خیال نہ بنا سکے۔

نجاشی بادشاہ نے جب مہاجرین کے نمائندے حضرت جعفر ابن ابی طالب کی دلچسپ اور منطقی باتیں سنیں اور حضرت جعفر نے جب اس کے سامنے آیات کلام اللہ کی قرائت کی تو وہ انہیں سن کر مسلمانوں پر فریفتہ اور ان کے عقائد کا والہ و شیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے سرکاری طور پر مسلمانوں کی کھلم کھلا حمایت کا اعلان کردیا۔ اور قریش کے نمائندوں کو حکم دیا کہ اس کے ملک سے باہر نکل جائیں۔

ملک حبشہ میں مہاجرین انتہائی آرام اور سہولت کی زندگی بسر کرتے رہے چنانچہ جب رسول خدا ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو وہ بھی آہستہ آہستہ وہاں واپس آ گر آنحضرت سے مل گئے

اس ہجرت کے فوائد اور برکتیں

ترک وطن کر کے حبشہ کی جانب روانہ ہونے اور اس ملک میں کافی عرصے تک قیام کرنے کے باعث مسلمانوں کو بہت سے فائدے ہوئے اور وہاں انہیں بہت سی برکات حاصل ہوئیں جن میں سے چند کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے۔

۱۔۔ جو مسلمان ترک وطن کر کے حبشہ چلے گئے تھے انہیں قریش کے مظالم سے نجات مل گئی۔ اور مشرکین مکہ کی شکنجہ کشی و ایذارسانی سے محفوظ ہو گئے۔

۲۔۔ اسلام کا پیغام اور اعلان رسالت اہل حبشہ بالخصوص حبشہ کے بادشاہ اور اس کے درباریوں تک پہونچ

گیا۔

۳۔۔قریش کی رسوائی ہوئی اور ان کے وہ نمائندے جو نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تھے ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے نکلے۔

۴۔۔حبشہ کے لوگوں کے درمیان دین اسلام کی تبلیغ و توسیع کا میدان ہموار ہو گیا۔ عیسائیوں کے ساتھ مسلم مہاجرین کی اسلامی راہ و روش، شرافت مندانہ طرز زندگی اور اسلامی احکام کی سخت پابندی اس امر کا باعث ہوئی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حبشہ کے لوگ دین اسلام کے شیدائی ہونے لگے چنانچہ آج اتھوپیا (حبشہ سابق) آری ٹریا، اور صومالیہ میں جو کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ مسلمانوں کی ہجرت کا ہی فیض ہے۔

اقتصادی ناکہ بندی

صرف قبائل اور اندرونی حجاز ہی میں نہیں بلکہ اس کے حدود کے باہر بھی اسلام کی مقبولیت نیز ملک حبشہ میں مہاجرین کی کامیاب پناہ گزینی نے قریش کے سرداروں کو مجبور کیا کہ تحریک اسلام کو روکنے کے لئے کوئی قدم اٹھائیں۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے معاہدے پر دستخط کرائے جائیں جس کی روح سے "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" کے ساتھ مکمل تعلقات قطع ہوجائیں اور ان کے ساتھ کاو بار بند کر دیا جائے اور کوئی شخص بھی ان کے ساتھ کسی طرح کا سروکار نہ رکھے

قریش نے جو تحریری معاہدہ تیار کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ یا تو حضرت ابوطالب مجبور ہو کر رسول کی حمایت و سرپرستی سے دست بردار ہوجائیں (نیز آپ کو قریش حوالے کر دیں) یا رسول خدا لوگوں کو دعوت حق دینا ترک کر دیں اور قریش کے تمام شرائط کو مان لیں۔ یہاں تک کہ آپ کے حامی و طرفدار گوشہ نشینی و روپوشی کی حالت میں بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

قریش نے اس معاہدے کا نام (صحیفہ) رکھا جس پر چالیس سربر آوردہ اشخاص نے دستخط

کئے اور اسے کعبے کی دیوار پر نصب کر دیا گیا تاکید کی گئی تھی کہ تمام لوگ اس کے اندراجات پر حرف بحرف عمل پیرا ہوں۔

حضرت ابوطالب کو جب "معاہدہ صحیفہ" کا علم ہوا تو انہوں نے رسول خدا کی شان رسالت کی تائید میں چند اشعار کہے جن میں انہوں نے تاکید کے ساتھ پیغمبر خدا کی حمایت و پشتیبانی کا از سر نو اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مکہ کو خیرباد کہہ کر شہر کے باہر اس درے میں جا بسیں جو شہر کے باہر واقع ہے۔ یہی درہ بعد میں "شعب ابوطالب" کے نام سے مشہور ہوا

"ابولہب" کے علاوہ "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" کے سب ہی افراد بعثت کے ساتویں سال رات کے وقت "شعب ابوطالب" میں داخل ہوئے جہاں انہوں نے چھوٹے چھوٹے گھر اور سائباں بنائے وہ حرمت کے مہینوں رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، اور محرم کے علاوہ تمام سال اس درّے میں محصور رہتے تھے۔

شعب ابوطالب میں مسلمانوں پر ایسے سخت دن گزر گئے کہ کبھی کبھی تو انہیں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے درخت کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑتا تھا ۔

ان مہینوں کے درمیان جو حرمت کے مہینوں کے نام سے مشہور ہیں اگرچہ قریش ان سے کوئی باز پرس نہ کرتے البتہ دوسرے طریقوں سے انہیں پریشان کیا جاتا۔ انہوں نے مسلمانوں کی قوت خرید کو تباہ کرنے کے لئے چور بازاری کا دھندا شروع کر دیا۔ اور کبھی کبھی تو وہ دوکانداروں کو یہ تنبیہ کرتے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔

امیر المومنین حضرت علی (ع) ان چار مہینوں سے الگ جو کہ حرمت کے مہینے کہلاتے ہیں کبھی کبھی چھپ کر مکہ جاتے اور وہاں سے کھانے کا سامان جمع کر کے شعب ابوطالب میں لاتے تھے

حضرت ابوطالب کو رسول خدا کی ہر وقت فکر دامنگیر رہتی تھی کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں ان کے بھتیجے کی جان پر نہ بن جائے۔ چنانچہ وہ شعب ابوطالب کے بلند مقامات پر پہرہ دار مقرر

کرنے کے علاوہ پیغمبر کو اپنے بستر پر سلاتے۔ اور جب سب سوجاتے تو وہ اپنے فرزند حضرت علی (ع) کو رسول خدا کے بستر پر سونے کے لئے کہتے اور رسول خدا کو یہ ہدایت کرتے کہ آپ کہیں اور سو رہیں (۳)

محاصرے کا خاتمہ

تین سال تک سخت رنج و تکلیف برداشت کرنے کے بعد بالآخر امداد غیبی مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور جبرئیل امین نے پیغمبر اکرم کو یہ خوشخبری دی کہ خداوند تعالیٰ نے دیمک کو اس عہد نامے پر مسلط کر دیا ہے۔ اور اس نے پوری تحریر کو چاٹ لیا ہے اب صرف اس پر "باسمک اللھم" باقی بچا ہے۔

رسول خدا نے اس واقعے کی اطلاع اپنے چچا کو دی۔ یہ سنکر حضرت ابوطالب قریش کے مجمعِ عام میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو صحیفہ تم لوگوں نے لکھا تھا اسے پیش کیا جائے۔ اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ --

"اگر بات وہی ہے جو میرے بھتیجے نے مجھ سے کہی ہے تو تم اپنے جور وستم سے باز آجاؤ اور اگر اس کا کہنا غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا تو میں خود اسے تمہارے حوالے کروں گا"

قریش کو حضرت ابوطالب کی تجویز پسند آئی۔ چنانچہ جب انہوں نے اس صحیفے کی مہر کو توڑا تو آپ کی بات صحیح ثابت ہوئی۔

قریش کے صاحب فہم و فراست اور عدل و انصاف کو دوست رکھنے والے افراد نے جب یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے قریش کی اس پست و کمینہ حرکت کی سخت مذمت کی جو انہوں نے پیغمبر اکرم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ اختیار کر رکھی تھی۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ عہد نامہ "صحیفہ" کو باطل قرار دیا جائے اور محاصرہ ختم کیا جائے (۱)

چنانچہ اس طرح رسول خدا اور اصحاب تین سال تک استقامت و پائیداری کے ساتھ سخت

مصائب برداشت کرنے کے بعد ماہ رجب(۲) کے وسط میں بعثت کے دسویں سال سرخرو و کامیاب واپس مکہ آ گئے.

رسول اکرم کے پاس عیسائیوں کے ایک وفد کی آمد

جو مسلمان ہجرت کرکے "حبشہ" چلے گئے تھے ان کے وہاں رہنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جب "حبشہ" یا "نجران" کے عیسائیوں کو رسول اکرم کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنا وفد مکہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ رسول خدا سے براہ راست گفتگو کرسکیں. یہ پہلا وفد تھا جو مکہ کے باہر سے آیا اور رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا.

نصاریٰ کا یہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا. رسول خدا سے "مسجدالحرام" میں زیارت و ملاقات سے مشرف ہوا. اور اسی جگہ باہمی گفتگو کا آغاز ہوا. جب مذاکرات کا سلسلہ ختم ہوا تو رسول خدا نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کرکے انہیں سنائی اور دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی.

عیسائیوں نے جب آیات قرآنی سنی تو ان کی آنکھیں اشکوں سی لبریز ہو گئیں. اور دین اسلام قبول کرنے کا انہوں نے شرف حاصل کرلیا. جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا حضرت محمد کے جو اوصاف ان کتابوں میں بیان کئے گئے تھے وہ انھیں آپ کی ذات مبارک میں نظر آ گئے تھے.

نمائندگان کا وفد جب رسول خدا کی ملاقات سے مشرف ہو کر واپس جانے لگا تو ابوجہل اور قریش کے گروہ نے ان کا راستہ روک لیا. اور کہا کہ تم کیسے نادان ہو تمہاری قوم نے تو تمہیں اس مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ وہاں جاکر اصل واقعے کی تحقیق کرو اور اس کا جائزہ لو لیکن تم نے بے خوف و خطر اپنے دین و آئین کو ترک کردیا اور محمد کی دعوت کو قبول کرلیا.

نصاریٰ کے نمائندگان نے کہا-- کہ ہم تمھارے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے نہیں آئے تھے. ہمیں ہمارے آئین مسلک پر رہنے دو(۱)

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت

جناب رسول خدا اور انکو شعب ابوطالب سے نجات ملی تو اس بات کی امید تھی کہ مصائب و آلام کے بعد ان کے حالات ساز گار ہو جائیں گے اور خوشی کے دن آئیں گے. مگر ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دو ایسے تلخ اور جانکاہ صدمات سے دوچار ہوئے جن کے باعث رسول خدا اور اصحاب رسول پر گویا غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس رنج و اندوہ کا سبب حضرت ابوطالب کی رحلت تھی۔ اور اس کے تین دن یا ایک ماہ بعد آپ کی ایثار پسند شریک حیات بھی اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں (

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کو "حجون" نامی قریش کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ الصحیح من السیرۃ النبی۔ ج ۲ ص ۱۲۸

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت نے رسول خدا کو بہت متاثر اور غمگین کیا چنانچہ آپ نے اس غم و الم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔۔ کہ ان چند دنوں میں اس امت پر دو ایسی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے (یعقوبی،

رسول خدا اپنے واجب الاحترام چچا اور وفا شعار شریک حیات کی رحلت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ بہت کم گھر سے باہر تشریف لاتے، چونکہ یہ دونوں عظیم حادثات بعثت کے دسویں سال مین واقع ہوئے تھے۔ لہذا ان کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم واندوہ کا سال کہا جانے لگا۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۴۷

حضرت ابوطالب کی مظلومیت

حضرت ابوطالب کو چونکہ اپنے بھتیجے کے اوصاف حمیدہ کا علم تھا اور اس امر سے بھی واقف تھے کہ آپ کو رسالت تفویض کی گئی ہے اس لئے وہ نہایت خاموشی سے آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ وہ رسول خدا کی بیالیس سال سے زیادہ عرصے تک حفاظت و نگرانی کرتے رہے یعنی اس وقت

سے جب کہ رسول خدا کا سن مبارک آٹھ سال تھا۔اوراس وقت تک جب آپ پچاس سال کے ہو گئے تھے۔اور چونکہ حفاظت و حمایت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے لہذا آپ کے پروانہ وار والہ و شیفتہ تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا کے آسمانی آئین کی ترویج کی خاطر کبھی جان و مال سے دریغ نہیں کیا۔یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں اس وقت انتقال کیا جبکہ آپ کا قلب خدااور رسول پر ایمان سے منور تھا۔

جیسے ہی حضرت ابوطالب نے رحلت فرمائی دشمنوں کے آستینوں میں پوشیدہ ہاتھ بھی باہر نکل آئے اور وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ صدر اسلام کے اس مرد مجاہد و سخت کوش انسان کی موت بحالت کفر واقع ہوئی ہے تاکہ لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ رسول کی حفاظت و حمایت ان کا قومی جذبہ تھا۔جس نے انہیں اس ایثار و قربانی پر مجبور کیا تھا۔

حضرت ابوطالب کے ایمان لانے پر شک و شبہ پیدا کرنے میں جو محرک کار فرما تھا اس کی مذہبی عقیدے سے زیادہ سیاسی اہمیت تھی بنی امیہ کی سیاسی حکمت عملی کی اساس چونکہ خاندان رسالت کے ساتھ دشمنی و کینہ توزی پر قائم تھی اس لئے انہوں نے بعض جعلی روایات پیغمبر اکرم سے منسوب کرکے حضرت ابوطالب کو کافر مشہور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ابوطالب کو کافر ثابت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے فرزند عزیز حضرت علی (ع) کو عظمت و فضیلت کے اعتبار سے دوسروں پر فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے اگر حضرت ابوطالب حضرت علی (ع) کے والد بزرگوار نہ ہوتے تو وہ ہرگز اس بات کا اتنا زیادہ چرچا نہ کرتے اور نہ ہی اس قدر نمایاں طور پر اتنا جوش و خروش دیکھاتے۔

کوئی بھی ایسا انصاف پسند شخص جسے تاریخ اسلام کے بارے میں معمولی سی بھی واقفیت ہوگی اور پیغمبر اکرم کے اس عظیم حامی اور مددگار کی جد و جہد سے لبریز زندگی کے بارے میں علم رکھتا ہو گا وہ اپنے دل میں حضرت ابوطالب کے بارے میں ذرا بھی شک و شبہ کو راہ نہ دے گا۔اس کی دو وجہ ہیں

اول - یہ کہ اگر کوئی شخص قومی تعصب کی بنا پر کسی دوسرے شخص یا قبیلے کی حمایت و پشتیبانی کرے تو یہ ممکن ہے کہ اسے ذرا سی دیر میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لیکن یہ اس امر کا باعث نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص چالیس سال تک نہ صرف حمایت و پشت پناہی کرے بلکہ اس شخص کا پروانہ وار شیفتہ بھی ہو۔

دوسرے - یہ کہ حضرت ابوطالب کے اقوال و اشعار اخبار پیغمبر اور امامت آئمہ معصومین (ع) اس وہم و گمان کی تردید کرتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا کی حمایت کا اصل محرک انکا وہ راسخ عقیدہ اور محکم ایمان تھا جو انہیں رسول کی ذات بابرکات پر تھا۔

چنانچہ امام زین العابدین (ع) کی مجلس میں حضرت ابوطالب کا ذکر آگیا تو آپ (ع) نے فرمایا کہ --

مجھے حیرت ہے کہ لوگوں کو حضرت ابوطالب کے ایمان میں شک و تردد ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی عورت جس نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرلیا وہ اپنے کافر شوہر کے عقد میں نہیں رہ سکتی ہے۔ جبکہ حضرت فاطمہ بنت اسد ان اولین خواتین میں سے تھیں جو دین اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں چنانچہ جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے وہ ان سے جدا نہ ہوئے

حضرت امام باقر (ع) سے حضرت ابوطالب کے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ (ع) نے فرمایا --

اگر حضرت ابوطالب کے ایمان کو ترازو کے ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے پلے میں دیگر لوگوں کے ایمان کو رکھکر تولا جائے تو یقیناً حضرت ابوطالب کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا کیا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ امیرالمومنین حضرت علی (ع) نے بعض لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابوطالب کی جانب سے فریضہ حج ادا کریں (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۴ ص ۶۸)

حضرت امام صادق (ع) نے رسول خدا کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت ابوطالب کا ایمان اصحاب کہف کے ایمان کی طرح تھا اگرچہ وہ لوگ دل سے ایمان لے آئے تھے مگر

زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے ان کے اس عمل کا خداوند تعالیٰ انہیں دو گنا اجر دے گا۔

حضرت ابوطالب نے دین اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لئے جو خدمات انجام دیں این کے بارے میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ۔۔

کسی شخص نے حضرت ابوطالب کے ایمان سے متعلق کتاب لکھی اور مجھ سے کہا کہ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اور اس پر اپنے ہاتھ سے کچھ لکھوں۔

میں نے کچھ اشعار اس کتاب کی پشت پر لکھ دئے جن کا مضمون یہ تھا۔

لولا ابوطالب و ابنه لما مثل الذین شخصا فقاما فذاک بمکة

آوی و حامی و ہذا بیثرب جس الحماما (۲۴) ابن ابی الحدید ص ۸۳ و ۸۴

اگر ابوطالب اور ان کے فرزند علی (ع) نہ ہوتے دین اسلام ہر گز قائم نہیں ہوسکتا تھا باپ نے مکے میں پیغمبر کی حمایت کی اور بیٹا یثرب میں موت کی حد تک آگے بڑھ گیا۔

معراج

یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے واقفیت

معراج --

تاریخ اسلام کے اس دور میں (بعثت سے عہد ہجرت تک) جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ معراج بھی ہے۔ یہ کب پیش آیا اس کی صحیح و دقیق تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ یہ بعثت کے چھ ماہ بعد اور بعض کی رائے میں بعثت کے دوسرے، تیسرے، پانچویں، دسویں، گیارہویں یا بارہویں سال میں رونما ہوا (الصحیح من السیرۃ ج ا ص ۲۲۹--۲۷۰)

جب ہم رسول اکرم کی معراج کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ہمارے سامنے دو عنوان آتے ہیں۔ ان میں سے ایک اسراء ہے اور دوسرا معراج۔

اسراء یا رات کے وقت آنحضرت کا وہ سفر ہے جو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک ہوا تھا چنانچہ اس کے بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے۔

سبحن الذی أسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ
الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا

پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے

جملہ "سبحان الذی" اس حقیقت کو بیان کررہا ہے کہ یہ سفر خداوند تعالیٰ کی قدرت کے پر تو میں انجام پایا تھا۔

جملہ "اسری بعبدہ لیلا" سے یہ مطلب واضح ہے کہ اس سیر کی علت ذات خداوندی تھی۔ اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ رات کے وقت ہوئی۔ اس کے علاوہ لفظ "لیلا" سے بھی وہی

مفہوم سمجھ میں آتا ہے جو لفظ "اسری" سے سمجھ میں آتا ہے۔ کیوں کہ عربی میں یہ لفظ رات کے وقت سفر کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ "سفر" جسمانی تھا۔ اگر روحانی ہوتا تو اس کے لئے لفظ "بعبدہ" کے ذکر کی ضرورت پیش نہ آتی۔

مذکورہ آیت کی رو سے اس "سفر" کا آغاز "مسجدالحرام" سے ہوتا ہے اور اختتام "مسجدالاقصی" پر اور آخر میں اس سفر کا یہ مطلب بتایا گیا ہے کہ خداوند تعالی کو اپنی نشانیاں دکھانا مقصود تھیں۔

"معراج" اور ملکوت اعلی کی سیر کے بارے میں بہت سے محدثین اور مورخین کے نظریات کی بنیاد پر تحقیقات کی جاچکی ہیں اگرچہ سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ شب معراج شب اسراء ہی ہے (تاریخ پیغمبر، مولفہ مرحوم امینی ص ۱۰۹)

ہر چند مذکورہ بالا آیات سے پورے طور پر یہ مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ لیکن سورہ "النجم" کی آیت اور بہت سی ان روایات کی مدد سے جو معراج کے متعلق ہم تک پہونچی ہیں، یہ ثابت ہوجاتا ہے۔

چنانچہ علامہ مجلسی مرحوم متعلقہ آیات بیان کرنے کے بعد معراج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"رسول خدا کا بیت المقدس کی جانب عروج کرنا اور وہاں سے ایک ہی رات میں آسمانوں پر پہونچنا اور وہ بھی بدن مبارک کے ساتھ ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں ایسی آیات اور متواتر شیعہ سنی روایات ہم تک پہونچی ہیں جو اس واقعے کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرنا یا روحانی معراج کی تاویل پیش کرنا یا اس واقعے کا خواب میں رونما ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کہنے والے نے پیشوایان دین (ع) کی کتابوں کا کم تتبع کیا ہے۔ اور یا یہ بات اس کی ایمان کی کمزوری وضعف اعتقاد پر مبنی ہے (بحار ج ۱۸ ص ۲۸۹)

حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کا رد عمل۔۔

حضرت ابوطالب کی رحلت کے بعد قریش کی گستاخیاں بڑھ گئیں اور وہ بہت زیادہ

بےباک ہو گئے. پہلے سے کہیں زیادہ رسول خدا کو آزار و تکلیف پہونچانے لگے. دین اسلام کی تبلیغ کے لئے انھوں نے آپ پر سخت پابندیاں لگادیں. اور اس کا دائرہ بہت محدود کر دیا چنانچہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ آپ حج کے زمانے کے علاوہ اپنے دین و آئین کی تبلیغ نہیں کر سکتے تھے.

رسول خدا کا یہ فرمانا کہ "جب تک ابوطالب زندہ رہے قریش مجھے ایسی گزند نہیں پہونچا سکے جو میرے لئے سخت نا گوار ہوتی   السیرۃ النبویہ ج ۲ - ص ۵۸

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کی جانب سے ایذا رسانی اور شکنجہ کشی کی واردات میں اضافہ ہو گیا تھا. مگر ان سختیوں اور پابندیوں کے باوجود رسول خدا ان مہینوں میں جو ماہ حرام قرار دیئے گئے تھے موقع غنیمت سمجھتے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے. چنانچہ حج کے تین ماہ کے دوران "عکاظ" "مجنہ" اور ذوالمجاز" کے بازاروں کے علاوہ جہاں بھی لوگ جمع ہوتے رسول خدا ان کے پاس تشریف لے جاتے. وہاں سرداران قبائل نیز سربر آوردہ اشخاص سے ملاقات کرتے اور ہر ایک کو آسمانی آئین کی دعوت دیتے تھے.

ان ملاقاتوں کی وجہ سے ہر چند رسول خدا کی مخالفت کی جاتی اور ان کے بعد سرداران قبائل کا رد عمل ظاہر ہوتا. لیکن مخالفت اور رد عمل کے باوجود یہ ملاقاتیں نہایت ہی مفید اور ثمر بخش ثابت ہوئیں. کیونکہ کوئی بھی فرد یا قبیلہ ایسا نہ ہوتا جو مکہ میں داخل ہوتا اور اس تک کسی نہ کسی طرح رسول خدا کی دعوت کا پیغام نہ پہونچتا. چنانچہ فریضہء حج کے ادا کرنے کے بعد جب وہ لوگ واپس اپنے اپنے گھروں کو جاتے تو وہ اس دعوت و ملاقات کو دوران حج کے اہم واقعے یا خبر کی صورت میں دوسروں کے سامنے بیان کرتے.

قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ ان مشہور قبائل میں سے تھا جس کے افراد کو رسول خدا نے وحدت پرستی کی دعوت دی.

"بیحرہ "ابن فراس" کا شمار اس کے قبیلے کے سربر آوردہ اشخاص میں ہوتا تھا اسے رسول اکرم کی شہرت اور قدر و منزلت کے بارے میں کم و بیش علم تھا. اس نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا. "خدا

کی قسم اگر قریش سے میں اس نوجوان کو حاصل کر لوں تو اس کے ہاتھوں میں عرب کو نگل جاؤں گا (یعنی اسکے ذریعہ دنیوی مال و متاع حاصل کرونگا)

چنانچہ یہ سوچ کر وہ رسول خدا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور تمھارا خدا ہمیں تمہارے مخالفین پر کامیاب بھی کر دے تو کیا تمہاری قوم کی رہبری و سرداری ہمیں واگذار کر دی جائے گی؟ اس پر رسول خدا نے فرمایا۔۔"یہ خدا کا کام ہے وہ جسے اہل سمجھے گا اسے جانشین مقرر کرے گا

بیحرہ نے جب رسول اللہ سے یہ جواب سنا تو کہنے لگا کہ ہم تمہاری خاطر عربوں سے جنگ کریں اور جب کامیاب ہو جائیں تو قوم کی رہبری دوسروں کے ہاتھوں میں چلی جائے ایسی جنگ اور رہبری سے ہم باز آئے السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۶

رسول اکرم کی اس گفتگو کے اہم نکات

۱۔۔عام مشاہدہ ہے کہ اہل سیاست اقتدار حاصل کرنے سے قبل عوام وقوم سے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں. جنہیں وہ کبھی پورا نہیں کرتے. لیکن پیغمبر اکرم نے موجودہ سیاست کی روش کے برعکس قبیلہ "بنی عامر" کی اس شرط پر کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا.

۲۔۔قول پیغمبر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسئلے امامت امر الہی پر منحصر ہے۔اور خداوند تعالی جسے اس کا اہل سمجھے گا اسے پیغمبر کا جانشین مقرر کرے گا.

یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے واقفیت

جس وقت بنی ہاشم اور بنی مطلب شعب ابوطالب میں محصور تھے اس وقت یثرب سے "اسعد ابن زرارہ اور ذکوان ابن عبدالقیس" قبیلہ خزرج کا نمائندہ بن کر مکہ میں اپنے حلیف "عقبہ ابن ربیعہ" کے پاس آئے اور قبیلہ اوس سے جنگ کے سلسلے میں مدد چاہی.

عقبہ نے مدد کرنے سے عذر ظاہر کیا اور کہا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان طویل فاصلہ ہونے کے علاوہ ہم یہاں ایسی مصیبت میں گرفتار ہیں کہ جس سے نجات پانے کے لئے ہمارا کوئی بس نہیں چل رہا ہے۔ اس نے "نبی اکرم" اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے واقعات قبیلہ "خزرج" کے نمائندہ گان کو بتائے اور تاکید سے کہا کہ وہ آنحضرت سے ہر گز ملاقات نہ کریں۔ کیونکہ وہ شخص ساحر و جادوگر ہے اور اپنی باتوں سے لوگوں کو رام کرلیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے "اسعد" کو حکم دیا کہ جس وقت کعبہ کا طواف کرے تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لے تا کہ پیغمبر کی آواز اس کے کانوں میں نہ پہونچے۔

"اسعد" طواف کعبہ کے ارادے سے "مسجد الحرام" میں داخل ہوا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم "حجر اسماعیل" پر تشریف فرماہیں۔ اس نے خود سے کہا کہ میں بھی کیسا نادان ہوں۔ بھلا ایسی خبر مکہ میں گرم ہو اور میں اس سے بے خبر رہوں۔ میں بھی تو سنوں کہ یہ شخص کیا کہتا ہے تا کہ واپس اپنے وطن جا کر لوگوں کو اس کے بارے میں بتاؤں۔ رسول خدا کی باتیں سننے کی خاطر اس نے روئی اپنے کانوں سے نکال دی۔ اور رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے اسے دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کیا اور ایمان لے آئے۔ اس کے بعد "ذکوان" نے بھی دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرلیا۔ الصحیح من السیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۹۰ - ص ۱۹۱

اہل یثرب میں یہ پہلے دو افراد تھے جو ایمان لائے اور دین اسلام سے مشرف ہو کر واپس اپنی قوم میں پہونچے۔

دوسرے مرحلے پر اہل یثرب میں وہ چھ اشخاص جن کا تعلق "خزرج" سے تھا۔ بعثت کے گیارہویں سال دوران حج پیغمبر اکرم کی ملاقات سے مشرف ہوئے

رسول خدا نے انہیں دین اسلام کی دعوت دی۔ اور قرآن مجید کی چند آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ وہ رسول خدا کی ملاقات کا شرف حاصل کرکے اور آپ کی زبان مبارک سے بیان حق سن کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔۔ خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر ہے جس کے ظہور کی خبر دے کر یہودی

ہمیں خوف دلایا کرتے تھے۔ آؤ پہلے ہم ہی دین اسلام قبول کرلیں۔ایسانہ ہو کہ اس کارخیر میں وہ ہم پر سبقت لے جائیں۔یہ کہہ کر ان سب نے دین اسلام اختیار کرلیا۔جب وہ واپس یثرب گئے تو انہوں نے اپنے عزیز و اقارب کو بتایا کہ انہوں نے کیسے رسول خدا سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور انہیں بھی دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

تیسرے مرحلے پر اہل یثرب میں سے بارہ اشخاص جن میں سے دس کا تعلق قبیلہ "خزرج" سے تھا اور دو کا قبیلہ "اوس" سے بعثت کے بارہویں سال "عقبہ منا" میں رسول خدا کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے ان بارہ اشخاص میں سے جابر ابن عبداللہ کے علاوہ پانچ افراد وہ تھے جو کہ ایک سال قبل بھی رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

ان اشخاص نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد پیغمبر اکرم کے دست مبارک پر "بیعت نساء" کے طریقے پر بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، چوری سے باز رہیں گے، زنا کے مرتکب نہ ہوں گے، اپنی لڑکیوں کے قتل کو ممنوع قرار دیں گے، ایک دوسرے پر الزام و بہتان نہ لگائیں گے نیز کارخیر میں رسول اللہ کا ہر حکم بجالائیں گے۔

رسول خدا نے مصعب ابن عمیر کو ان کے ہمراہ یثرب کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں پہونچ کر وہ دین اسلام کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔اس کے ساتھ ہی وہ آنحضرت کو شہر کی حالت کے بارے میں اطلاع دیں نیز یہ بتائیں کہ وہاں کی لوگ دین اسلام کو کس سطح پر قبول کر رہے ہیں۔ "مصعب پہلے مسلمان مہاجر تھے جنہے یثرب پہونچنے اور روزانہ باجماعت نماز کا وہاں انتظام کیا

عقبہ میں دوسری مرتبہ بیعت۔۔

یثرب میں رسول خدا کے نمائندے کی موجودگی اور خزرجی اور اوسی قبائل کے افراد کی بے دریغ و سرگرمی اس امر کا باعث ہوئی کہ ان قبائل کے بہت سے لوگ دین اسلام کے والہ و

شیفتہ ہو گئے۔

چنانچہ چوتھے مرحلے پر اور بعثت کے بارہویں سال تقریباً پانچ سو عورتوں اور مردوں نے خود کو حج کے لئے آمادہ کیا۔ جن میں تہتر افراد مسلمان مرد اور دو مسلمان خواتین شامل تھیں۔

قبل اس کے کہ اہل یثرب سفر پر روانہ ہوں "مصعب" مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے سفر کی پوری کیفیت پیغمبر اکرم کی خدمت میں پیش کی۔

یثرب کے مسلمانوں نے مناسک حج انجام دینے کے بعد بارہ ذی الحجہ بوقت نصف شب عقبہ منامیں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔

رسول خدا نے اس مرتبہ ملاقات کے دوران قرآن مجید کی چند آیات حاضرین کے سامنے تلاوت فرمائیں اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس ضمن میں آنحضرت نے حاضرین سے فرمایا۔ جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اگر میری بھی حمایت کرو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے آنحضرت کی بات سے اتفاق کیا اور یہ عہد کیا کہ وہ آپ کی حمایت اور پاسبانی کریں گے۔ آخر میں رسول خدا کے حکم سے ان میں سے بارہ افراد "نقیب" مقرر کئے گئے۔ تاکہ وہ لوگ اپنی قوم کے حالات کی نگہبانی اور پاسداری کر سکیں۔

"خزرج" اور "اوس" جیسے طاقتور قبائل کے ساتھ عہد و پیمان کرنے نیز دین اسلام کے لئے جدید اساسگاہ قائم ہو جانے کے باعث اب رسول اکرم اور مسلمانوں کے لئے جدید سازگار صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

اس عہد و پیمان کے بعد پیغمبر اکرم کی جانب سے مسلمانوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ چاہیں تو یثرب کا سفر اختیار کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا۔

خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے بھائی پیدا کر دیئے ہیں۔ نیز تمہارے لئے گھروں کے دروازے بھی کھل گئے ہیں۔ ان لوگوں کی مدد سے تم وہاں امن و امان سے رہو گے۔

رسول خدا سے اجازت ملنے کے بعد مسلمان گروہ در گروہ یثرب جانے لگے۔ اور اب پیغمبر

اکرم خود بھی حکم خداوندی کے منتظر تھے۔ السیرۃ النبویہ ج۲۔ص ۱۱۱

اہل یثرب کے مشرف با اسلام ہونے کے اسباب۔

یثرب کے لوگ دین اسلام قبول کرنے میں کیوں پیش پیش رہے اس کی کچھ وجوہ تھیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔۔وہ لوگ چونکہ یہودیوں کے گرد و نواح میں آباد تھے اسی لئے پیغمبر اکرم کے ظہور پذیر ہونے کی خبریں اور آنحضرت کی خصوصیات ان کی زبان سے اکثر سنتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی ان کے اور یہودیوں کے درمیان کوئی تصادم ہوجاتا تو یہودی ان سے کہا کرتے تھے کہ۔جلد ہی اس علاقے میں پیغمبر کا ظہور ہوگا۔ ہم اس کی پیروی کریں گے اور تمہیں قوم "عاد" اور "ارم" کی طرح تباہ و برباد کرکے رکھ دیں گے حوالہ سابق

۲۔۔قبیلہ "اوس" اور "خزرج" کے درمیان سالہاسال سے کشت و خونریزی کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ اہل یثرب اس داخلی جنگ سے تنگ آچکے تھے۔ دونوں ہی قبائل کے بزرگ اس فکر میں تھے کہ کوئی ایسی راہ نکل آئے جس کے ذریعے اس خانماں سوز جنگ سے نجات ملے۔ رسول خدا کی آمد ان کے لئے در حقیقت امید بخش خوشخبری تھی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا سے پہلی ہی ملاقات میں عرض کیا۔

"ہم اپنے قبائل کے افراد کو جنگ و نزاع میں چھوڑ کر (آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں) امید ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کے ذریعے ان میں صلح کرادے۔ اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ رہیں......

اگر ایسا ہوجائے تو ہمارے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی شخص عزیز نہ ہوگا حوالہ سابق

۳۔۔حقیقت کی جستجو و تلاش کرنے والوں کی خدمتِ رسول خدا میں باربار حاضری۔۔

اہل یثرب کی زمانہ حج میں آنحضرت سے پے در پے ملاقات، کلام اللہ کی تاثیر، پیغمبر کی

کو حکم دیا گیا کہ یثرب سے باہر تشریف لے جائیں۔ قریش نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ بتاریخ پہلی ربیع الاول بعثت کے ۱۴ ویں سال آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ رسول اکرم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم۔

بستر پر آرام کرو اور ان کا مخصوص شانہ پوش اپنے سر مبارک پر ڈال لیا تا کہ دشمن کو یہ اندازہ نہ ہوسکے کہ آپ گھر سے تشریف لے جارہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے مٹھی بھر خاک دست مبارک میں اٹھائی اور محاصرہ کرنے والوں پر پھینک دی۔ اور سورہ یسین کی ایک سے نو تک آیات کی تلاوت فرمائی۔ اور گھر سے باہر اس طرح تشریف لے گئے کہ کسی کو آپ کے وہاں سے جانے کا گمان تک نہ ہوا۔

رسول خدا نے گھر سے باہر تشریف لانے کے بعد شمال کی جانب رخ نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس طرف سے "یثرب" کا راستہ گزرتا تھا بلکہ اس کے برعکس آپ نے جنوب مکہ کی راہ اختیار فرمائی اور ابو بکر کے ساتھ "غار ثور" میں تشریف لے گئے۔

جب قریش کو یہ علم ہوا کہ رسول خدا گھر سے باہر تشریف لے گئے ہیں تو وہ شہر مکہ اور تمام راستوں کی نگرانی کرنے لگے جو "یثرب" پر جاکر ختم ہوتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے ان لوگوں کو بھی ان راستوں پر مقرر کردیا۔ جنہیں مسافرین کے نقش قدم پہچاننے کی مہارت تھی۔ اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص بھی آپ کو گرفتار کرکے لائے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔

لیکن وہ اپنی جستجو و تلاش کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ تین دن کے بعد تھک ہار کر بیٹھ رہے۔

رسول اکرم جتنے عرصے غار "ثور" میں تشریف فرما رہے حضرت علی (ع) پیغمبر خدا اور آپ کے یار غار ابو بکر کے لئے **کھانا** پہونچاتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ (ع) مکہ کے حالات و واقعات سے بھی آنحضرت کو مطلع فرماتے رہے۔

پیغمبر اکرم اس غار کے قیام کی چوتھی شب میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی

معنوی کشش اور ان ملاقاتوں کے دوران آسمانی آئین کی فطرت سے ہم آہنگی آپ کی سودمند و پرمغز گفتگو اس امر کا باعث ہوئی کہ قبائل "اوس" اور "خزرج" کے افراد جانب حق کشاں کشاں چلے آئیں اور دین اسلام کو انہوں نے خوشی خوشی قبول کرلیا۔

پیغمبر اکرم کو قتل کرنے کی سازش

جب مسلمانوں کی تقریباً اکثریت متفق و یکجا "یثرب" منتقل ہوگئی اور وہ شہر دین اسلام کا جدید مرکز بن گیا تو قریش کے سردار جو اس وقت تک اس گمان میں مبتلا تھے کہ رسول خدا اور اصحاب رسول ہمیشہ ان کے رحم و کرم پر زندہ رہیں گے اور ایذاو آزار پہونچا کر انہیں کسی بھی وقت فنا کیا جاسکتا ہے یہ کیفیت دیکھ کر سخت مضطرب و پریشان ہوئے۔ رسول خدا کے ساتھ اہل یثرب جس حفاظتی عہد و پیمان پر کاربند ہوئے تھے اس نے بھی ان کے لئے خطرہ پیدا کردیا تھا۔ چنانچہ اب وہ اس کی اہمیت و سنگینی کے بارے میں سوچنے لگے۔ کیونکہ انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں رسول خدا، ان لوگوں کی مدد سے جو آپ کے ساتھ عہد و پیمان میں شریک ہیں، ان سے انتقام لینے پر کمر بستہ نہ ہوجائیں۔ یا کم از کم منطقہ "یثرب" پر غالب آنے کے بعد مسلمان ان کی تجارت اور معاشی زندگی کو تو تباہ کر ہی سکتے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر قریش کے سردار "دارالندوہ" جمع ہوئے۔ طویل بحث و گفتگو اور تبادلۂ خیال کے بعد انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ ہر قبیلے سے ایک دلیر جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر راتوں رات رسول اکرم کے گھر کا محاصرہ کرلیں اور آنحضرت پر حملہ آور ہو کر آپ (ص) کو قتل کرڈالیں ایسی صورت میں آپ کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہوجائے گا۔ اور "حضرت عبد مناف" کی آل و اولاد قریش کی پوری طاقت کا مقابلہ نہ کرسکے گی۔ اور اگر انہوں نے خون بہا کا مطالبہ بھی کیا تو سب مل کر اسے ادا کردیں گے۔

رسول اکرم کو وحی کے ذریعے ان کی سازش کے بارے میں علم ہوگیا تھا چنانچہ آنحضرت

ہدایت کے مطابق راستہ بدل کر دوسرے راستے سے یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

انقلاب کی ضرورت کے تحت ہجرت۔

قرآن مجید میں جن اہم اور تعمیری اصول و قواعد کا ذکر کیا گیا ہے انہی میں "ایمان" اور "جہاد" کے پہلو بہ پہلو "ہجرت" کے بارے میں بھی تاکید کی گئی ہے۔

ہجرت کے معنیٰ ان قیود و بندشوں سے نجات اور رہائی حاصل کرلینا ہیں جو انسان کے وجود یا اس کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ ہوا و ہوس اور کثافتوں سے دل و دماغ کو پاک کرلینا اور ان سے فراغت پالینا ہی انسان کی مہاجرت کا عالی ترین مرحلہ ہے۔

اس ضمن میں رسول خدا نے فرمایا۔

اشرف الهجرت ان تهجر السّیّات

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ ہادی و رہبر نیز مصلحین انسانیت نے درجہء کمال پر پہونچنے اور اپنی مقدس آرزؤں کو عملی شکل میں دیکھنے کے لئے "ہجرت" و تحریک کا آغاز ہر گناہ و آلائش سے اجتناب کے ساتھ کیا۔

وہ آیات جو بعثت کے ابتدائی دنوں میں نازل ہوئیں ان میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ

یاایها المدثر قم فانذر

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور ڈراؤ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو۔

اگلے مرحلے میں "آفاقی ہجرت" کی ہدایت دی گئی ہے۔ یعنی اس معاشرے سے ہجرت جو مرگ پذیر ہے اور جس میں کفر کے باعث جمود و سکوت واقع ہوگیا ہے۔ یہ ہجرت اس ماحول کی جانب ہے جو زندہ و آزاد ہے۔ اور اس کا مقصد عقائد کا تحفظ نیز انقلاب کے اغراض و مقاصد کو حقیقت کی شکل میں پیش کرنا ہے۔

اس مرحلے پر ہجرت کا مفہوم دشمن یا میدان جنگ سے فرار نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے نئے انقلاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر حضرت ابراہیم (ع) حضرت موسیٰ (ع) اور حضرت عیسیٰ (ع) نے معاشرے کے اس ماحول سے ہجرت کی جہاں کفر و شرک کا دور دورہ تھا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ یہ انبیاء اپنی جد و جہد سے دستکش ہو گئے تھے اور انہیں اپنے جان و مال کی فکر لاحق ہو گئی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں اپنے وطن میں تبلیغ اور سر گرمی، عمل کے مواقع نظر نہ آئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں سے ہجرت کر کے مناسب اور آزاد ماحول میں پہونچیں اور بیشتر طاقت و توانائی اور امکانات کے ساتھ اپنی جد و جہد کو جاری رکھیں۔

رسول اکرم نے جب یہ دیکھا کہ آپ کی ہر اصلاح پسندانہ سعی و کوشش مکہ کے مایوس کن اور دبے ہوئے ماحول میں لاحاصل اور بے نتیجہ ہے نیز دوسری طرف ان حالات سے مقابلہ کرنے کی تاب و مجال بھی نہیں تو آپ نے بحالت مجبوری اپنے انقلاب کے تحفظ اور اسے جاری رکھنے کی خاطر ہجرت کو ترجیح دی۔ تا کہ اپنی تحریک کی کتاب کا نیا باب شروع کر سکیں اور دین مبین اسلام کو علاقائی محدود ماحول سے نکال کر اس کی دعوت آزاد اور عالمی فضاء کے ماحول میں پیش کریں۔

اسلام کی عالمی تحریک کا یہ نیا عظیم باب اس قدر اہم اور تقدیرساز تھا کہ اسے تاریخ اسلام کا مبداء و آغاز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا وہ دین و آئین جو اس وقت تک واقعہ "عام الفیل" سے وابستہ تھا اور اپنی تاریخ کا آغاز کہلاتا تھا اب اس سے رہائی اور نجات مل گئی تھی۔

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول خدا کے اقدامات

قبا میں رسول خدا کی تشریف آوری

رسول خدا نو دن تک پیغمبر کرنے کے بعد بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر "قبا" میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں لوگوں نے آپ کا نہایت ہی گرم جوشی سے استقبال کیا کیونکہ انہوں نے کافی عرصے قبل یہ خبر سنی تھی کہ آنحضرت مکہ سے یثرب تشریف لانے والے ہیں۔ اسی لئے وہ لوگ بے صبری سے آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے تھے۔

پیغمبر اکرم "کلثوم بن ہدم" کے گھر قیام فرما ہوئے اور "سعد ابن خیثمہ" کی قیام گاہ کو اس بنا پر کہ وہ مجرد آدمی تھے عام لوگوں سے ملاقات کے لئے پسند کیا السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحات ۱۳۷-۱۳۸

رسول خدا مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے گئے تو حضرت علی (ع) تین روز تک مکہ میں قیام پذیر رہے۔ اور پیغمبر کی ہدایت کے مطابق کام انجام دیتے رہے اس کے بعد اپنی والدۂ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، فاطمہ بنت زبیر اور دیگر اصحاب کے ہمراہ مکہ سے مدینے کی جانب روانہ ہوئے آج کے حساب سے گویا تقریباً چار سو ستر کیلو میٹر طویل راستہ پیدل طے کیا۔ چنانچہ بروز جمعرات ربیع الاول کے نصف میں قبا میں پیغمبر کی ملاقات سے مشرف ہوئے

رسول خدا نے قبا میں قیام کے دوران بنی عمر ابن عوف کے قبیلے کی عبادت کے لئے مسجد کی بنیاد رکھی یہ مسجد آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہی وہ پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں نے تعمیر کی تھی۔ حوالہ سابق

مدینے میں تشریف آوری

رسول خدا حضرت علی (ع) اپنی دختر عزیز حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اور دیگر اصحاب کے ہمراہ بروز جمعہ قبا سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آنحضرت نے پہلی بار نماز جمعہ راستے میں قبیلہ "بنی

سالم بن عوف" کے درمیان ادا کی۔ آپ نے خطبات میں مسئلہ توحید، لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کی آمد، قرآن مجید کی اہمیت نیز افراد کی تعمیر میں اس کتاب مقدس کا کردار، اور موت و معاد کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ آپ نے لوگوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ تقویٰ اور پاکیزگی پر کاربند رہیں۔ جو زبان سے کہیں اس پر عمل کریں۔ راہ حق میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت اور خندہ روئی کے ساتھ پیش آئیں (بحار ج ۱۹ص ۱۳۶ طبری ج ۲۔ص ۳۹۴)

نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت ناقے پر سوار ہوئے۔ اگرچہ راستے میں کتنے ہی قبیلے ایسے آئے جنھوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں مگر آنحضرت نے مدینے کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔

اس روز یثرب کی رونق ہی کچھ اور تھی انصار نوجوانوں نے مدینہ کی فضا کو بتوں کے کثافت آلود ماحول سے پاک و صاف کرنے کے لئے جان و دل کی بازی لگادی راہ میں ہر طرف نعرہ تکبیر کی گونج تھی۔ مرد عورتیں اور بچے آپ کا دیدار کرنے کے لئے مشتاق و بے قرار تھے ہر شخص کی کوشش تھی کہ آنحضرت کا دیدار کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جائیں۔ خوشیوں کے ترانے ان کی زبان پر جاری تھے اور سب مل کر پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

(ماہ کامل ثنیات الوداع سے ہم پر طلوع ہوا ہے۔ ہم پر شکر خدا اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ خدا کو پکارنے والا پکارتا رہے گا آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے لئے ایسا فرمان لے کے آئے ہیں۔ جس کی اطاعت کرنا ہمارے اوپر واجب ہے) (سیرۃ الحلبیہ)

آخر کار ناقہء رسول اس جگہ بیٹھ گیا جو کہ دو یتیموں کی ملکیت تھی رسول خدا نے اس سے اتر کر زمین پر قدم رنجہ فرمایا اس کے بعد آپ "ابوایوب انصاری" کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں

قیام فرمایا۔(ثنیات۔ سنگلاخ کوہستانی راستہ کو کہتے ہیں ۔

جب رسول خدا ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے آئے تو اس شہر کا نام بدل کر مدینۃ الرسول رکھ دیا گیا۔

ہجرت کے اولین سال میں رسول خدا کے اقدامات

الف۔۔ مسجد کی تعمیر

مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے سب سے پہلے جو اقدام یہاں فرمایا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ اسی ضمن میں انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے۔۔ کہ یہ مسجد اس جگہ تعمیر کی گئی جہاں آپ کا ناقہ زمین پر بیٹھا تھا اور اس کی زمین مبلغ دس دینار کے عوض ان دو یتیم بچوں سے خریدی گئی (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۶۶۔ ۷۱)

تمام مسلمانوں نے پورے ذوق و شوق اور خاص اہتمام سے اس مسجد کے بنانے میں کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی پیغمبر اکرم کی جد و جہد نے اس کی خوشی اور مسرت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ یہ ذوق و شوق حضرت عمار جیسے لوگوں میں نمایاں و جلوہ گر تھا۔ حوالہ سابق

مسلمانوں کی انتھک کوشش اور لگن سے یہ مسجد بن کر تیار ہوگئی۔ اس کی دیواریں مٹی اور پتھروں سے بنائی گئی تھیں ستونوں کے لئے درخت خرما کے ستون لگائے تھے چھت بھی کھجور کے تختوں سے پاٹی گئی تھی اور مسجد کے ایک کونے میں کمرہ نما ایک جگہ مخصوص کی گئی تھی تاکہ وہ نادار اصحاب رسول جن کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی یہاں قیام پذیر ہوں یہی وہ لوگ تھے جنہیں بعد میں اصحاب صفہ کہا گیا

اس مسجد کے بن جانے کے بعد مسلمانوں کو مرکزیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ عام مسلمان جن میں صاحب خانہ اور بے خانماں سب ہی شامل تھے بلا روک ٹوک یہاں جمع ہوتے اور عبادت و نماز

با جماعت ادا کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے اہم مسائل سے متعلق تبادلہ خیالات میں حصہ لیتے۔ اس کے ساتھ ہی وہ رسول خدا سے یا ان اصحاب سے جنہیں آنحضرت مقرر فرماتے احکام دین اور دیگر مسائل کی تعلیم حاصل کرتے۔

جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اس کے اطراف میں رسول خدا اور اصحاب کے لئے اس طرح مکانات بنائے گئے کہ ہر گھر کا دروازہ مسجد کی جانب کھلتا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ رسول خدا اور حضرت علی (ع) کے گھروں کے علاوہ جن لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں بند کر دیئے جائیں۔ رسول خدا نے جب یہ حکم خداوندی لوگوں تک پہونچایا تو بعض اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری۔ اور انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ یہ فرق و امتیاز خود رسول خدا کا اپنا پیدا کیا ہوا ہے برادرانہ شفقت کار فرما ہے۔ لیکن رسول خدا نے انہیں اس خیال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ فرمان میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا ہے بلکہ یہ حکم خداوندی ہے۔ بحار الانوار ج ۱۹ ص ۱۱۲

رسول خدا نے یہ صریح و قطعی موقف اس وقت اختیار کیا جب کہ مسلمان بالخصوص مہاجرین خاص حساسیت اور نازک صورت حال سے دوچار تھے۔ اور انہیں پیغمبر سے یہ توقع تھی کہ ان کی دلجوئی کے ساتھ ہی ان پر دوسروں سے زیادہ لطف و عنایت فرمائیں گے۔ ان کے لئے یہ سعادت کسی طرح کم نہ تھی کہ ان کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ رسول خدا کو صحابہ کرام سے تعلق خاطر تھا مگر یہ واقعہ اس حقیقت کا آئینہ دار تھا کہ رسول خدا کا تعلق خاطر اور جذبہء لطف و عنایت حکم الہیٰ کو ان تک پہونچانے میں مانع نہیں ہو سکا۔ اور کوئی چیز آنحضرت کو فرمان حق صادر کرنے سے روک نہ سکی۔

ب ۔۔ رشتہء اخوت و برادری

اس میں شک نہیں کہ پیغمبر خدا نے مکہ میں مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت و برادری بر

قرار فرمایا لیکن ہجرت کر کے ان مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ چلے آنا اور نئے اقتصادی و اجتماعی مسائل و حالات کا پیدا ہونا اس امر کا باعث ہوئے کہ مہاجر و انصار مسلمانوں کے درمیان نیا رشتۂ اخوت و برادری بر قرار ہو۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا۔

راہ خدا میں تم دو دو مل کر بھائی بھائی بن جاؤ۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲۔ص ۹۰

رسول خدا نے اپنے اس دانشمندانہ اقدام سے ان مہاجرین کے مسائل زندگی کو حل کر دیا جو اپنی ہر چیز مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے اور اس طرح آنحضرت نے ان کے ارمان و آرزو اور دین و ایمان کو حفاظت میں لے لیا۔ اگرچہ مہاجرین اور انصار دو مختلف ماحول کے پروردہ تھے اور ان کے طرز فکر و معاشرت میں بھی نمایاں فرق تھا۔ لیکن آپ نے انہیں اپنی دانشمندی سے نہ صرف یک جان و دو قالب کر دیا بلکہ دونوں کے حقوق اور مراعات کو بھی مقرر اور مرتب فرمایا۔

رسول خدا نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتۂ اخوت اور برادری بر قرار کرنے کے بعد حضرت علی (ع) کے دست مبارک کو اپنے دست متبرک میں لے کر فرمایا۔ "ھذا اخی" (یہ میرا بھائی ہے۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۳۷ ص ۱۳۹

ج۔۔۔ یہودیوں کے ساتھ عہد و پیمان

رسول اکرم کے ہجرت کرنے سے قبل مقامی مشرکین کے علاوہ یہودیوں کے "قبیلے بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ" نامی تین طائفے مدینے میں آباد تھے۔ اور انہی کے ہاتھوں میں اس شہر کی صنعت و تجارت تھی۔

اگرچہ رسول خدا نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتۂ اخوت و برادری بر قرار کر کے اپنی طاقت کو متحد کرنے کے لئے بہت ہی اہم اقدام کیا مگر آپ کے سامنے ایک دشوار مرحلہ داخلی تھا اور وہ تھا ان یہودیوں کا وجود جو اس سر زمین پر آباد تھے۔

حالات کے پیش نظر آنحضرت نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کئے۔ جس کی بعض شرائط درج ذیل ہیں۔

۱-۔ جن لوگوں نے اس معاہدے پر دستخط کئے ہیں وہ ایک قوم بن کر یہاں زندگی بسر کریں گے

۲-۔ اس معاہدے کی رو سے ہر فریق کو اپنی رسومات انجام دینے کی آزادی ہو گی۔

۳-۔ مدینے کی حدود میں ہر قسم کی خونریزی حرام ہو گی۔ اور اگر باہر سے کسی دشمن نے حملہ کیا تو سب مل کر شہر کا دفاع کریں گے۔ معاہدے میں جو فریقین شامل ہیں اگر ان میں سے کسی ایک فریق پر باہر کی طاقت نے حملہ کیا تو فریق دوم اس کی مدد کرے گا۔ بشرطیکہ وہ زیادتی نہ کی ہو۔

۴-۔ اختلافی مسائل میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے خدا اور محمد (ص) سے رجوع کیا جائے گا اس معاہدے کی برقراری کے بعد پیغمبر اکرم کی حکومت معمولی حکومت نہیں رہ گئی بلکہ اس نے مستقل حیثیت اختیار کرلی۔ اور رسول اکرم کو سرکاری سطح پر حاکم مدینہ تسلیم کرلیا گیا۔ چنانچہ یہیں سے حلقہ اسلام کے اندر سیاسی وحدت کی تشکیل نمایاں ہونی شروع ہوئی۔ نیز اسلام کی دفاعی بنیاد کو بیرونی دشمنوں کے مقابل تقویت حاصل ہوئی اور رہبر و ہادی اسلام کے لئے دین کی تبلیغ کے لئے وسیع تر میدان ہموار ہو گیا۔۔ اور بالآخر اس طرح اجتماعی حدود و انفرادی حقوق مختلف جماعتیں مذہبی اقلیتیں ان کے باہمی روابط و تعلقات کی کیفیت اور دشمن کی شناخت جیسی چیزیں مشخص و نمایاں ہوئیں۔

عہد شکنی

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان دو جانبہ و مسالمت آمیز عہد مدینے کے یہودیوں کیلئے بہت زیادہ سازگار ثابت ہوا۔ وہ اس عہد و پیمان کی بدولت اسلامی حکومت کے زیر سایہ آزادی کے ساتھ شرافتمندانہ طور پر زندگی بسر کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی چنانچہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں نے جدید حکومت سے اپنے لئے سیاسی و اجتماعی خطرہ محسوس کیا

تو انہوں نے اس عہد کو جو رسول خدا کے ساتھ کیا تھا نظر انداز کرنا شروع کر دیا اور آنحضرت کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ وہ مسلمانوں کے لئے مشکلات اور ان کے دینی عقائد میں شک و شبہات پیدا کر کے اور دور جاہلیت کے کینہ و اختلاف کو یاد دلا کر یہ کوشش کرنے لگے کہ ان کے عقائد میں ضعف و سستی اور ان کے صفوں میں انتشار پیدا کر دیں۔ السیرۃ الحلبیہ ج ا-ص ۳۳۸

وہ منافقین بالخصوص ان کا سرغنہ "عبداللہ ابن ابی" جو کہ خفیہ طور پر یہودیوں کے ساتھ مل گئے تھے اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ چنانچہ وہ لوگ مسلمانوں کے عقائد کا مذاق اڑانے لگے نوبت یہاں تک پہونچی کہ ایک مرتبہ رسول خدا نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ انہیں مسجد سے باہر نکال دیا جائے۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۲-ص ۱۷۵)

رزمیہ و اعلانیہ ابتدائی اقدامات

رسول خدا نے مملکت اسلامی کی طاقت کو وسعت دینے اور اسلامی حکومت کے مقدس اغراض و مقاصد کی شکل پذیری کے لئے جو اقدامات فرمائے ان میں رزمیہ ساز و سامان اور جاسوسی مشنری کی تحریک کا آغاز بھی شامل تھا۔ اس تحریک کے تحت آپ نے رزمیہ اعلانیہ دستوں کو مدینہ سے باہر روانہ کیا۔ اور یہیں سے رسول خدا کی سپاہیانہ مہمات اور غزوات کی تحریک شروع ہوئی۔ اس کے علاوہ دشمن کے خلاف جنگ و دفاع کا جو فرسودہ نظام اب تک چلا آرہا تھا اس میں آپ نے تبدیلی کی اور اس کے جدید اصول و قواعد مرتب کئے۔

مورخین نے جنگ بدر سے قبل کی سپاہیانہ مہمات اور غزوات کا ذکر آٹھ مختلف مواقع پر کیا ہے ان مہمات میں جن سپاہیوں نے شرکت کی اور محاذ پر گئے اگر چہ ان کی تعداد محدود سہی مگر وہ سب کے سب مہاجر ہی تھے ہم یہاں دو نکات کا بطور اختصار ذکر کریں گے۔۔

۱--انصار کے ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب -

۲--ان مہمات اور غزوات کا مقصد

انصار کا ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب

۱۔۔عقبہ معاہدے کی رو سے انصار اس شرط کے پابند تھے کہ وہ رسول خدا کا دفاع شہر کے حدود کے اندر کریں گے اس کے باہر نہیں۔

۲۔۔ انصار چونکہ کچھ عرصے قبل ہی مشرف باسلام ہوئے تھے اور آئندہ جو مشکلات و دشواریاں آنے والی تھیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ خود کو تیار کر رہے تھے۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرم نے اس امر میں مصلحت سمجھی کہ ان کی طاقت کو اس موقع پر بروئے کار نہ لایا جائے

۳۔۔ مہاجرین کا انتخاب شاید اس مقصد کے تحت کیا گیا تھا کہ ان میں ایسی رزمیہ واعلانیہ جنگی مہمات میں شرکت کا جذبہ انصار سے کہیں زیادہ تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قریش کے ہاتھوں جو تکالیف نیز سختیاں برداشت کی تھیں ان کے باعث وہ ان سے سخت رنجیدہ خاطر تھے اس کے علاوہ ان کے لئے مدینہ میں کوئی مادی فائدہ بھی نہ تھا دوسری طرف وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے جغرافیہ کے بارے میں بیشتر اطلاعات کسب کریں۔

۴۔۔ رسول اکرم اس تحریک کے ذریعے انصار پر یہ بات واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آپ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے قطعی فیصلہ اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ وہ مہاجرین جنہوں نے راہ خدا میں ہر چیز کو ترک کر دیا تھا اور مکہ کی طرح اس وقت بھی وہ فرمان رسول کی خاطر شرک سے جنگ کرنے میں اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار تھے یہ درحقیقت ان لوگوں کے لئے عملی درس تھا جو حال ہی میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔

ان جنگوں و غزوات کا مقصد

۱۔۔ہادی و رہبر کی حیثیت کو مستحکم کرنا اور اسلام کی مرکزی حکومت کو تقویت پہونچانا

۲۔۔ مسلمانوں کی جنگی استعداد و طاقت کو بلند و مضبوط کرنا نیز لشکر اسلام کو آئندہ کی مشکلات کے

لئے آمادہ کرنا۔

۳-- اطراف و جوانب میں بسنے والے قبائل کے ساتھ دفاعی معاہدے خصوصاً ان لوگوں سے معاہدہ کرنا جو قریش کے تجارتی قافلوں کے راستے میں آباد تھے۔

۴-- جغرافیائی حالات، اور شہروں کو متصل کرنے والے راستوں سے واقفیت۔ اس کے ساتھ ہی اطراف مدینہ میں آباد قبائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔

۵-- قریش کو جنگ کی دھمکی دینا اور ان کے ارتباطی اور تجارتی راستوں کو غیر محفوظ بنانا اور دشمن کو مسلمان طاقت و قوت سے خبر دار کرنا۔

تحویل قبلہ

پیغمبر اکرم مکہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ میں سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بروز پیر نصف ماہ رجب سنہ ۲ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ مسجد بنی سالم بن عوف جو کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے پہلی مسجد تعمیر کی گئی تھی نماز ظہر ادا فرما رہے تھے آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنا قبلہ تبدیل کر دیں۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲-ص ۱۲۸

جن وجوہ کی بناء پر قبلہ تبدیل کیا گیا ان میں سے چند یہ تھیں

۱-- ایک طرف تو رسول خدا پر یہودی یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب تم ہماری مخالفت کرتے ہو تو ہمارے قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں سے یہ کہتے کہ--

اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلے کی جانب رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے؟ دوسری طرف مشرکین یہ طعنہ دیتے کہ.. تم جبکہ قبلہ ابراہیم کو ترک کر کے قبلہ یہود کی طرف نماز پڑھتے ہو تو یہ کیسے دعوی کرتے ہو کہ ہم ملت ابراہیم پر قائم ہیں حوالہ سابق

اس قسم کے اعتراضات اور طعنے رسول خدا کو سخت رنجیدہ اور آزردہ خاطر کرتے تھے۔ چنانچہ

یہی وجہ تھی کہ آپ راتوں کو بارگاہ خداوندی میں دعا فرماتے اور مقام رب ذوالجلال کی جانب رخ کر کے اپنی آنکھیں آسمان کی جانب لگادیتے تا کہ خداوند تعالی کی جانب سے اس بارے میں کوئی حکم صادر ہو۔ بحار ج ۱۹ ص ۲۰۱

قرآن مجید نے رسول خدا کی اس ذہنی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"قدنری تقلب وجهک فی السماء فلنو لینک قبلة تر..."

(اے رسول آپ کی توجہ آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں لو ہم اس قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ سورۂ بقرہ: ۱۴۴

۲-۔ خداوند تعالی قبلہ کا رخ تبدیل کر کے مسلمانوں کو آزمانا چاہتا تھا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون لوگ حکم خدا کے مطیع اور رسول خدا کے فرمانبردار ہیں۔

"وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله (۲۹)"

(پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کے لئے کچھ بھی سخت نہ ہوا جو اللہ کی جانب سے فیضیاب تھے)

۳-۔ بعض روایات اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رسول خدا مکہ میں اس وقت جبکہ آپ کا رخ مبارک بیت المقدس کی جانب ہوتا ہر گز کعبہ کی جانب پشت نہیں فرماتے تھے۔ لیکن ہجرت کے بعد مدینے میں جس وقت آپ نماز ادا کرتے تو اس وقت مجبوراً آپ کی پشت کعبہ کی جانب ہوتی۔ رسول خدا کے قلب مبارک میں بیت ابراہیمی کے لئے جو احترام تھا اور اس کی جانب پشت کرنے سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اسے ملحوظ رکھتے ہوئے خداوند تعالی نے تحویل قبلہ کے ذریعے آپ کی رضامندی کا اہتمام کیا۔ بحار ج ۱۹ ص ۲۰۰

سمت قبلہ تبدیل کئے جانے کے بعد یہودیوں نے دوبارہ اعتراضات کرنا شروع کر دیئے کہ

آخر وہ کیا عوامل تھے جن کے باعث مسلمان قبلہ اول سے رو گرداں ہو گئے؟ اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسول خدا کے سامنے یہ شرط رکھی کہ اگر آپ قبلہ یہود کی طرف رخ فرمالیں تو ہم آپ کی پیروی واطاعت کرنے لگیں گے۔

بعض سادہ لوح مسلمان یہودیوں کی افتراء پردازیوں کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ یہ دریافت کرنے لگے کہ وہ نماز جو انہوں نے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ادا کی ہیں ان کا کیا ہو گا۔

قرآن مجید نے ان کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے۔۔

ماکان لیضیع ایمانکم

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (یعنی بیت المقدس کی جانب ادا کی جانے والی نماز) ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

جنگ بدر

سنہ ۲ ہجری میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک جنگ بدر کا تقدیر ساز معرکہ تھا اس جنگ کا تعلق ارادہ ایزدی سے تھا۔

قرآن مجید کی آیات سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم کا مدینہ سے قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب اور نتیجہ میں جنگ کے لئے نکلنا وحی اور آسمانی حکم کے مطابق تھا جیسا کہ ارشاد ہے۔

كما اخرجك ربك من بينك بالحق

جس طرح تمہارے رب نے تمہیں تمہارے گھر سے حق کے ساتھ بر آمد کیا(۱)

لیکن وہ بعض سست عقیدہ لوگ کہ جو اسلامی حکومت کو اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے انہیں اس جنگ میں رسول خدا کے ساتھ روانہ ہونا گوارا نہ تھا۔

وان فريقامن المومنين لكارهون

اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ گوارا نہ تھا۔

یہ ظاہر بین گروہ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ پیغمبر اکرم کا یہ اقدام حکم خدا کے عین مطابق ہے آنحضرت کے ساتھ جنگ بدر پر جانے کے لئے جھگڑا کرنے پر لگا ہوا تھا۔

يجادلونك فى الحق بعد ما تبين

یہ لوگ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی آپ سے بحث کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس گروہ کی ذہنی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

كانمايساقون الى الموت وهم ينظرون

جیسے یہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں اور یہ حسرت سے دیکھ رہے ہیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس مقصد و منشاء کے مخالف تھے ان کی مخالفت میں

بد بینی اور ایمان کی کمزوری کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں چونکہ یہ یقین نہیں تھا کہ یہ جنگ وقوع پذیر ہوگی اسی لئے وہ ساتھ چلنے سے انکار کر رہے تھے مگر اس بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے کہ۔ المغازی واقدی ج ۱ص ۲۱

اگر چہ حق ان پر واضح و روشن ہو چکا تھا مگر اس کے باوجود انہیں اسے قبول کرنا گوارہ نہ تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ ہماری تعداد بہت کم ہے اور دشمن بہت زیادہ ہیں ایسی صورت میں ہم اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ سے باہر کیسے جاسکتے ہیں۔ شاید ہمارے اس اقدام کو ہماری نادانی پر محمول کیا جائے۔ کیوں کہ یہ بھی تو نہیں معلوم کہ یہ کاروان جنگ ہے یا قافلہ تجارت؟ مجمع البیان ج ۳-ص ۵۲

دوسری دلیل جو اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ مسلمین و کفار کے درمیان یہ جنگ حکم الہی کا قطعی و حتمی نتیجہ تھی اور انہیں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دلا رہی تھی، یہ تھی کہ جنگ سے پہلے دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی تعداد کم نظر آ رہی تھی۔

واذ یریکموھم اذا لتقیتم فی اعینھم قلیلا و یقللکم فی اعنیھم

(اس وقت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے انہیں تمہاری نگاہوں میں کم دکھایا اور تمہیں اس کی نگاہوں میں کم دکھایا)۔

دشمن کی تعداد کو قلیل کرکے دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ اگر کچھ مسلمانوں کو دشمن کی تعداد، طاقت اور جنگی تیاری کا اندازہ ہو جاتا تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ جنگ میں سستی سے کام لیتے اور ان کے درمیان باہمی اختلاف پیدا ہو جاتا۔

ولو ارئکھم کثیرا لفشلتم و لتنازعتم فی الامر

(اگر کہیں وہ تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور جنگ کے معاملے میں جھگڑا شروع کر دیتے)۔

اس وقت سیاسی اور فوجی صورت حال ایسی تھی کہ اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کا

وعدہ بھی کرتے تو وہ اس سے رو گرداں ہوجاتے۔

ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد

اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور ان کے درمیان مقابلہ کی قرار داد ہو چکی ہوتی تو تم ضرور اس موقع پر پہلو تہی کر جاتے سورۂ انفال آیت ۴۴

دوسری طرف اگر دشمن کو مسلمان طاقت و تعداد میں زیادہ نظر آتے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ کفار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے گریز کر جاتے اور اس تقدیر ساز جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ خداوند تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ اب دونوں گروہوں کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل آجائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں تاکہ ارادہ خداوندی حقیقت کی صورت میں جلوہ گر ہو۔

لیقضی اللہ امرا کان مفعولا

(تاکہ جو بات ہوئی تھی اسے اللہ ظہور میں لے آئے)

اس زمانے میں اسلامی معاشرے کی جو سیاسی و اجتماعی حالت تھی اگر ہم اس کا مطالعہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس وقت ایسی فاتحانہ جنگ کی اشد ضرورت تھی۔ کیونکہ پیغمبر اکرم جو تیرہ (۱۳) سال تک با آواز بلند اپنی امت کی اصلاح و نجات کے لئے دعوت اسلام دیتے رہے آپ کی اس صدائے حق و عدل کو معدودے چند کے علاوہ نہ صرف سننا گوارہ نہ کیا بلکہ ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہونچا کر جلاوطنی کے لئے مجبور کر دیا۔ اور جو لوگ وہاں رہ گئے تھے وہ بھی سخت ایذا و آزار سے دوچار تھے اور ان پر ایسی سخت پابندیاں لگا رکھی تھیں کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ بھی نہیں جاسکتے تھے حوالۂ سابق

رسول خدا کو ہجرت کے بعد بھی دشمنوں نے چین کا سانس لینے نہ دیا۔ ابوجہل نے خط لکھکر آنحضرت کو یہ دھمکی دی کہ یہ مت سمجھ لینا کہ تم نے ہجرت کر کے قریش کے چنگل سے نجات پالی

ہے۔ دیکھنا جلد ہی تم پر چاروں طرف سے قریش اور دوسرے دشمنوں کی طرف سے یلغار ہو گی۔ اور یہ ایسا سخت حملہ ہو گا کہ تمہارا اور تمہارے دین اسلام کا نام صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا رسول خدا کو یہ خط جنگ شروع ہونے سے "۲۹" دن پہلے ملا تھا السیرۃ النبویہ ج ۲ - ص ۱۴۴

دوسری طرف انصار مسلمین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ انہیں جب بھی موقع ملتا اور جس وقت بھی وہ مناسب سمجھتے رسول خدا کے تحفظ اور آپ کے دین کی پاسداری کا اعلان کر دیتے۔

مہاجرین نے ان مہمات و غزوات میں شرکت کر کے جو جنگ بدر سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اب بھی حسب سابق اپنے ارادے پر قائم اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

دوسری طرف منافقین اور یہودیوں کی تحریک اپنا کام کر رہی تھی۔ ابتدا میں جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے آپ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا لیکن جب وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو مخالفت و سرکشی پر اتر آئے۔

رسول خدا نے بھی اٹھارہ ماہ سے زیادہ قیام کے دوران جہاں تک ہو سکتا تھا دشمن سے مقابلہ کے لئے فوج تیار کی۔

تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اب وہ وقت آن پہونچا تھا کہ رسول خدا وسیع پیمانے پر فتح مندانہ عسکری تحریک شروع فرمائیں۔ اور دین اسلام کو گوشہ نشینی اور خفت و شرمساری کی حالت سے نکال کر اسے اجتماعی طاقتور و یلغاری تحریک میں بدل دیں۔ تا کہ شرک کے دعویدار اچھی طرح سمجھ لیں کہ مکہ میں جو مسلمانوں کی حالت تھی اب وہ بدل چکی ہے۔ اور اگر اس کے بعد مخالفت و خلل اندازی کی گئی تو وہ ہوں گے اور اسلام کی ایسی شمشیر براں ہو گی جس سے ان کی بیخ و بنیاد تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ یہ اقدام و ارادہ حق کی جانب سے ہے اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔

یرید اللہ ان یحق بکلماتہ و یقطع دابر الکافرین

(خدا اپنے کلمات کے ذریعے حق کو ثابت کر دینا چاہتا ہے اور کافروں کے سلسلے کو قطع کر دینا چاہتا ہے)۔

جنگ بدر کی مختصر تاریخ

رسول خدا اتوار کے روز ۱۲ رمضان سنہ ۲ ہجری کو ۳۱۳ مسلمان افراد کے ہمراہ (جن میں ۸۱ مہاجرین اور ۲۳۱ انصار شامل تھے) مدینہ سے "بدر" کی جانب روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ اور قریش کے اس تجارتی قافلے کا تعاقب کرنا تھا جو ابوسفیان کی سر کردگی میں جارہا تھا۔

"ذفیران" کے مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان اپنے قافلے کی حفاظت کی خاطر راستہ بدل کر مکہ چلا گیا ہے۔ لیکن مسلح سپاہی مکہ سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے "بدر" کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔

رسول اکرم نے اصحاب کے درمیان اس خبر کا اعلان کرنے کے بعد ان سے مشورہ کیا۔ متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ اس مختصر سپاہ کے ساتھ ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ اب یہ قافلہ "بدر" کی جانب روانہ ہوا۔

آخر ۱۷ رمضان کو دونوں لشکروں کے سپاہیوں میں بدر کے کنوؤں کے پاس مقابلہ ہوا۔

جنگ کا آغاز دشمن کی طرف سے ہوا۔ پہلے مشرکین کے تین دلاور "عتبہ، شیبہ، اور ولید" نکلے جو کہ "حضرت علی (ع)، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ" کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔

عام یورش میں سپاہ اسلام نے پروردگار کی غیبی امداد پیغمبر اکرم کی دانشمندانہ فرمانداری اور اپنے بارے میں جہاد سے متعلق آیات سن کر پہلے تو دشمن کے ابتدائی حملوں کا دفاع کیا۔ اس کے بعد اس کی صفوں میں گھس کر ایسی سخت یلغار کی کہ اس کی صفیں درہم برہم ہو کر رہ گئیں۔ اور بہت سی سپاہ بالخصوص فرعون قریش یعنی ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمن کا لشکر جو نوسو

پچاس (۹۵۰) سپاہیوں پر مشتمل اور پورے سازوسامان جنگ سے مسلح و آراستہ تھا۔ سپاہ اسلام کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا۔ چنانچہ کثیر جانی و مالی ستر (۷۰) مقتول اور ستر (۷۰) قیدی کا نقصان برداشت کرنے کے بعد اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس جنگ میں سپاہ اسلام میں سے صرف ۱۴ نے جام شہادت نوش کیا تاریخ پیامبر ص ۲۵۳۔ مولف امینی

یہاں ہم مختصر طور پر سہی لیکن چند مسائل کا ذکر و تجزیہ کریں گے۔

۱۔ مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

۲۔۔ فتح و کامیابی کے عوامل

۳۔۔ جنگ کا نتیجہ

الف ۔۔ مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

جنگ بدر میں ایک سو پچاس (۱۵۰) اونٹ، دس (۱۰) اور بعض روایات کے مطابق تیس (۳۰) گھوڑے، بہت سے ہتھیار اور وہ کھالیں جنہیں قریش تجارت کے لئے لے جا رہے تھے مسلمانوں کو غنیمت میں ملیں مگر اس مال کی تقسیم پر ان کے درمیان اختلاف ہوگیا جس کا سبب یہ تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ مال غنیمت میں ان مجاہدین کا بھی حصہ ہے جنہوں نے جنگ میں شرکت کی تھی یا یہ ان سپاہیوں کا بھی حصہ ہے جو دشمن سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ اس مال غنیمت میں آیا سب کا حصہ برابر تھا یا پیدل اور سوار سپاہ کے درمیان کوئی فرق و امتیاز رکھا گیا تھا۔ المیزان ج ۹ ص ۹

یہ معاملہ پیغمبر اکرم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور سورہ "انفال" کی پہلی آیت نازل ہوئی جس نے مسئلہ مال غنیمت کو روشن کردیا۔

یسئلونک عن الانفال ○ قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله

واصلحوا ذات بینکم واطیعوا الله و رسوله ان کنتم مومنین

(تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں. کہہ دیجیئے یہ انفال تو اللہ اور اس کے رسول کے ہیں. پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات میں فرق نہ آنے دو. اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو).

اس آیۂ شریفہ کی بنیاد پر مال غنیمت خدا اور رسول کا حق ہے. لیکن پیغمبر اکرم نے اس کے تین سو تیرہ (۳۱۳) حصے کرکے اسے سب کے درمیان تقسیم کر دیا تقسیم کے اعتبار سے ہر دو سوار سپاہیوں کے لئے دو اضافی حصے مقرر کئے گئے تھے. شہداء کا حصہ ان کے پس ماندگان کو دے دیا گیا. ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم کے حکم سے مدینہ میں اپنی خدمات انجام دینے کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور وہ وہیں مقیم تھے ان کا بھی حصہ مقرر کیا گیا تھا مغازی ج۱ص۱۰۰ و ۱۰۱

رسول خدا کے حکم کے مطابق قیدیوں کو مدینہ لے جایا گیا. راستے میں پڑنے والی منزلوں میں سے ایک پر دو آدمیوں "نصر بن حارث" اور "عقبہ بن ابی معیط" کو رسول خدا کے حکم سے قتل کر دیا گیا. السیرۃ النبویہ ج ۲-ص ۲۹۸

مذکورہ اشخاص کے قتل کئے جانے کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ دونوں ہی کفر کے سرغنہ اور اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرنے میں پیش پیش رہا کرتے تھے. انہوں نے رسول خدا اور مسلمانوں کو جس بری طرح تکالیف پہونچائی تھیں اس کی ایک طویل داستان ہے. اگر یہ لوگ آزاد ہو کر واپس مکہ پہونچ جاتے تو یہ امکان تھا کہ وہ از سر نو اسلام کی بیخ کنی کے لئے سازشوں میں مشغول ہو جاتے.

چنانچہ ان کا قتل کیا جانا اسلام کی مصلحت کے تحت تھا تا کہ انتقام لینے کی غرض سے ان تمام قیدیوں کو فدیہ وصول کرکے جو کہ (ہزار سے چار ہزار درہم تک تھا) بتدریج آزاد کر دیا گیا. ان میں جو لوگ نادار تھے مگر لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے انہیں آزاد کرنے کی یہ شرط رکھی گئی کہ اگر وہ دس مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھادیں گے تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا.

ان قیدیوں میں چند اشخاص رسول خدا اور حضرت علی (ع) کے رشتہ دار بھی تھے چنانچہ رسول

خدا کے چچا جناب عباس اپنا اور "عقیل" و "نوفل" نامی اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کر کے آزاد ہوئے. اگر چہ ان لوگوں نے پیغمبر اکرم کے نبی ہونے کی شہادت بھی دے دی تھی. تمام قیدیوں میں یہی افراد تھے جو دین اسلام سے مشرف ہو کر واپس مکہ پہونچے الصحیح من سیرۃ النبی ج۲ ص۲۴۳ تا ۲۵۰

ب--فتح و کامیابی کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ جنگ بدر میں کفار کو طاقت اور اسلحہ کے اعتبار سے مسلمانوں پر فوقیت حاصل تھی مگر مسلمانوں کو مختلف عوامل کی بنا پر فتح حاصل ہوئی اور وہ عوامل، دین و اسلام پر ایمان و اعتقاد جیسی نعمت اور مدد خداوندی تھی.

ہم دو اہم عنوانات کے تحت ان عوامل کی وضاحت کریں گے.

۱--معنوی عوامل

۲--مادی اور عسکری عوامل

معنوی عوامل

رسول خدا نے خدا کے اس وعدہ کے مطابق کہ میں تمہیں قریش کے تجارتی قافلہ پر فتح یاب کروں گا لشکر اسلام کو "ذفران" میں پہونچا دیا اور یہی وعدہ ان کے لئے جنگ میں جرات و حوصلہ مندی کا سبب ہوا.

واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انہالکم ،

یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا.

جس روز جنگی کاروائی ہونے والی تھی اسی دن کی شب میں بارش ہوئی جس کے دو فائدے ہوئے

الف۔۔ مسلمانوں کی چونکہ بدر کے کنوؤں تک رسائی نہیں تھی کہ جس سے غسل کرتے اور خود کو ہر طرح کی نجاست سے پاک کرتے۔

ب۔۔ چونکہ بارش کثرت سے ہوئی تھی اس لئے دشمن کی سپاہ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی اور اسے جنگ کی مشق کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن جس طرف مسلم سپاہ تھی وہاں کی زمین کنکریلی تھی جو بارش کے پانی سے مزید پختہ ہو گئی۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ و یذھب عنکم رجز الشیطان و لیربط علی قلوبکم و یثبت بہ الاقدام

اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برس رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعے تمہارے قدم جم جائیں۔

۳۔۔ جس روز جنگ ہوئی تھی اس سے پہلی رات میں مسلمانوں کو عالم خواب میں بشارت ملی تھی اور ان دلوں کو اطمینان ہو گیا تھا۔

۴۔۔ مسلمانوں کی مدد کے لئے تین ہزار فرشتوں کا زمین پر اترنا۔

۵۔۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کی تعداد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، اس سے قبل کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شروع ہو وہ ایک دوسرے کی تعداد کو کم سمجھ رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی جنگ شروع ہوئی دشمن کو مسلمانوں کی تعداد دو گنا نظر آنے لگی۔

قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتافئۃ تقاتل فی سبیل اللہ و اخری کافرۃ یرونھم مثلھم رای العین

(تمہارے لئے ان دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا جو "بدر" میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے بچشم خود دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دو گنا ہے)۔

۶۔ کفار کے دلوں پر مسلمانوں کے اس رعب کا چھا جانا جسے "رعب نصریہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ---

سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب

میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔

۷۔۔سپاہ کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی کے باعث لشکر کفار کا غرور و تکبر۔

واذزین لھم الشیطان اعما لھم و قال لا غالب لکم من الناس وانی جار لکم

اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا کر دیکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

جب ہم اس کامیابی اور غیبی مدد کے بارے میں غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ یہ فتح و نصرت خداوند تعالی کی جانب سے تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبی تم نے ان پر ایک مٹھی خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔

مادی اور عسکری عوامل

۱۔۔پیغمبر اکرم کی دانشمندانہ کمانڈری اور لشکر کی سپہ سالاری نیز آنحضرت کا بذات خود جنگ کی صف اول میں دشمن کے روبرو موجود رہنا۔

امیرالمومنین حضرت علی (ع) فرماتے ہیں کہ ۔۔ جب جنگ و کارزار کے شعلے پوری طرح مشتعل ہوجاتے تو ہم رسول خدا کی پناہ تلاش کرتے اور ہم میں سے کوئی شخص دشمن کے اس قدر نزدیک نہ ہوتا جتنے آنحضرت ہوتے

۲۔۔امیرالمومنین حضرت علی (ع) کے شجاعت مندانہ اور دلیرانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ ۔۔اس جنگ میں بیشتر مشرکین کا خون حضرت علی (ع) کی تیغ سے ہوا۔

جناب علامہ مفید مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں چھتیس (۳۶) مشرک تہ تیغ ہوئے۔ اگرچہ باقی مقتولین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے قتل میں حضرت علی (ع) شریک تھے ارشاد مفید ص ۴۰

چنانچہ حضرت علی (ع) کے عظیم حوصلے اور تقدیر ساز کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے کفار قریش نے آپ (ع) کو "سرخ موت" کا لقب دیا تھا مناقب ابن شہر آشوب ج ۲۔ص ۶۸

سپاہ اسلام کا جذبہ نظم و ضبط، اپنے فرمانداد کے حکم کی اطاعت پذیری، اور میدان کارزار میں صبر و پائداری کے ساتھ ڈٹے رہنا۔

۴۔۔ دشمن کی صورت حال کے بارے میں صحیح و دقیق معلومات اور اس کے ساتھ ہی رسول خدا کی جانب سے جن جنگی حربوں کو بروئے کار لانے کی ہدایت دی جاتی تھی اس کی مکمل اطاعت۔

جنگ بدر کے نتائج

زمانہ کے اعتبار سے "غزوہ بدر" کی مدت اگرچہ ایک روز سے زیادہ نہ تھی لیکن سیاسی و اجتماعی اعتبار سے نیز جو نتائج بر آمد ہوئے ان کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے یہ جنگ نہ صرف مسلمانوں کی تاریخی معرکہ آرائی بلکہ حیات اسلام کو ایک نئے رخ کی جانب لے جانے میں معاون و مدد گار ثابت ہوئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ جنگ دونوں ہی گروہوں کے لئے تقدیر ساز تھی۔ مسلمانوں کے واسطے یہ جنگ اس اعتبار سے اہمیت کی حامل تھی کہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس جنگ میں وہ کامیاب ہوجاتے ہیں (اور ہوئے بھی) تو عسکری طاقت کا توازن بدل کر مسلمانوں کے حق میں ہوجائے گا۔ اور اس علاقے میں ان کے بارے میں غور و فکر کیا جانے لگے گا اور رائے عامہ ان کی جانب ہوگی۔ اس کے علاوہ اور بھی مفید نتائج بر آمد ہوسکتے تھے ان کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔ اس کے برعکس اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوجاتی تو اس کے بعد اسلام کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ چنانچہ رسول خدا کا جنگ سے پہلے کا وہ ارشاد جو بصورت دعا فرمایا اس حقیقت کی تائید کرتا ہے۔

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابة الیوم لا تعبد

پروردگارا اگر آج یہ جماعت تباہ ہو گئی تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا (السیرة النبویہ)

اب ہم اس مسئلے کو کفار کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ اگر وہ اس جنگ میں کامیاب ہو جاتے تو رسول اکرم اور ان مسلمانوں کا قصہ بھی پاک ہو جاتا جو آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ لوگ قریش کے چنگل سے نکل کر مدینہ میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ کے لئے یہ درس عبرت ہو تا کہ وہ آئندہ ایسی جرات نہ کریں کہ دشمنان قریش کو اپنے گھروں میں پناہ دیں۔ اور اہل مکہ کا ان سے کوئی مقابلہ ہو۔

جنگ بدر میں خداوند تعالی کی مرضی سے جو پیشرفت ہوئی اس کے باعث اسلامی معاشرہ نیز مشرک سیاسی، اجتماعی، عسکری اور اقتصادی لحاظ سے بہت متاثر ہوئے بطور مثال۔

۱۔ مسلمانوں بالخصوص انصار کے دلوں میں نفسیاتی طور پر مکتب اسلام کی حقانیت کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ اطمینان و اعتقاد پیدا ہو گیا۔ اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے متعلق ان کی امیدیں اب بہت زیادہ ہو گئیں۔ کیونکہ میدان جنگ میں طاقت ایمان کے مظاہرے کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔

دوسری طرف "جزیرة العرب" کے لوگوں میں اسلام کو برتر طاقت کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا۔ چنانچہ اب سب ہی لوگ رسول خدا اور آنحضرت کے آئین اسلام کی جانب راغب ہونے لگے۔

۲۔ جنگ بدر ایسی طوفان خیز ثابت ہوئی کہ اس نے مخالفین اسلام (مشرکین، یہود اور منافقین) کی بنیادوں کو لرزا دیا۔ چنانچہ ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا ہوا کہ اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اپنی حفظ و بقا کی خاطر اپنے تمام اختلافات کے باوجود یکجا ہو جائیں اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے لئے کوئی راہ تلاش کریں۔

جنگ بدر کے بعد پورے شہر مکہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ قریش کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں

کسی عزیز کے مرنے کی وجہ سے رسم سوگواری نہ منائی گئی ہو۔ اور جو چند قریش باقی بچ رہے انہوں اضطراری حالت کے تحت جلسہ طلب کیا اور وہ اس بات پر غور و فکر کرنے لگے کہ اس ننگ آور شکست کے منفی اثرات کو کیسے دور کریں اور اس کی تلافی کس طرح کی جائے السیرۃ النبویہ ج ۲۔ص ۲۰۲

"ابولہب" کو تو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ جنگ بدر کے بعد دس دن کے اندر اندر ہی غم و اندوہ سے گھل گھل کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

مدینہ میں بھی جس منافق و یہودی نے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے بارے میں سنا اس کا شرم و خجالت سے سر جھک گیا

ان میں بعض نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ ... جنگ "بدر" میں اتنے شرفاء سرداران قوم، حکمرانان عرب اور اہل حرم مارے گئے ہیں کہ اب اس کے بعد ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ زمین کے سینے پر رہنے کے بجائے اس کی کوکھ میں چلے جائیں ور بعض کی زبان پر یہ بات بار بار آ رہی تھی کہ "اب جہاں کہیں پرچم محمدی لہرائے گا فتح و نصرت اس کے دوش بدوش ہو گی،

۳۔۔ جنگ بدر سے مسلمانوں کو جو مال غنیمت ملا اس کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی۔ اور اس کی وجہ سے ان کی ذاتی اور لشکری ضروریات بھی پوری ہو گئیں ہیں۔ ان کے واسطے جنگ کے راستے زیادہ ہموار اور وسیع ہو گئے۔ اس کے مقابل قریش کی اقتصادی زندگی کو سخت نقصان پہونچا۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ تمام تجارتی راستے جو شمال کی طرف جاتے تھے ان کے لئے مخدوش ہو گئے۔ دوسری طرف جنگ میں وہ تمام لوگ مارے گئے جو فن تجارت کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی اقتصادی زندگی کا انحصار انہی کے ہاتھوں میں تھا۔

جنگ احد

غزوۂ بنی قینقاع

جو یہودی مدینہ میں آباد تھے ان کی خیانت و نیرنگی کم و بیش جنگ بدر سے قبل مسلمانوں پر عیاں ہو چکی تھی۔ جب مسلمانوں کو جنگ بدر میں غیر متوقع طور پر مشرکین پر فتح و کامرانی نصیب ہوئی تو وہ سخت مضطرب و پریشان ہوئے اور ان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گئے۔ قبیلۂ بنی قینقاع اندرون مدینہ آباد تھا اور اس شہر کی معیشت اسی کے ہاتھوں میں تھی۔ یہی وہ قبیلہ تھا جس کی سازش و شرارت مسلمانوں پر سب سے پہلے آشکار ہوئی۔

پیغمبر اکرم نے ابتدا میں انہیں نصیحت کی اور اس بات پر زور دیا کہ آنحضرت کے ساتھ انہوں نے جو عہد و پیمان کیا ہے اس پر قائم رہیں۔ اس کے ساتھ ہی مشرکین قریش پر جو گزر گئی تھی اس سے بھی آپ نے انہیں آگاہ کیا۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ خودسری و بے حیائی پر اتر آئے ہیں اور قانون کی پاسداری نیز مذہبی جذبات کی پاکیزگی کا احترام کرنے کے بجائے الٹا اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور مسلمانوں کی عزت و ناموس پر مسلسل اہانت آمیز حملہ کر رہے ہیں تو آپؐ نے نصف ماہ شوال (سنہ ۲ ہجری) میں ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تاکہ اس قضیے کا فیصلہ ہو جائے۔

یہودی تعداد میں تقریباً سات سو سپاہی تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے پندرہ دن تک مقابلہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ رسول خدا نے انہی کی تجویز پر ان کا مال و اسلحہ ضبط کر لیا اور انہیں مدینے سے باہر نکال دیا مغازی ج ۱۔ص ۱۷۶۔ص ۱۷۸

"بنی قینقاع" کے شر پسندوں کو جب اسلحہ سے محروم اور شہر بدر کر دیا گیا تو مدینہ میں دوبارہ امن و اتحاد اور سیاسی پائیداری کا ماحول بحال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی حکومت کے مرکز یعنی مدینہ میں رسول خدا کی سیاسی حیثیت و رہبرانہ طاقت پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم ہو گئی۔ اس

کے علاوہ قریش کے ان حملوں کے مقابل جو وہ انتقام جوئی کی غرض سے کیا کرتے تھے مسلمانوں کا دفاعی میدان کافی محکم و مضبوط ہو گیا۔ اور یہی بات قریش کے اس خط سے جو انہوں نے جنگ بدر کے بعد مدینہ کے یہودیوں کو لکھا تھا عیاں ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں سے آئندہ انتقام جوئی کی غرض سے جنگ کی جائے تو ان اسلام دشمن عناصر سے جو خود مسلمانوں میں موجود ہیں جاسوسی اور تباہ کاری کا کام لیا جائے۔

رسول خدا نے صرف مدینہ میں خیانت کار اور عہد شکن کا ہی قلع قمع نہیں کیا تھا بلکہ ان قبائل پر بھی کڑی نظر رکھے ہوئے تھے جو مدینے کے اطراف میں آباد اور اسلام دشمن تحریکوں نیز سازشوں میں شریک تھے۔ چنانچہ جب بھی حملے کی ضرورت پیش آئی تو آپ کی تلوار بجلی کی مانند کوندتی ہوئی ان جتھوں پر گرتی۔ اور ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیتی "بنی غطفان" اور "بنی سلیم" دو ایسے طاقتور قبیلے تھے جو قریش کے تجارتی راستے پر آباد تھے اور ان کا قریش کے ساتھ سازشی عہد و پیمان بھی تھا۔ ان کے ساتھ جو جنگ ہوئی وہ "غزوہ بنی سلیم" کے نام سے مشہور ہے۔ قبائل "ثعلبہ" اور "محارب" کے ساتھ جو جنگ لڑی گئی وہ غزوہ "ذی امر" کہلائی۔ قریش نے جنگ بدر کے بعد اپنا تجارتی راستہ بدل دیا تھا اور بحر احمر کے ساحل کے بجائے وہ عراق کے راستے سے تجارت کے لئے جانے لگے تھے ان پر جو لشکر کشی کی گئی وہ "سریہ "قروہ" کے عنوان سے مشہور ہوئی۔

مسلم سپاہ کی ہوشمندی اور ہر وقت پیش قدمی کے باعث نو عمر اسلامی حکومت اپنی جاسوسی، ہوشیاری اور لشکر کشی کی اتعداد و اہلیت کی وجہ سے مدینہ کے گرد و نواح میں غالب آ گئی۔ اور اب وہ سیاسی ؍عسکری طاقت کے عنوان سے منظر عام پر آنے لگی۔

تجارتی راستوں پر مسلمانوں کی مستقل موجودگی کے باعث قریش کی اقتصادی و سیاسی طاقت سلب ہو گئی اور ان کے جتنے بھی تجارتی راستے تھے وہ مسلمانوں کے تحت تصرف آ گئے۔

اس عسکری مخابراتی کیفیت کی حفاظت و توسیع اس کے ساتھ ہی سپاہ اسلام کا فطری و جبلی جذبہ، شجاعت و دلیری اور رسول خدا کا دانشورانہ دستور العمل ایسے عناصر تھے جن پر اس وقت بھی عمل کیا

جاتا تھا. جبکہ دین اسلام طاقت کے اعتبار سے اپنے عروج کو پہونچ چکا تھا. تحفظ و توسیع کا اس قدر پاس رکھا جاتا کہ ان مہینوں میں بھی جنہیں ماہ حرام قرار دیا گیا تھا اس مقصد سے غفلت نہیں برتی جاتی تھی.

رسول خدا کی دختر نیک اختر کی شادی خانہ آبادی

جنگ بدر کے بعد جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں دین مبین اسلام کی نامور خاتون حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا حضرت علی (ع) کے ساتھ رشتۂ ازدواج بھی قابل ذکر واقعہ ہے دور جاہلیت کی ایک ناپسندیدہ رسم یہ بھی تھی کہ عرب بالخصوص شرفاء اپنی بیٹیوں کے رشتے صرف ایسے آدمیوں سے کرتے تھے جنہیں دولتمندی، اقتدار پسندی اور جاہ و مرتبہ کے باعث شہرت حاصل ہوتی تھی.

اس رسم کی بنیاد پر بعض شریف زادوں اور مقتدر صحابہ نے رسول خدا کی خدمت میں حضرت فاطمہ علیہا سلام، کے ساتھ اپنی شادی کا پیغام بھیجا. اس مقصد کے لئے انہوں نے گرانقدر مہر ادا کرنے کی بھی پیشکش کی لیکن وہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے کہ اسلام کی نظر میں ان کی جاہ و دولت، اشراف زادگی اور قبائلی ناموری کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے.

اس کے علاوہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا آپ کی وہ دختر نیک اختر ہیں جن کی عظمت و منزلت آیہ "مباہلہ" کی رو سے بہت بلند ہے. بحار الانوار ج ۴۳. ص ۱۰۸

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءنا و نساءکم وانفسنا وانفسکم ○ ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین

علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے حجت کرے تو اے نبی. اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو. آل عمران آیت ۶۱

اور آیۂ "تطہیر" (۳) کے مطابق آپ (ع) کو معصوم اور گناہ سے مبرا قرار دیا گیا ہے.

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل بیت و یطهر کم تطهیرًا

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں پوری طرح پاک رکھے.

ایسی صورت میں آپ (ع) کا شریک حیات ایسے ہی شخص کو بنایا جاسکتا ہے جو فضیلت، تقویٰ، ایمان، اخلاص، زہد، اور عبادت میں آپ (ع) کا ہم پلہ ہو.

چنانچہ جب بھی آپ (ع) کا رشتہ آتا تو رسول اکرم فرماتے.

"انما امرها الی ربها"

یعنی حضرت فاطمہ (ع) کا شادی کا مسئلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ ہے. بحارالانوار ج ۴۳ ص ۱۲۵

اور جب حضرت علی (ع) آنحضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور حضرت زہراء کے لئے اپنا پیغام دیا تو آپ نے اپنی جانب سے اظہار رضامندی کر دی مگر اس شرط کے ساتھ کہ حضرت فاطمہ (س) بھی اس رشتے کو قبول فرمالیں. جب آنحضرت نے اس بات کا ذکر اپنی دختر نیک اختر سے فرمایا تو فاطمہ خاموش رہیں. اس بنا پر رسول خدا نے اس سکوت کو رضامندی کی علامت سمجھا اور فرمایا.

اللہ اکبر سکوتها اقرارها

اللہ سب سے بڑا ہے یہ سکوت ہی اقرار ہے

اس کے بعد آپ نے حضرت علی (ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ۔۔ تمھارے پاس کیا اثاثہ ہے جس کی بنا پر میں اپنی لڑکی کو تمہاری زوجیت میں دے دوں. یہ سن کر حضرت علی (ع) نے عرض کی..

یارسول اللہ میرے ماں، باپ، آپ پر قربان. میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو آپ سے پنہان اور پوشیدہ ہو. میرا کل اثاثہ ایک تلوار، ایک زرہ اور بکتر اور ایک شترِ آب کش ہے.

حضرت علی (ع) کو حکم دیا گیا کہ آپ (ع) اپنی زرہ بکتر فروخت کر دیں. اور اس سے جو رقم حاصل ہو اسے رسول خدا کے حوالے کر دیں.

زرہ بکتر فروخت کرنے سے جو رقم حاصل ہوئی اس میں سے کچھ رسول خدا نے بعض صحابہ کو دی اور کہا کہ اس سے وہ ضروریات زندگی کا سامان خرید لائیں۔ باقی رقم کو آپ نے بطور امانت حضرت "ام سلمہ" کے پاس رکھ دیا۔ بحارالانوار

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا مہر۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی(ع) نے شادی کے لئے جو رقم رسول خدا کو ادا کی وہ کسی طرح بھی پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی اور یہی حضرت زہراء(س) کا مہر تھا۔ چنانچہ اسی رقم سے جہیز اور دلہن کا لباس و سامان آرائش خریدا گیا۔ نیز اسی رقم سے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

رقم کی یہ مقدار درحقیقت "مہر سنت" ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے عمدہ مثال۔ بالخصوص ان والدین کے لئے جو مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ کرکے نوجوانوں کی شادی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ ان کے لئے اچھا سبق بھی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کی حیثیت کا انحصار مہر کی کثیر رقم اور بھاری جہیز پر ہے۔

رسول خدا نے اس اقدام کے ذریعے عام لوگوں کو انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور عورت کے معنوی و روحانی مرتبے کی جانب متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ جب قریش نے یہ اعتراض کیا کہ فاطمہ (س) کو بہت معمولی مہر کی رقم پر علی(ع) کی زوجیت میں دے دیا تو آپ نے فرمایا کہ۔۔ یہ اقدام حکم خدا کے ایماء پر کیا گیا ہے۔ یہ کام میں نے انجام نہیں دیا بلکہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے انجام پایا ہے۔

احمد ابن یوسفی دمشقی نے لکھا ہے کہ جب حضرت زہراء (س) کو معلوم ہوا کہ مہر کی رقم اتنی معین کی گئی ہے تو آپ (س) نے اپنے والد محترم آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ "عام لڑکیوں کی شادی اس وقت طے ہوتی ہے جب مہر کی رقم کے درہم مقرر کرلئے جاتے ہیں۔ اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو میرے اور ان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا۔ اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ مہر کی رقم علی(ع) کو ہی واپس کردیجئے اور اس کے عوض خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ

شفاعت کیجئے کہ میرے مہر کی رقم کے صدقے میں بروز قیامت آپ کی امت کے گناہگار بندوں کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے

شادی کی رسومات

جب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا تو حضرت علی (ع) نے فیصلہ کیا کہ اپنی زوجہ مطہرہ (س) کو وداع کر کے گھر لے آئیں۔ اس مقصد کے تحت آپ (س) نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور اس میں شرکت کی دعوت عام دی اور جب شادی کی رسومات ختم ہوگئیں تو آنحضرت نے اپنی دختر نیک اختر کی سواری کے لئے خچر کا بندوبست کیا اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ دلہن کے آگے آگے چلیں اور خود سواری کے پیچھے چلنے لگے اور اس طرح بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں اور ازواج مطہرات نے زہراء کی سواری کے ساتھ ہمراہی کی۔

حضرت علی (ع) کے گھر پہونچ کر پیغمبر اکرم نے اپنی پیاری بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی (ع) کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت علیؑ کے اوصاف حمیدہ حضرت فاطمہ (س) سے بیان فرمائے۔ اور اسی طرح آپ نے حضرت فاطمہ (س) کی خوش شعاری حضرت علی (ع) سے بیان فرمائی۔ اور اس کے بعد آپ نے دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی بحار ج ۴۳۔ص ۱۱۵ و ۱۱۶

غزوۂ احد

ہجرت کے تیسرے سال کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ان میں "غزوہ احد" قابل ذکر ہے۔ یہ جنگ ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوئی جو خاص اہمیت و عظمت کی حامل ہے۔

ہم یہاں اس جنگ کا اجمالی طور پر جائزہ لیں گے اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا تجزیہ کریں گے۔

غزوۂ احد کی اجمالی تاریخ

جنگ بدر میں ننگ آور شکست کھانے کے بعد قریش نے اندازہ لگالیا کہ رسول خدا کے ساتھ ان کی جو جنگ و پیکار چلی آرہی ہے اس نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے اور یہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ چنانچہ دوسرے مرحلے پر جب انہوں نے نو عمر اسلامی حکومت کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو اس کے لئے انہوں نے وسیع پیمانے پر تیاری کی تا کہ اس طریقے سے اولاً ان مقتولین کا مسلمانوں سے بدلہ لے سکیں جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور دوسرے یہ کہ چونکہ مسلمانوں نے مکہ اور شام کے درمیان واقع جس تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی کردی تھی اسے ان کے چنگل سے آزاد کرا کے اپنی اقتصادی مشکلات کا حل نکالیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی حاکمیت و بالادستی کو بحال کرلیں جو زمانے کے انقلاب کے تحت ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی اور اس کی ساکھ کو اپنے لوگوں نیز اطراف و جوانب کے قبائل پر قائم کرسکیں۔

جن محرکات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ "کعب الاشرف" جیسے یہودیوں کی تگ و دو بھی اس جنگ شعلوں کو ہوا دینے میں موثر و کامیاب ثابت ہوئی۔

مشرکین کے سردار "دارالندوہ" میں جمع ہوئے اور وہاں انہوں نے لشکر کی روانگی جنگ کے مخارج اور اسلحہ کی فراہمی کے موضوع پر گفتگو کی۔ بالآخر بہت زیادہ کوشش کے بعد تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایسا لشکر تیار ہو گیا جس میں (۷۰۰) سات سو زرہ پوش اور باقی پیدل سپاہی شامل تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں (۲۰۰) دو سو گھوڑے اور (۳۰۰) تین سو اونٹ بھی جمع کر لئے۔ سپاہ میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لئے ۱۵ عورتیں بھی ساتھ ہو گئیں۔ چنانچہ اس ساز و سامان کے ساتھ یہ لشکر مدینے کی جانب روانہ ہوا۔ المغازی ج ا ص ۲۱۳ وص ۲۱۴

رسول خدا کے چچا حضرت عباس نے جو مکہ میں قیام پذیر تھے آنحضرت کو قریش کی سازش سے مطلع کردیا۔ دشمن کی طاقت و حیثیت کا اندازہ لگانے اور اس سے متعلق مزید اطلاعات حاصل کرنے کے بعد آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں سے اہل نظر کو جمع کیا اور انہیں پوری کیفیت سمجھا کر اس مسئلے پر غور کیا کہ دشمن کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ اس سے متعلق دو نظریئے زیر

بحث آئے۔

الف۔۔شہر میں محصور رہ کر عورتوں اور بچوں کی مدد حاصل کی جائے اور فصیل شہر کو دفاع کے مقصد کے لئے استعمال کیاجائے۔

ب۔۔شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کامقابلہ کیاجائے۔

معمر اور منافق لوگ پہلے نظریئے سے متفق تھے لیکن جوانوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اسی لئے وہ دوسرے نظریئے کے حامی تھے۔اوراس پر ان کا سخت اصرار تھا۔

رسول خدا نے جانبین کے نظریات اور طرفین کے استدلال سننے کے بعد دوسرے نظریئے کو پسند فرمایااور یہ فیصلہ دیا کہ دشمن کامقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیاجائے۶ شوال کو آپ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے اصحاب کو صبر و شکیبائی اور استقامت و پائیداری کی تلقین فرمائی۔لشکر (۱۰۰۰)ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں صرف (۱۰۰) سو سپاہی زرہ پوش تھے۔ (۱) آپ نے فوج کا علم حضرت علی(ع) کو دیااور جہاد کی خاطر مدینے سے باہر تشریف لے گئے۔

جب لشکر اسلام "شواط' کی حدود میں پہونچا تو منافقین کا سردار "عبداللہ بن ابی" اپنے (۳۰۰) تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ بہانہ بنا کر علیحدہ ہو گیا کہ رسول خدا نے جوانوں کے اس نظریئے کو اس کے مشورے پر ترجیح دی ہے اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس مدینہ آگیا(۲) اس منافق کی روگردانی کے پس پشت دراصل یہ محرک کارفرما تھا کہ جنگ کے حساس و نازک موقعے پر پیغمبر خدا کا ساتھ چھوڑ کر آپ کی قیادت کو کمزور کردے تاکہ سپاہ اسلام کی صفوں میں تزلزل واختلاف پیدا ہوجائے۔

اسی تفرقہ انگیز حرکت کے بعد قبیلہ "خزرج" کے دو طائفوں میں سے "بنی سلیمہ" کے دو طائفے اور قبیلہ "اوس" کے طائفہ بنی حارث کے لوگ بھی اپنی ثابت قدمی میں متزلزل ہونے لگے اور واپس جانا چاہتے ہی تھے کہ خدا کی مدد اور دوسرے مسلمانوں کی ثابت قدمی نے ان کے ارادے کو مضبوط کردیا۔اوراس طرح منافقین کی بزدلانہ سازش ناکام ہو گئی۔چنانچہ قرآن مجید نے بھی سورہ

آل عمران میں اس مسئلے کی جانب اشارہ کیا ہے۔(۱)

اذھمت طائفتین منکم ان تفشلا واللہ ولیھما و علی اللہ فلیتوکل المومنین

(یاد کرو جب تم دو گروہ بزدلی پر آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا، اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے)۔

ہفتہ کے دن ۷ شوال کو احد کے دامن میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔

اگرچہ کوہ احد لشکر اسلام کی پشت پر تھا مگر اس کے باوجود رسول خدا نے "عبداللہ بن جبیر" کے زیر فرمان پچاس کمانداروں کو درہ "عینین" کے دہانے پر اس مقصد کے تحت مقرر کر دیا تھا کہ دشمن کو درے کے راستے سے میدان کارزار میں نہ آنے دیں۔

جنگ کا آغاز دشمن کے سپاہی "ابو عامر" کی تیر اندازی سے ہوا اسی کے بعد جنگ کی نوبت آئی۔ اس مرحلے میں مشرکین کے نو جانباز اور پرچمدار چند افراد کے ساتھ میدان کارزار میں اترے اور سب کے سب حضرت علی (ع) کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔

دوسرے مرحلے پر دشمن کا پورا ریلا مسلم سپاہ پر حملہ آور ہوا، جس پر قریش نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ اس مرتبہ عورتیں اشعار نیز نغمہ و سرود کے ذریعے مردوں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ترغیب دلا رہی تھیں تاکہ اس ننگین داغ کو جو جنگ بدر میں ان کے دامن پر لگا تھا مٹا سکیں۔ لیکن مجاہدین اسلام کی بہادرانہ استقامت و پائیداری اور دشمنوں کی صفوں پر ہر جانب سے حملہ آوری بالخصوص امیر المومنین حضرت علی (ع) حضرت حمزہ اور حضرت ابو دجانہ کی سر شکن پے در پے ضربوں کے باعث مشرکین کی سپاہ میں مقابلے کی تاب نہ رہی اور اس نے اپنی عافیت فراری میں ہی سمجھی۔

جب مشرکین فرار کرنے لگے تو مسلمانوں کے بہت بڑے گروہ نے یہ سمجھا کہ جنگ ختم ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اگرچہ رسول اکرم کی سخت تاکید تھی کہ جن سپاہیوں کو درہ "عینین" کی پہرہ داری پر مقرر کیا ہے وہ اپنی ذمہ داری سے ہرگز غافل نہ

ہوں۔ مگر آنحضرت کی تاکید اور فرمانداروں کی سخت کوشش کے باوجود دس افراد کے علاوہ وہ تمام سپاہی جو اس درہ کی نگرانی پر مامور تھے اپنی پہرہ داری کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

خالد بن ولید دشمن کی سوار فوج کا فرماندار تھا۔ فن حرب کی رو سے درہ "عینین" کی کیا اہمیت ہے اس سے بخوبی واقف تھا۔ اس نے کتنی ہی مرتبہ یہ کوشش کی تھی کہ سپاہ اسلام کے گرد چکر لگائے لیکن مسلمان تیراندازوں نے اسے ہر مرتبہ پسپا کر دیا۔ اس نے جب مسلمانوں کو مال غنیمت جمع کرتے دیکھا تو سرعت کے ساتھ کوہ احد کا چکر لگایا اور ان باقی سپاہیوں کو قتل کر دیا جو وہاں موجود تھے جب درے کی پاسبانی کے لئے کوئی سپاہی نہ رہا تو وہ وہاں سے اتر کے نیچے آیا اور ان سپاہیوں پر اچانک حملہ کر دیا جو مال غنیمت سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔

عورتوں نے جب خالد بن ولید کے سپاہیوں کو حملہ کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے بال بکھیر دیئے اور گریبان چاک کر ڈالے۔ وہ چیخ چیخ کر مشرکین کو اشتعال دلا رہی تھیں اور کوشش کر رہی تھیں کہ جو لوگ فرار کر گئے ہیں وہ واپس آجائیں۔

دشمن کے ان دو اقدام کے باعث اس کی طاقت دوبارہ منظم ہو گئی۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں پر سامنے اور پشت سے حملہ کر دیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے اپنا دفاع کرنا بھی چاہا مگر چونکہ وہ پراگندہ تھے لہذا ان کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

اسی اثنا میں میدان جنگ سے یہ صدا بلند ہوئی کہ "ان محمداً قد قتل" محمد قتل کر دیئے گئے ہیں۔ جب یہ افواہ ہر طرف گشت کر گئی تو لشکر اسلام ان تین دستوں میں تقسیم ہو گیا۔

۱۔۔ ایک دستہ میدان جنگ سے ایسا گیا کہ واپس نہ آیا۔ اور جب تین دن بعد اس کے افراد رسول خدا کی خدمت میں پہونچے تو آنحضرت نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تم نے گویا تنگی سے نکل کر کشادہ راہ اختیار کی تھی اس دستہ میں عثمان بن عفان بھی شامل تھے)

۲۔۔ دوسرے دستے میں وہ لوگ شامل تھے جو فرار کر کے گرد و نواح کے پہاڑوں میں چھپ گئے تھے۔

اور یہ انتظار کررہے تھے کہ دیکھئے کیا پیش آتا ہے۔ ان میں سے بعض حواس باختہ ہوکر یہ کہنے لگے کہ اے کاش ہم میں سے کوئی ہوتا جو "عبداللہ ابن ابی" کے پاس چلا جاتا اور وہ ابوسفیان سے، ہماری امان کے لئے سفارش کرتا۔ طبری ج ۲ ۔ص ۔ ۵۲۰

"انس ابن نصر" کو راہ میں کچھ ایسے لوگ مل گئے جو فرار کر چکے تھے۔ انہوں نے گھبرا کر ان سے دریافت کیا کہ تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ۔۔

رسول خدا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس پر انس نے جواب دیا کہ۔ جب رسول خدا اس دنیا میں نہیں رہے تو یہ زندگی کس کام کی۔ اٹھو اور جہاں رسول خدا کا خون گرا ہے تم بھی اپنا لہو وہاں بہادو

اس گروہ نے جو اکثریت پر مشتمل تھا نہ صرف انس کی بات کا مثبت جواب نہیں دیا بلکہ اسے رسول اکرم کا یہ قول بھی یاد آ گیا کہ۔ اے لوگو فرار کر کے کہاں جا رہے ہو خدا کا وعدہ ہے کہ فتح و نصرت ہمیں حاصل ہوگی۔ لیکن انہوں نے رسول خدا کی ایک نہ سنی اور فرار کرتے ہی چلے گئے۔

سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۳ میں بھی اس امر کی جانب اشارہ ہے

اذ تصعدون ولا تلوون علی احد و الرسول یدعوکم فی اخرکم

(یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے۔ کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا۔ اور تمہارے پیچھے رسول تم کو پکار رہا تھا۔)

۲-- تیسرے گروہ میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے ایسے حساس و نازک موقعے پر بے نظیر ایثار و قربانی کی مثال پیش کی۔ اگرچہ دشمن نے رسول خدا کو ہر طرف سے نرغے میں لے رکھا تھا مگر وہ رسول خدا کے گرد پروانہ وار چکر لگا رہے تھے۔ اور آپ کی ذات گرامی کا ہر طرح تحفظ و دفاع کر رہے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی (ع) نمایاں طور پر آنحضرت کا دفاع کر رہے تھے اور سب سے پیش پیش تھے۔ ایسے تاریخی شواہد و قرائن بھی موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت علی (ع) کے علاوہ سب ہی لوگ فرار کر چکے تھے۔ اور چند لوگ رہ گئے تھے وہ فرار کر کے اپنی جان بچانے

کی فکر میں تھے لیکن امیرالمومنین حضرت علی(ع) بے حد زخمی ہوجانے کے باوجود رسول خدا کا تحفظ و دفاع کر رہے تھے۔ انہوں نے اس راہ میں ایسی استقامت و پائیداری کا مظاہرہ کیا کہ ان کی تلوار تک میدان جنگ میں ٹوٹ گئی۔ اس موقعے پر رسول خدا نے اپنی وہ تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی(ع) کو عنایت فرمائی۔ اور آپ(ع) نے اسی تلوار سے نبرد آزمائی جاری رکھی۔

یہ جذبہء ایثار و قربانی اس قدر قابل قدر تھا کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم کو اس کی مبارک باد دی۔ چنانچہ رسول خدا نے اس فرمان کے ذریعے کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں" اس جذبہء ایثار و قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کا اظہار فرمایا۔

چنانچہ جب ہاتف غیبی کی یہ صدا آئی کہ "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" تو سب لوگ بالخصوص فرار کرنے والے اور اپنی ہی فکر میں غرق لوگ اس بے نظیر جرات مندانہ اقدام کی جانب متوجہ ہوئے۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۱۴

جاں نثاران اسلام کے سرداران حضرت "حمزہ بن عبدالمطلب" دوسرے شخص تھے جو رسول خدا کا تحفظ و دفاع کر رہے تھے۔ اور اسی حالت میں وہ "جبیر بن مطعم" کے وحشی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ السیرۃ النبویہ ج ۳ - ص ۱۲۹

"ابو دجانہ" اور "ام عمارہ" عرف "شیبہ" بھی ان حساس و نازک لمحات میں رسول خدا کے دوش بدوش رہے۔ حوالہ سابق

سپاہ کی دوبارہ جمع آوری۔

رسول خدا کے بدن مبارک پر اگرچہ کاری زخم لگ چکے تھے اور آنحضرت دشمن کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے نہ صرف میدان کارزار سے باہر قدم نکالا بلکہ مسلسل با آواز بلند - الی عباد اللہ، الی عباد اللہ کہہ کر لوگوں کو میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتے رہے۔ بالآخر آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اپنی عسکری طاقت کو دوبارہ منظم کر کے مرکز اور

محاذ کی صف اول میں سے آئے۔(۳)ان سپاہیوں نے بھی تعداد کی کمی کے باوجود جنگ میں ایسے نمایاں کارنامے انجام دیئے کہ کفار کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ پیدا ہو گیا، اور انہیں یہ خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں جنگ کا پانسہ نہ پلٹ جائے اور جو فتح انہیں حاصل ہوئی ہے وہ شکست میں نہ بدل جائے۔ چنانچہ اس خیال کے پیش نظر ابوسفیان نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا، اور جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ الصحیح من سیرۃ النبی ج ۴ ص ۲۷۶

اس طرح جنگ احد کا خاتمہ ہوا جس میں لشکر اسلام کے ستر سپاہی شہید ہوئے اور مشرکین کے بائیس یا تیئیس سپاہی مارے گئے۔

جنگ احد سے جنگ احزاب تک

جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

پہلے مرحلے پر مسلمانوں کی فتح اور دوسرے مرحلے پر اس کے شکست میں بدل جانے کے بعض اسباب کے بارے میں قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے۔ یہاں ہم مسلمانوں کی شکست کے اہم ترین عوامل کا ذکر کریں گے جس سے ان عوامل کی بھی وضاحت ہوجائے گی جن کی وجہ سے مسلمانوں کو پہلے مرحلے میں فتح نصیب ہوئی تھی۔

۱۔۔ سپاہ کے ایک گروہ میں عسکری نظم و ضبط کا فقدان اور رسول خدا کے اس حکم سے روگردانی جس کے بارے میں آپ نے تاکید سے حکم دیا تھا اور درہ "عینین" کے تحفظ و دفاع کے لئے سخت ہدایت کی تھی۔

"ولقد صدقکم الله وعده اذ تحسونهم باذنه حتی اذا فشلتم و تنازعتم فی الامر و عصیتم من بعد ما اریکم ما تحبون"

اللہ نے تائید نصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی تو وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔

۲۔۔ ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت، سپاہیوں کے دلوں میں رسول خدا کی طرف سے بدگمانی (۲) پیدا ہو گئی تھی اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ رسول خدا ہمیں مال غنیمت

میں شریک نہ کریں اسی لئے وہ پناہ گاہوں کو خالی چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے اور اسی بنا پر انہوں نے مال غنیمت کو حکم رسول خدا اور دشمن سے نبرد آزمائی پر فوقیت دی۔

.....منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ

دوسرے مرحلے پر۔بہت بڑی تعداد میں سپاہ کا فرار کر جانا اور رسول خدا کو تنہا چھوڑ دینا اور اس قسم کی باتیں کرنا کہ اے کاش ہم عبداللہ ابن ابی کے پاس چلے گئے ہوتے تاکہ وہ ہمارے لئے ابوسفیان سے ہماری جان کی امان مانگتا۔۔۔ان کے یہ خیالات اس حقیقت کے آئینہ دار تھے کہ ان کے عقیدے میں کمزوری و سستی ہے اور وہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں۔

۳-- غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی انہوں نے اس سے جو مطلب اخذ کیا وہ درست نہ تھا۔انہیں یہ گمان ہو گیا تھا کہ چونکہ دین و آئین حق پر مبنی ہے اس لئے انہیں کبھی دشمن کے ہاتھوں شکست نہ ہوگی۔اور وہ اسلحہ و جنگی وسائل سے خواہ کتنی ہی غفلت برتیں خداوند تعالیٰ بہر صورت غیبی مدد کے ذریعے مشرکین کے مقابلہ ان سے دفاع کرے گا۔ المیزان ج ۴ ص ۴

دوسری طرف وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایمان کا اظہار ہی کامیابی و سعادت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔اور اس گمان میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جہاد راہ خدا میں استقامت و پائیداری کے بغیر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ درحالیکہ قرآن کا ان کے اس غلط گمان کے بارے میں صریح ارشاد ہے کہ

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم الله الذین جاهدوا منکم و یعلم الصابرین۔

(کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے۔حالانکہ ابھی اس نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں وہ کون لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں)

چنانچہ وہ اپنے اس گمان اور خیال خام کے باعث ہی دشمن کے معمولی دباؤ کی وجہ سے میدان کارزار سے فرار کر گئے اور انتہائی مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ.. ھل لنا من الامر آل عمران آیت ۱۵۴

کیااس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے۔اور کیااس دل آزار حالت کے باوجود ہمیں نصرت وفتح حاصل ہو گی؟

۴۔-جب قریش نے یہ افواہ پھیلائی کہ رسول خدا کوقتل کر دیا گیا۔ تو اس سے ایک طرف تو دشمن کی جرات و گستاخی بڑھ گئی اور دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا کیونکہ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ اسلام محض ذات رسول کی وجہ سے قائم ہے۔اوراس گمان نے ہی ان کے دلوں سے جنگ جاری رکھنے کی خواہش و ولولے اور اسلام پر قائم رہنے کے عزم و ارادے کو سلب کرلیا۔اور نوبت یہاں تک آن پہونچی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ .. محمد کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے پہلے کہ قریش تم پر یورش کریں تم خود ہی ان کی طرف بڑھ جاؤاور ان کے ساتھ تعاون کا اعلان کر دو

تعمیری شکست

اس میں شک نہیں کہ مسلمان کو جنگ احد میں شکست فاش ہوئی اور اس کے باعث (۷۰) ستر افراد شہادت سے ہمکنار ہوئے. مگر اس کے باوجود یہی جنگ بعض اعتبار سے درس آموز اور تعمیری بھی ثابت ہوئی. قرآن مجید نے اس کا کلی طور پر جس طرح جائزہ لیا ہے اور اس شکست سے متعلق رسول خدا نے جو موقف اختیار کیا ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شکست درحقیقت تعمیری تھی. کیونکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ ان غلطیوں کی جانب مبذول کرائی گئی جو ان سے سرزد ہوئی تھیں۔اور ان کی کمزوریوں کو ان پر عیاں کیا گیا۔اس کے ساتھ ہی انہیں یہ درس بھی دیا گیا کہ وہ خود کو کس طرح منظم کریں اور جو تلخ تجربات انہیں حاصل ہوئے ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے وہ اپنے حوصلے بلند کریں اوراس شکست کی تلافی کے لئے خود میں ضروری طاقت واعتماد پیدا کریں تا کہ آئندہ جب بھی دشمن سے مقابلہ ہو تو تمھیں نصرت و کامیابی نصیب ہو.

یہاں ہم آیات قرآنی کی روشنی میں ان بعض پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو تعمیری اور درس

آموز ثابت ہوئے۔

الف۔۔اس جنگ میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی۔ اگر قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں خداوند تعالیٰ کی مرضی شامل تھی۔ ما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ (جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہونچا وہ اللہ کے اذن سے تھا)۔

اور وہی مرضی و مشیت الٰہی ہے جو نظام ہستی میں "قانون علیت" کے نام سے جاری و ساری ہے اور اس کی بنیاد پر ہر وجود کی مخصوص علت ہے۔ لیکن اس شکست کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیا ہے اور ان کی اس بات کے جواب میں کہ ۔۔ یہ بلا کہاں سے آ کر ہماری جان کو لگ گئی، صریحاً فرمایا کہ۔ ۔"ھو من عند انفسکم" (یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔) یعنی اس شکست کا سرچشمہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اور اس کے عامل کی تلاش تم اپنے ہی اندر کرو۔

پیغمبر خدا (ص) کے حکم کی خلاف ورزی، پہرہ داری کے فرض سے غفلت جنگ ختم ہو جانے سے قبل مال غنیمت جمع کرنے میں دلچسپی و سرگرمی، میدان کارزار سے گریز اور جہاد سے رو گردانی ایسے افعال ہیں جو تم سے ہی سرزد ہوئے ہیں۔ اور یہ قانون الٰہی ہے کہ جو بھی سپاہی میدان جنگ میں سستی دکھائے گا اور اپنے باخبر و ہمدرد فرماندار کے حکم سے چشم پوشی کرے گا۔ اور دشمن کے بارے میں سوچنے کے بجائے اس کی نظر مال غنیمت پر رہے گی تو ناچار اس کی سزا شکست ہو گی

ب۔۔قرآن مجید نے اس امر کی صراحت کرنے کے بعد کہ اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے کا اصل عامل مسلمانوں کی سستی تھی۔ انہیں یہ بھی بتادیا ہے کہ یہ شکست وقتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتاب مقدس نے یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ وہ اس شکست کے باعث سست و رنجیدہ خاطر اور فتح سے مایوس و ناامید نہ ہوں۔" ولا تھنوا و لاتحزنوا" (دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو) اس کے بعد اس نے یہ ہدایت بھی کی کہ جب تم سستی اور پریشان دلی سے نکل آؤ گے تو "انتم الاعلون ان کنتم مومنین" تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو" اس آیت نے اس بات کی وضاحت کرنے کے علاوہ، کہ ایمان ہی وہ عامل ہے جسے ہر چیز پر برتری حاصل ہے" اس حقیقت کو بھی ان کے گوش گزار کر دیا کہ شکست کا

اصل سبب ان میں روح ایمانی کا ضعف تھا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام ندا ولھا

--- بین الناس (۱۲)

(اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔)

دوسری جگہ اسی بات کو اس پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

(جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ جنگ بدر میں اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں فریق مخالف پر پڑ چکی ہے۔ اے نبی ان سے کہدیجئے کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

اس آیت میں خداوند تعالے نے مسلمانوں کی دلداری کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ تم نے جنگ بدر میں دشمن کے (۷۰) ستر آدمی قتل کئے اور (۷۰) آدمیوں کو ہی قیدی بھی بنایا اور یہ تعداد تمہاری طرف سے جنگ احد میں کام آنے والوں کے دو برابر ہے۔ اس آیت کے ضمن میں خداوند تعالیٰ نے اس امر کی جانب بھی توجہ دلائی کہ اس قادر مطلق کو ہر چیز پر قدرت و توانائی حاصل ہے۔ اور اگر تم اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرلو تو جنگ بدر کی طرح عنایت الٰہی تمہارے شامل حال رہے گی۔

ج -- قرآن مجید نے اس شکست کے جو مثبت پہلو بیان کئے ہیں انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے

ا -- جنگ بدر کے ختم ہونے اور سپاہ میں سے چند لوگوں کی شہادت کے بعد بعض مسلمان یہ آرزو کرتے رہتے تھے کہ وہ بھی شہادت سے سرخ رو ہوں اور باہمی گفتگو میں ان کی زبان پر بھی ذکر آجاتا کہ کاش یہ فخر ہمیں نصیب ہوتا۔ مگر انہی میں چندلوگ دروغ گو اور ظاہر پرست بھی تھے۔ چنانچہ جب جنگ احد کا سانحہ پیش آیا تو وہ لوگ جو حقیقی معنوں میں مومن اور شہادت کے عاشق و تمنائی تھے وہ تو جی جان سے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوئے مگر انہی میں جو لوگ افتراء پرداز و ظاہر دار تھے

انہوں نے جیسے ہی اپنے لئے خطرہ محسوس کیا میدان کارزار سے فرار کر گئے۔ اور ان کا اصلی چہرہ ہمیشہ کے لئے بے نقاب ہو گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوا فقد را یتموا وانتم تنظرون(۴)۔

(تم تو راہ خدا میں شہید ہونے سے قبل موت کی تمنائیں کر رہے تھے لو اب وہ تمہارے سامنے آ گئی اور تم نے اسے آنکھ سے دیکھ لیا)

۲۔۔احد کا سانحہ ایسا حقیقت نما آئینہ تھا جس نے ہر مسلمان کے اصلی چہرے کو آشکار ان کے درجات ایمان کو روشن اور رسول خدا سے کس حد تک تعلق خاطر تھا اسے ظاہر و عیاں کر دیا۔ اس موقعے پر حقیقی مومن و منافقین کی پوری شناخت ہو گئی۔ اور دونوں کی صفیں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ نظر آنے لگیں۔۔۔۔ لیعلم المومنین و یعلم الذین نافقوا(۵) تاکہ مومنوں کو بھی پہچان لیا جائے اور منافقوں کو بھی پہچان لیا جائے۔

اس موقعے پر مومنوں کو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اندازہ ہو گیا۔ اور وہ اپنی اصلاح کے لئے کوشش کرنے لگے۔ اور جنگ احد ایسی آتش ثابت ہوئی جس کی تپش نے کثافتیں اور آلودگیاں دور کر کے انہیں عیوب سے پاک و صاف کر دیا۔ ولیمحص الذین آمنوا(۶) اور وہ اس آزمائش کے ذریعے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں سے اگ کر دینا چاہتا تھا۔)

اس کے ساتھ ہی حضرت علی(ع) حضرت حمزہ، حضرت ابو دجانہ، حضرت حنظلہ، حضرت ام عمارہ وغیرہ جیسے صحابۂ رسول کے چہرے درخشاں و نمایاں ہو گئے۔ ان حضرات نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں دین اسلام اور رسول خدا کے علاوہ کسی چیز کا خیال گمان تک نہیں ہے۔ اس کے برعکس وہ چہرے بھی سامنے آ گئے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ مین یاد کیا ہے۔۔اھمتہم۔۔انفسھم(۷) ان کی ساری اہمیت اپنی ذات ہی کے لئے تھی انہیں بس اپنی ہی جان کی فکر تھی اور دین اسلام و پیغمبر خدا سے کوئی سر و کار نہ تھا۔

آخری وہ بات جس کا استخراج قرآن مجید سے ہوتا ہے یہ ہے کہ۔۔اس قسم کے واقعات کا

ہر قوم و ملت کی زند گی میں رو نما ہونا لازمی امر ہے تا کہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر و آشکار ہو جائے اور ان کی صفیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ جب لوگ اس طرح کے حوادث سے دوچار ہوں گے تو ان کے ذریعے ان کی تربیت ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی ان کے قلب پاک اور صفیں خالص ہو جائیں گی۔

...لیبتلی اللہ مافی صدورکم و لیمحص مافی قلوبکم ا

(تمہارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے)

طاقت کا اظہار

جنگ احد میں مسلمانوں کی غیر متوقع شکست نے مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کو بہت گستاخ و بےباک بنا دیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں سے حقارت و سرزنش کے ساتھ زبان درازی تک کرنے لگے تھے۔ ان اندرونی سازشوں اور افتراء پردازیوں کو ناکام بنانے کے لئے جن کے رونما ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا خداوند تعالیٰ کی طرف سے رسول خدا کو حکم دیا گیا کہ وہ اتوار کے دن ۸ شوال کو دشمن کا تعاقب کریں۔ اس مشق میں وہ لوگ بھی شریک کئے جا سکتے ہیں جو گزشتہ جنگ کے موقعے پر میدان کارزار میں موجود تھے بحارالانوار ج ۲۰ ص ۶۴

اس شرط میں ممکن ہے یہ راز پنہاں ہو کہ رسول خدا یہ چاہتے تھے کہ اس گروہ کو جو جہاد میں شرکت کرنے کے لئے لیت و لعل سے کام لے رہا تھا نفسیاتی و اجتماعی اعتبار سے تنبیہ کر سکیں۔ اور ان سپاہیوں کے لئے یہ بھی درس عبرت ثابت ہو تا کہ گزشتہ جنگ میں ان سے جو تقصیر ہوئی تھی اس کی تلافی ہو سکے اور رسول اکرم پر یہ امر واضح ہو جائے کہ وہ اپنے ایمان اور خلوص میں کس درجے پر ہیں۔ اس کے علاوہ رسول خدا یہ بھی جانتے تھے کہ اس اقدام کے ذریعے کوئی جنگ واقع نہیں ہو گی اور دشمن مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار کر جائیں گے۔ رسول خدا نے مجروحین کو اس جنگی مشق میں شرکت کی دعوت اس لئے دی تھی کہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور ان میں خود اعتمادی پیدا

ہو سکے۔

فوج بالخصوص مجروحین کو جو کاری زخم آئے تھے اور جس رنج و تکلیف سے وہ دوچار ہوئے تھے اس کے کرب کو وہ ابھی تک محسوس کر رہے تھے انہوں نے حکم خدا و رسول پر لبیک کہا۔ اور آنحضرت کے ہمراہ مدینے سے اپنی منزل "حمراء الاسد" کی جانب روانہ ہو گئے۔ قرآن مجید نے ان کے اس مخلصانہ اور ایثار پسندانہ اقدام کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

الذین استجابوا اللہ و الرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم (۲۲)

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا۔ ان میں جو اشخاص نیکو کار اور پرہیز گار ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ قریش کا وہ لشکر جو اس ارادے سے "روحا" اس میں اترا تھا کہ مدینہ جا کر اسے تہس نہس کرے گا جب اسے لشکر اسلام کی روانگی کا علم ہوا اور بالخصوص "معبد خزاعی" نے اس کی کیفیت کو ابو سفیان سے بیان کیا تو اس نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور فرار کر کے مدینہ چلا گیا۔

مسلمانوں نے تین روز تک "حمراء الاسد" میں سپاہ قریش کا انتظار کیا اور دشمن کے دل میں رعب و ہیبت پیدا کرنے کی غرض سے انہوں نے ہر رات میں مختلف جگہوں پر آگ روشن کی۔ چنانچہ جب انہیں یہ اطمینان ہو گیا کہ دشمن مرعوب ہو کر فرار کر گیا ہے تو وہ واپس مدینہ آ گئے۔

سپاہ اسلام کی یہ دلیرانہ جنگی مشق، دشمنان دین، منافقین اور یہود کے حوصلوں پر اثر انداز ہوئی۔ اس کے جو منفی و مثبت اثرات نمایاں ہوئے ان کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔۔ رسول خدا کی دور اندیشی، تدبر و انتقامی صلاحیت، فرمانداری کا بوجھ، قطعی فیصلے کی قوت اور بہر صورت شرک و الحاد کے خلاف استقامت اور پائیداری سب پر روشن و عیاں ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی فرمانداری و قیادت جیسے اوصاف بھی پہلے سے زیادہ ثابت و نمودار ہو گئے۔

۲۔۔ جن سپاہیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے ان کے دلوں میں دوبارہ حملے کی امنگ پیدا ہو گئی۔

گزشتہ چند روز قبل والی جنگ میں شکست کے باعث جو اضطراب و پریشاں حالی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی وہ اب سپاہیوں کے دلوں سے قطعی زائل ہو گئی اور واپس مدینہ آ گئے۔

۳۔۔ وہ دشمن جو اپنی طاقت کے نشے میں چور اور اپنی عسکری طاقت کی برتری کے خیال میں مست مکہ کی جانب چلا جانا چاہتا تھا۔ راستے میں اس کے اسی باطل احساس نے اسے مجبور کیا کہ دوبارہ مدینہ کی طرف رخ کریں اور وہاں پہونچ کر وہ اسلام نیز رسول خدا کا کام تمام کر دیں مگر اس نے جب رسول خدا کی اس فوجی طاقت اور جنگی تیاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کی اسے ہر گز توقع نہ تھی تو اس پر دہشت و سراسیمگی طاری ہو گئی۔ چنانچہ جس طرح جنگ احد سے قبل وہ مایوس و ناکام مکہ واپس گیا تھا اس مرتبہ بھی اسی حالت میں فرار کر کے مکہ پہونچا۔

۴۔۔ مسلمانوں کی شکست ہوئی تھی اس کی خبر یہودیوں اور منافقین نے سارے شہر میں پھیلادی تھی وہ اپنی جگہ یہ فرض کئے ہوئے تھے کہ مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگ چکی ہے کہ وہ اب رسول اکرم کے اطراف سے متفرق ہو جائیں گے اور ان میں اتنا حوصلہ نہ رہے گا کہ اپنی عسکری کاروائی کو جاری رکھ سکیں۔ لیکن اپنی اس خام خیالی کے برعکس جب انہوں نے مسلمانوں کے جذبہ ایثار و قربانی اور دلیرانہ اقدام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو انہیں پہلے سے کہیں زیادہ مایوسی و ناامیدی ہوئی اور وہ لوگ جو مسلمانوں کو حقیر نظروں سے دیکھا کرتے تھے اب خود ہی ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ منہ چھپائے پھرتے تھے۔ اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ جس وقت منافقین کے سرغنہ نے دستور کے مطابق یہ چاہا کہ رسول خدا کے ارشاد سے قبل زبان کھولے اور کچھ کہے تو لوگوں نے اس کے کرتے کا دامن پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا اور دشمن خدا کہہ کر اس پر لعن وطعن کی۔ سیرۃ حلبیہ ج۲

احد اور احزاب کے درمیان فاصلہ

جنگ احد اور جنگ احزاب کے درمیان تقریباً دو سال کا فاصلہ تھا۔ اس عرصے میں مشرکین، بالخصوص مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل اور یہودی، اسلام کے خلاف سازش کرنے میں سرگرم

عمل رہے۔ اور رسول اکرم پوری ذہانت و ہوش مندی اور مکمل آمادگی و ہمت کے ساتھ ان کے ہر حربے کا مقابلہ کرتے رہے۔ رسول خدا دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر اطراف و جوانب میں آباد قبائل کے درمیان تبلیغی جماعتیں بھی بھیجتے رہے۔ لیکن افسوس کہ وہ قبائل مبلغین اسلام کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کے بجائے ان کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔ سانحہ "رجیع" میں وہ چھ مبلغ جنہیں رسول خدا نے دین اسلام کی اشاعت کی خاطر روانہ کیا تھا قبائل "عضل" اور "قارہ" کے لوگوں کی وجہ سے شہید ہوئے۔ اسی طرح "بئر معونہ" کے جانکاہ حادثے میں تقریباً چالیس معلمین قرآن اور مبلغین اسلام قبیلہ "بنی لحیان" اور دیگر قبائل کے ہاتھوں شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ دراصل یہ واقعات و حادثات اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ رسول خدا کی کوشش یہی تھی کہ دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہو۔ اگرچہ آنحضرت اس واقعیت سے بھی بے خبر نہ تھے کہ اس خطے میں دشمن اس تحریک کو روکنے کے لئے اپنی لشکری طاقت کو استعمال کر رہا ہے اور اس راہ میں خطرات و دشواریاں بہت ہیں مگر اس کے باوجود آنحضرت کی یہ تمنا تھی کہ کسی تصادم کے بغیر دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے ذریعے لوگ توحید کی جانب کشاں کشاں چلے آئیں۔

رسول خدا نے جن سریوں اور غزوات میں دشمنوں کا مقابلہ کیا ان کی مختصر فہرست ذیل میں درج ہے۔

۱-- سریہ "ابوسلمہ" میں آنحضرت نے ایک سو پچاس مسلمانوں کے ساتھ شرکت فرمائی اور پہلی محرم سنہ ۴ ہجری کو قبیلہ "بنی اسد" سے مقابلہ ہوا۔

۲-- سریہ "عبداللہ بن انیس" میں "سفیان ابن خالد" کے ساتھ "عرنہ" نامی مقام پر ۵ محرم سنہ ۴ ہجری کو مقابلہ ہوا۔

۳-- "غزوہ بنی نضیر" میں رسول خدا نے "بنی نضیر" قبیلے کے یہودیوں کی شر پسندیوں اور خیانت کاریوں کو روکنے نیز انہیں مدینہ سے شہر بدر کرنے کے لئے ربیع الاول سنہ ۴ ہجری میں شرکت فرمائی

۴-- غزوہ "بدر موعد" میں ابوسفیان کی دریدہ دہنی کا دنداں شکن جواب دینے کے لئے جنگ احد کے بعد

بدر کے علاقہ میں بتاریخ ۱۶ ذی قعدہ سنہ ۴ ہجری میں شرکت فرمائی۔

۵۔۔غزوہ "دومۃ الجندل" میں ان شر پسندوں کی سرکوبی کے لئے رسول خدا نے شرکت فرمائی جنھوں نے مسافروں پر راستے تنگ کر دئے تھے اور ان کے ساتھ ظلم و ستم کا سلوک روا رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی مرکزی حکومت پر بھی دست اندازی شروع کر دی تھی یہ غزوہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا۔

غزوۂ احزاب

غزوہ "احزاب" یا "خندق" رسول خدا کے خلاف دشمنان اسلام کا عظیم ترین اور وسیع ترین معرکہ تھا۔ اس جنگ میں قریش، یہود اور جزیرۃ العرب کے بہت سے بت پرست قبائل نے متحد ہو کر عہد و پیمان کیا تھا کہ مسلمانوں پر ایسا سخت حملہ کیا جائے کہ ان کا کام تمام ہو جائے۔

عملی طور پر یہ سازش اس وقت شروع ہوئی جبکہ یہودی قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں کو دین اسلام کے ہاتھوں کاری ضرب لگی تھی اور انہیں مدینہ سے نکال کر باہر کر دیا گیا تھا۔ یہاں سے انہوں نے مکہ کا رخ کیا تا کہ رسول خدا سے انتقام لینے کے لئے وہ قریش سے گفتگو کر کے ان سے مدد لیں۔

ابو سفیان نے ان کا بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا۔ اور کہا کہ (ہمارے نزدیک عزیز ترین وہ افراد ہیں جو محمد کے ساتھ دشمنی میں ہمارے معاون و مدد گار ہیں) اس کے بعد انہوں نے باہمی طور پر عہد و پیمان کیا اور یہ قسم کھائی کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور ان میں سے جب تک ایک مرد بھی زندہ رہے گا وہ پیغمبر اکرم کے خلاف جنگ و جدال کرتا رہے گا۔

قریش کو جنگ کے لئے آمادہ کرنے کے بعد یہی فتنہ انگیز یہودی نجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں "قبیلہ غطفان" اور قبیلہ "بنی سلیم" سے گفتگو کی اور ایک سال تک خیبر کا محصول ادا کرنے کا وعدہ کر کے انہیں بھی رسول خدا کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دلائی۔

آخر کار اسلام کے خلاف متحدہ محاذ قائم ہو گیا۔ اور تقریباً ایک ہزار ایسے جنگ آزما بہادر جن کا شمار قوی ترین اسلام دشمن عناصر میں ہوتا تھا ابوسفیان کی قیادت میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کی خاطر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

رسول خدا کو جب اس عظیم سازش کا علم ہوا تو آنحضرت نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت " سلمان فارسی " نے یہ تجویز پیش کی کہ خندق کھودی جائے یہ تجویز پسند کی گئی اور فوراً ہی یہ کام شروع کردیا گیا۔

اس زمانے میں مدینہ کا بیشتر علاقہ پہاڑوں، ایک دوسرے سے متصل مکانوں اور نخلستان سے گھرا ہوا تھا۔ چنانچہ یہی سب چیزیں مل کر فصیل کا کام کرتی تھیں۔ اس وقت حد فاصل کوہ " عبیدہ" اور "راتج" کے درمیان کی جگہ اور اسی جانب سے حملہ ہوسکتا تھا۔ رسول خدا نے حکم دیا کہ دس دس آدمی مل کر چالیس چالیس ذراع خندق کھود ڈالیں۔

مسلمان پوری لگن اور خالص دلچسپی و تعلق خاطر کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہوتا تو وہ رسول خدا سے اجازت لے کر اپنے کام سے دست کش ہو کر اس جگہ سے جاتے جہاں انہیں متعین کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یساذنونک اولئک الذین یومنون باللہ و رسولہ (۲۷)

مومن تو اصل وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں۔ اے نبی۔ جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسولؐ کے ماننے والے ہیں۔

اس وقت حضرت سلمان فارسی سب سے زیادہ محنت و ہمت سے کام لے رہے تھے۔ چنانچہ واقدی اور حلبی نے لکھا ہے کہ وہ دس آدمیوں کے برابر کام کر رہے تھے۔ ان کی اس لگن و جانفشانی کو دیکھ کر مہاجر و انصار دونوں کو ہی حیرت ہوتی تھی اور ہر گروہ ان کے بارے میں یہی کہتا تھا کہ "

سلمان ہمارے اپنے ہیں" اور جب رسول خدا نے ان گروہوں کی یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ "سلمان منا اہل البیت" (۲۸) سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

اگرچہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے دوش بدوش خندق کھودنے کے کام میں لگے ہوئے تھے لیکن انہیں جب بھی موقع ملتا کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر رسول خدا سے اجازت لئے بغیر اپنے کام سے دستکش ہوجاتے اور مختلف بہانوں سے محاذ حق کو کمزور کرنے کی جستجو میں لگے رہتے۔(۲۹)

قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لو اذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم "

(اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے چلے جاتے ہیں۔ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے)

خندق کی کھدائی کا کام چھ روز میں یعنی احزاب کی سپاہ کے مدینے پہونچنے سے تین روز قبل مکمل ہو گیا۔ اور تین ہزار جنگجو مسلمان اس کی پشت پر اپنی اپنی جگہ متعین ہو گئے۔ احزاب کی سپاہ کو جب یہ خندق نظر آئی تو وہ مجبوراً خندق کے اس پار ہی رک گئے اور وہیں انہوں نے اپنے خیمے لگائے۔

اندرون مدینہ جنگی محاذ کھولنا

سپاہ احزاب کی کثرت، سامان خوراکی کی کمی، مکہ و مدینہ کے درمیان دوری اور اس قول نے جو قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں نے قریش کو دیا تھا۔ لشکر احزاب کے فرمانداروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ مسلمانوں کو جلد از جلد شکست دینے کے لئے اندرون شہر محاذ قائم کریں۔ چنانچہ "حی ابن اخطب "بنی قریظہ" کے حصار میں داخل ہوا اور اس کے سردار سے گفتگو کی۔ اسے شیطانی مکر و فریب نے مجبور کیا کہ رسول خدا سے معاہدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور اس طرح "بنی قریظہ" کے نو

سو جنگجو سپاہی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ تا کہ خندق کے اس پار جو احزاب کا لشکر پڑا ہوا ہے اسے فتح و نصرت حاصل ہو جائے۔

اس خبر کے پھیلنے سے مسلمانوں میں پریشانی و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ ایک طرف تو دشمن کے دس ہزار سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف "بنی قریظہ" کے یہودی عہد شکنی کر کے دشمن کے ساتھ ہو گئے تھے اس کے ساتھ ہی منافقین نے بھی رسول خدا کو طعنے دینے شروع کر دیئے۔ وہ آنحضرت کا مذاق اڑا کر کہتے تھے کہ .. محمد تو ہمیں "خسرو" اور "قیصر" کے خزانوں کے سبز باغ دیکھا رہے ہیں۔ اور ہماری حالت یہ ہے کہ رفع حاجت تک کے لئے بھی اپنے گھروں سے باہر قدم نہیں نکال سکتے۔ خدا و پیغمبر نے ہمیں فریب کے علاوہ دیا ہی کیا ہے۔

قرآن مجید نے اس بحرانی کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

اذاجاوکم فی فوقکم ومن اسفل منکم واذا زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجرو تظنون بالله الظنوناهنالک ابتلی المومنون و زلزلوا اذلز الاشدیدا

جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئیں تو، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرائیں، کلیجے منہ کو آ گئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا کر مارے گئے)

مومن اس کے باوجود خدا پر توکل اور رسول اکرم سے وعدوں پر اعتماد کر کے ایمان و استقامت پر قائم رہے۔

لما رای المومنون الاحزاب قالوا هذا ما و عندنا الله و رسوله ولصدق الله و رسوله مازادهم الا ایماناً و تسلیماً ۳۶)۔

(اور سچے مومنوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ "یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات بالکل سچی تھی" اور اس واقعے نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا)

لیکن منافق اور "ضعیف الایمان" لوگ ایسے مرعوب و وحشت زدہ ہوئے کہ وہ مختلف بہانے بنا کر یہ کوشش کرنے لگے کہ محاذ جنگ سے فرار کر کے کسی طرح مدینہ چلے جائیں۔

واذقالت طائفة منهم یا اهل یثرب لا مقام لكم فارجعوا یستاذن

فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ان یریدون الا فرار

(جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو۔ تمہارے لئے ٹھہرنے کا اب موقع نہیں ہے۔ پلٹ چلو۔ جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ "ہمارے گھر خطرے میں ہیں، حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ محاذ سے بھاگنا چاہتے تھے)

رسول خدا کی ذمہ داری اس وقت بہت سخت و دشوار تھی۔ ایک طرف تو آنحضرت کو اس سپاہ کے مقابل جس کی تعداد سپاہ اسلام سے دس گنا زیادہ تھی، اپنے کمزور محاذ کو مضبوط و آمادہ کرنا دوسری طرف ان غداروں کی سرکوبی تھی جو اندرون محاذ ریشہ دوانی کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس سپاہ کی دلداری کے لئے جن کے دل مضطرب اور جانیں لبوں تک پہونچ گئی تھیں آپؐ کو حوصلہ افزائی کرنی تھی۔ ان تمام نامساعد حالات کے باوجود جو اس وقت رونما ہو رہے تھے آپ اپنے اصحاب کو فتح و کامرانی کی خوشخبری بھی دے رہے تھے جو ان ظاہری کامیابیوں کے پس پشت پنہاں تھیں

رسول خدا انتہائی سخت و دشوار حالات، یہاں تک کہ بنی قریظہ کی عہد شکنی کے بعد بھی اپنی سپاہ کے حوصلے بلند کرنے کے لئے برابر فتح و کامرانی کا یقین دلا رہے تھے۔

کفر و ایمان

تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا، اور قریش کی کوشش لاحاصل رہی۔ آخر کار سپاہ مکہ کے پانچ عرب دلاور خندق کا وہ حصہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا عرض نسبتاً کم تھا۔ چنانچہ اسے انہوں نے عبور کیا اور سپاہ اسلام کو جنگ کے لئے للکارا۔

سپاہ اسلام میں جوش و اشتعال پیدا کرنے کے لئے "عمرو ابن عبدود" سب سے زیادہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔(۳۹) بعد میں اس نے کہا کہ سپاہ اسلام کو للکارنے کے لئے میں نے شور مچایا کہ میری آواز تک بیٹھ گئی۔

سپاہ اسلام میں حضرت علی (ع) کے علاوہ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی للکار کا جواب دیتا۔ رسول اکرم نے اپنی شمشیر حضرت علی (ع) کو عنایت فرمائی اور آپ (ع) کے حق میں دعا کی۔ جس وقت حضرت علی (ع) "عمرو" کے مقابل آئے تو رسول خدا نے فرمایا۔۔ "برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ" یعنی ایمان کامل اور سراپا شرک ایک دوسرے مقابل آگے ہیں۔

دونوں دلداروں نے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے قبضہء شمشیر کو ہاتھ میں لے لیا۔ اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے امیر المومنین حضرت علی (ع) نے اسے مار گرایا۔

"عمرو" کے ساتھیوں نے جب اسے خاک و خون میں لوٹتے دیکھا تو وہ میدان جنگ سے بے تحاشہ بھاگے۔(۴۰)

"عمرو" کے مارے جانے کے بعد قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔ احزاب کے سرداروں نے جب اپنی انتقام جویانہ کاروائی اور دیگر ان عوامل میں جن کا آئندہ ذکر کیا جائے گا خود کو بے دست دیکھا تو انہوں نے محاصرہ کو جاری رکھنے کا خیال ترک کر دیا اور واپس مکہ چلے گئے۔

غزوہ احزاب میں جانبازان اسلام میں سے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا اور مشرکین کے آٹھ سپاہی مارے گئے اور اس طرح ۲۳ ذی القعدہ سنہ ۵ ہجری کو یہ جنگ ختم ہوئی اور احزاب کا لشکر شرمناک شکست سے دوچار ہو کر اپنے گھروں کو سدھارا۔

غزوات احزاب ،بنی قریظہ اور بنی مصطلق

لشکر احزاب کی شکست کے اسباب

جنگ احزاب میں اسلام کے خلاف شرک کی سب سے بڑی طاقت کے شکست کھا جانے کے مختلف اسباب و عوامل تھے جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں.

۱۔۔ خداوند تعالے کی آشکار اور پنہاں مدد

یا یھاالذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجائتکم جنود فارسلنا علیھم ریحاو جنوداًلم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیراً (۱)

ایمان لانے والو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر کیا ہے. جب تم پر لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر شدید آندھی بھیجدی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں. اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم اس وقت کر رہے تھے.

۲۔۔ لشکر احزاب کے پہونچنے سے قبل خندق کا تیار ہو جانا جس کی وجہ سے نہ صرف دشمن شہر میں داخل نہ ہو سکا بلکہ اس کے حوصلے بھی پست ہو گئے اور نفسیاتی طور پر یہ اس کے لئے کاری ضرب تھی.

۳۔۔ امیر المومنین حضرت علی (ع) کی دلیری و شجاعت مندی کے باعث مشرکین کا سب سے بڑا دلاور "عمرو بن عبدود" ہلاک ہوا. حضرت علی (ع) کی تقدیر ساز کاری ضرب مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے میں نہایت مفید اور کفار کے حوصلے پست کرنے میں انتہائی کار آمد ثابت ہوئی (۲)

۴۔۔ "نعیم ابن مسعود" کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں اختلاف و خلیج کا پیدا ہو جانا. وہ قریش و یہود کے درمیان سر بر آوردہ اور قابل اعتماد شخص تھے. جنگ سے کچھ عرصہ قبل تک وہ محاذ کفر میں شامل

رہے مگر ایک دن خفیہ طور پر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دین اسلام سے مشرف ہونے کے بعد رسول خدا کی اجازت سے انہوں نے جنگی نیرنگی کا حربہ استعمال کیا اور لشکر کفار کے ذہنوں میں شک و وسواس پیدا کر کے احزاب کی تشکیل کو درہم برہم کر دیا۔

انہوں نے سب سے پہلے "بنی قریظہ" کے یہودیوں سے ملاقات کی۔ اور گفتگو کے درمیان انکے دلوں میں قریش کی طرف سے بد گمانی پیدا کر دی۔ اس کے ساتھ بات ہی بات میں انہوں نے قریش کو اس بات کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ سپاہ احزاب کے سامنے یہ شرط رکھیں کہ ہم اس صورت میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں کہ اپنے سرداروں میں سے چند افراد کو ہمارے پاس بطور یرغمال بھیجو۔

اس کے بعد وہ "ابوسفیان" کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ "بنی قریظہ" نے محمد کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ پشیمان ہیں۔ اپنے اس اقدام کی تلافی کے لئے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم میں سے چند لوگوں کو بطور یرغمال پکڑ لیں اور انہیں محمد کے حوالے کر دیں۔

"نعیم" کی کوشش کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ دو گروہ جو باہمی طور پر متحد ہو گئے تھے اب ایسے بدظن ہو گئے کہ ایک نے دوسرے سے جو بھی پیشکش کی اسے رد کر دیا گیا دشمن کے مقابل رسول خدا کی استقامت و پائیداری اگرچہ اس وقت مسلمان دشوار ترین مراحل سے گزر رہے تھے اور پوری فضا ان کے خلاف ہو چکی تھی مگر ان صبر آزما حالات کے باوجود لشکر اسلام اس بات کے لئے تیار نہ تھا کہ دشمن کو ذرہ برابر بھی رعایت دی جائے۔

۶۔۔ رسول خدا کی دانشمندانہ فرمانداری اور مسلسل میدان کارزار میں موجودگی، عین وقت پر صحیح تدبر، سیاسی نیرنگی و جنگی مشق کے باعث بیرونی واندرونی دشمن کے دلوں پر مایوسی کا چھا جانا۔

۷۔۔ فوجی نظم و ضبط، خندق کے نگہبانوں نیز گشتی پہرہ داروں کی زود فہمی اور محاذ جنگ کے متعلق تمام قواعد و آداب جنگ سے مکمل واقفیت۔

۸۔۔ سردی، دشمن کے جانوروں کے لئے چارے کی کمی، میدان کارزار کی مکہ سے دوری، حملہ آور سپاہ

کی جسمانی کوفت بالخصوص اس وقت جبکہ وہ باربار سعی و کوشش کے بعد بھی خندق کو عبور کرنے میں ناکام رہا۔

جنگ "احزاب کا خاتمہ اور مسلمانوں کی یورشوں کا آغاز

اسلامی طاقت کے خلاف جو محاذ قائم کئے گئے اور اس کے خلاف جن امکانات کو بروئے کار لایا گیا ان میں جنگ احزاب، دشمن کی قوت نمائی کا آخری مظہر تھی۔ ایسی عظیم طاقت کا اسلام کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا فطری طور پر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اس دن کی فتح و نصرت کے آگے دشمن کے حوصلے قطعی پست پڑ گئے اور اس کی ہر امید یاس میں بدل گئی۔ چنانچہ یہ وہی چیز ہے جو جنگ احزاب کے ذریعے حاصل ہوئی۔

اور اسی وجہ سے رسول خدا نے مسلمانوں کو خوشخبری دی تھی کہ اس مرحلے پر پہونچ کر اسلامی تحریک کا از سر نو آغاز ہو گا۔ اور اس ضمن میں فرمایا تھا کہ "الیوم نغزوھم ولایغزونا۔ یعنی اس کے بعد ہم ان سے جنگ کریں گے نہ کہ وہ ہم سے آکر جنگ کریں گے۔ ارشاد مفید ص ۵۶

اور اس کے بعد واقعات بھی اسی طرح پیش آئے جیسا کہ رسول خدا نے پیشین گوئی کی تھی۔ مسلمانوں کی فتح و نصرت نے سیاسی، عسکری اور اقتصادی اعتبار سے مشرکین کے پیکر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رسول خدا کی حین حیات تو ان میں اتنی بھی سکت باقی نہ رہی کہ اپنی کمر سیدھی کر سکیں۔ اور اپنی اس شکست و ریخت کی تلافی کر سکیں۔

اس کے برعکس مسلمانوں نے ان مختلف پہلوؤں سے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیا کہ اپنی توانائی اور برتری کے بل پر ہر سازش کو اس سے پہلے کہ وہ وجود میں آئے نیست و نابود کر دیں۔

عہد شکن لوگوں کی سزا

لشکر احزاب اگرچہ وقتی طور پر مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار کر گیا. لیکن وہ داخلی خیانت کار (یہود بنی قریظہ) جو دشمن کے سپاہ کی تعداد، کثیر سامان جنگ اور اس کے پرفریب وعدوں کا شکار ہو گئے تھے اور اس کی فتح و نصرت کا انہیں پورا یقین تھا اب بھی مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے. اس خیال کے پیش نظر کہ وہ عدل و انصاف کے چنگل سے بچ کر نہ نکل جائیں انہیں ان کی خیانت کاریوں کی سزا دینی ضروری تھی.

چنانچہ رسول خدا جیسے ہی غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے فوراً ہی فرشتہ وحی نازل ہوا، اور پیغمبر اکرم کو یہ ہدایت دی کہ آنحضرت "بنی قریظہ" کے قلعہ کی جانب تشریف لے جائیں.

لہذا رسول خدا ۲۳ ذی القعدہ کو تین ہزار جنگجو افراد کو ساتھ لے کر دشمن کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے. اس لشکر کے علم بردار حضرت علی (ع) تھے اور تیزی کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہے تھے مغازی ج ۲. ص ۴۹۶

نماز عصر ادا کرنے کے بعد دشمن کے قلعے کا محاصرہ کیا جو پندرہ یا پچیس روز تک جاری رہا. اس عرصے میں دونوں طرف سے صرف تیر اندازی ہوتی رہی اور اس کے علاوہ کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا.

یہودیوں نے جب دیکھا کہ استقامت میں کوئی فائدہ نہیں تو وہ کچھ غور و فکر کرنے لگے. چنانچہ انہوں نے اس طرح کی تجاویز پیش کیں کہ انہیں مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے. پہلے تو وہ اپنا مال و اسباب بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر بعد میں اس بات کے لئے بھی راضی ہو گئے کہ وہ اپنے ساز و سامان کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں. لیکن رسول خدا کو ابھی تک یہ یاد تھا کہ "بنی قینقاع" اور "بنی نضیر" نے مدینہ سے باہر نکل جانے کے بعد کیا کیا خیانت کاریاں کی تھیں اور آنحضرت یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ عدل و انصاف کے چنگل سے نکل گئے تو ممکن

ہے کہ اسلام کے خلاف نئی سازشیں تیار کرنے میں لگ جائیں۔ اسی لئے آپ نے ان کی تجاویز کو رد کر دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ وہ بلا قید و شرط ہتھیار ڈال دیں۔

محاصرے کو جاری دیکھ کر بنی قریظہ کے واسطے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود کو تسلیم کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور رسول خدا کے حکم سے اسلحہ ان سے لے لیا گیا۔ اور انہیں ایک گوشہ میں حراست میں لے لیا رسول خدا کی تجویز اور مقید یہودیوں کے مشورے سے قبیلہ اوس کے سردار حضرت "سعد بن معاذ" کو، جو کہ جنگ احزاب کے مجروحین میں سے تھے، عدالتِ پاداش کا حاکم مقرر کیا گیا۔

سعد نے مردوں کے قتل، عورتوں اور بچوں کی اسیری اور ان کے تمام مال و اسباب پر بطور مال غنیمت قابض ہو جانے کا حکم صادر کیا۔ جب سعد نے اپنا حکم صادر کر دیا تو رسول خدا نے ان سے فرمایا کہ "سچ تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں تم نے وہی حکم صادر کیا ہے جو خداوند نے سات آسمانوں پر جاری کیا تھا۔"

حضرت سعد ایک مومن، متقی، دانشمند اور سیاستمدار شخص تھے اسی لئے انہوں نے جو فیصلہ صادر کیا وہ اس دور کے اسلامی معاشرے سے واقفیت پر مبنی تھا اور چونکہ وہ خیانت کار و سازش گر عناصر کی کیفیت سے بخوبی واقف تھے اسی لئے انہوں نے اس پہلو کو بھی مدنظر رکھا۔ سعد نیز دیگر مسلمانوں پر بارہا ثابت ہو چکا تھا کہ یہودی شرپسند اور ضدی ہونے کے باعث ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں منہمک رہتے ہیں۔ اگرچہ رسول خدا نے ہمیشہ نرمی و درگزشت سے کام لیا لیکن اس کے باوجود انہی لوگوں نے جنگ احد اور جنگ احزاب کے فتنے کو ہوا دی۔ اور قتل غارت گری نیز تمام نقصانات کے سبب بنے۔

کیا یہ تجربات اس مقصد کے لئے کافی نہ تھے کہ سعد ان خیانت کاروں کے بارے میں وہی اقدام کریں جو رسول خدا "ابوعزہ" خیانت کار کے بارے میں فرما چکے تھے۔

اور وہی بات نہ دہراتے جو رسول خدا کی مبارک زبان سے نکل چکی تھی یعنی مومن ایک

سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا اور وہ بھی (حی ابن خطب) جسے خیانت کار کے بارے میں جس نے تختہ دار پر بھی نہایت گستاخی کے ساتھ رسول خدا سے کہا تھا کہ "اس دشمنی کے باعث جو میرے اور تیرے درمیان ہے میں خود کو قابل ملامت نہیں سمجھتا. سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۳۴۰

اس کے علاوہ "بنی قریظہ" کی خیانت کاریوں پر اگر غور کیا جائے تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ رسول خدا نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ اسلام و یہودیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب وہ عہد شکنی تھی جو اسلام کے ساتھ وہ ہمیشہ کرتے تھے. طائفہ "بنی قینقاع" و "بنی نضیر" کے علاوہ "خیبر" اور "وادی القریٰ" کے یہودیوں کے ساتھ رسول خدا کا جو بزر گوارانہ رویہ رہا اور جس تحمل و بردباری کا آنحضرت سلوک فرماتے رہے نیز "بنی قریظہ" کے ساتھ جو مسالمت آمیز معاہدہ آپؐ نے کیا وہ ان حقائق کو سمجھنے میں ہمیں مدد دیتا ہے.

اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ دشمنان اسلام جب اسلام و یہودیت کی دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے ان واقعات کو بطور سند بیان کرتے ہیں تو وہ یا تو اسلام اور سیرت رسول خدا سے واقف نہیں ہوتے اور یا اس میں ان کی کوئی خاص غرض شامل ہوتی ہے.

اس کے علاوہ جن بعض مسلم مورخین نے اس واقعہء قتل کی صحت کے بارے میں شک و تردید کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کی تقدیر ساز جنگ میں ان کی عظیم خیانت کاری کو نہایت ہی معمولی حادثے سے تعبیر کیا ہے بالفاظ دیگر وہ رسول خدا کے کردار، ایمان کامل کے سراپا کو کفر کے روبرو لے آئے ہیں اور یہودیوں کو انہوں نے کفر کا پاسبان قرار دیا ہے. اس کے ساتھ ہی انہوں نے (غزوہ احد) اور (غزوہ احزاب) میں ان کے مجرمانہ افعال سے بھی چشم پوشی کی ہے. ان کا یہ اقدام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس حقیقت کی جانب توجہ نہیں کی کہ یہودیوں کے اس اقدام میں ان کی کینہ توزی اور اسلام دشمنی ہم "بنی قریظہ" کی اولاد یعنی یہودیوں کی موجودہ نسل، اسرائیل اور ان تمام صیہونیت کے پیرو کاروں میں دیکھتے ہیں جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں.

"بنی قریظہ" کی خیانت کاری اور انہیں اس کی سزا دیئے جانے کے واقعے کو تمام مورخین کے علاوہ محدثین، مفسرین نیز مفید مرحوم، ابن شہر آشوب، قمی، طبری، علامہ مجلسی، اور معاصرین میں علامہ طباطبائی نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے اس بنا پر خیانت کاروں کو ان کے کئے کی سزا دیئے جانے کے بارے میں کسی توجیہ یا خدشے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

غزوۂ بنی قریظہ کا سودمند پہلو

"بنی قریظہ" یہود کا قلع قمع کئے جانے کے بعد مسلمانوں کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ انہوں نے ان جاسوسوں کا خاتمہ کر دیا ہے جو کہ اندرون محاذ سر گرم عمل تھے اور اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے مرکز میں قائم مشرکین کی عسکری و مخابراتی ایجنسی سے کسی داخلی شورش کا خطرہ بھی باقی نہ رہا۔ اور چونکہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ بھی لگا تھا اسی لئے مسلمانوں کی اقتصادی و عسکری طاقت کو ایسی تقویت پہونچی کہ اس کی وجہ سے آئندہ فتوحات بالخصوص یہودیوں پر غلبہ پانے کی راہیں ہموار ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی رسول خدا کا مقام و مرتبہ بحیثیت قائد اور اسلامی طاقت کا رعب و دبدبہ ہر دوست دشمن کے دل میں جم گیا۔

صلح و محبت کا سال

سنہ ۶ ہجری کو "سن الاستناس یعنی انس و محبت کا سال کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ یہ سال مسلمانوں کے لئے نہایت ہی پر خیر و برکت اور ساز گار رہا۔

اس سال مسلمانوں نے تقریباً تیس جنگی معرکے کئے اور بیشتر مواقع پر وہ فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اور دشمن کا بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا ذیل میں ہم مختصر طور پر دو غزوات کا جائزہ لیں گے۔

غزوۂ "بنی مصطلق"

قبیلہ "بنی مصطلق" کی چونکہ جنگ احد میں قریش کے ساتھ سازباز تھی اسی لئے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے جنگی سامان کی فراہمی شروع کردی۔

رسول خدا کو جب ان کی سازش کا علم ہوا تو آنحضرت نے اپنے لشکر کو آمادہ جنگ ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ ماہ شعبان سن ۶ ہجری میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر آپ دشمن کی جانب روانہ ہوئے۔ (مریسع) - نامی مقام پر غنیم سے مقابلہ ہوا۔ اس معرکے میں سازشی گروہ کے دس (۱۰) افراد مارے گئے اور باقی چونکہ مقابلے کی تاب نہ لاسکے اس لئے نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اور چونکہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تھے نیز ان کا مال جو تقریبا دو ہزار اونٹوں اور پانچ ہزار بھیڑوں پر مشتمل تھا بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا۔

قیدیوں کو مدینہ منتقل کرنے کے بعد رسول خدا نے قبیلہ "بنی مصطلق" کے سردار "حارث ابن ابی ضرار" کی لڑکی "جویریہ" سے فدیہ ادا کرنے کے بعد نکاح کرلیا۔

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ اس شادی کے ذریعے قبیلہ بنی مصطلق اور رسول خدا کے درمیان قرابت داری ہوگئی ہے تو انہوں نے فدیہ لئے بغیر ہی تمام قیدیوں کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ بھی رسول خدا کے رشتہ دار ہیں۔

اس پر برکت رشتۂ ازدواج اور رسول خدا نیز مسلمانوں کے حسن سلوک کے باعث قیدیوں کے دل دین اسلام کی جانب مائل ہوگئے۔ اور سب نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور ہنسی خوشی اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ السیرۃ النبویہ ج ۳۔ ص ۳۰۷۔ وص ۳۰۸

۲-- صلح حدیبیہ

سنہ ۵ اور ۶ ہجری کے دوران محاذ حق پر مسلمانوں کو جو پے در پے فتوحات نصیب ہوئیں ان کے باعث سیاسی، اقتصادی نیز عسکری اعتبار سے اسلام کی حیثیت "جزیرۃ نما عرب" میں پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم و پائیدار ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی رسول خدا کے لئے یہ امکانات قوی طور پر روشن ہو گئے کہ قریش کی سازشوں سے بلا خوف و خطر اور اسلحہ و ساز وسامان جنگ کے بغیر مکہ کا سفر اختیار کر کے زیارت کعبہ سے مشرف ہو سکیں۔ لہذا آپؐ نے اندرون و بیرون مدینہ اعلان کرایا کہ لوگ اپنے اس عبادی، سیاسی سفر کی تیاری کریں

تقریباً چودہ، پندرہ سو یا سولہ سو سے زیادہ افراد نے اس سفر پر روانہ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کر دی۔ رسول خدا نے ان سے فرمایا کہ --

اس سفر پر جانے کا ہمارا مقصد جنگ نہیں بلکہ عمرہ کرنا ہے۔ لہذا ہر شخص اپنے ساتھ ایک تلوار اس وجہ سے لے سکتا ہے کہ یہ مسافروں کے لئے ضروری ہے۔

اس کے بعد رسول خدا نے قربانی کے لئے ستر اونٹ اپنے ساتھ لئے۔

رسول خدا نے "ذوالحلیفہ" نامی مقام پر احرام باندھا اور پہلی ذی القعدہ سنہ ۶ ہجری خانہ خدا کی زیارت کی خاطر مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مغازی ج ۲ ص ۵۷۲

مخالفین

مسلمانوں کی اس مختصر تعداد کے ساتھ رسول خدا کا سفر مکہ اختیار کرنا اور وہ بھی عسکری ساز و سامان کے بغیر خطرات سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ قریش اسلام پر کاری ضرب لگانے نیز رسول خدا کو اپنے راستے سے ہٹانے کے علاوہ کچھ سوچتے ہی نہیں تھے اور گزشتہ چند سال کے دوران ان کا

سابقہ رسول خدا کے ساتھ میدان جنگ میں اس طرح پڑا تھا کہ ہر بار منہ کی کھائی تھی. تو جب رسول خدا و صحابہ کی اس مختصر جماعت کے ساتھ دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو گا کہ آنحضرت بغیر اسلحہ کے تشریف لا رہے ہیں تو وہ اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسلام و پیغمبر اکرم کا کام تمام کر دیں گے.

چنانچہ اسی وجہ سے منافقین اور صحرا نشین عربوں نے رسول خدا کے ساتھ مکہ جانے سے اجتناب کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر وہ مسلمانوں کی اس مختصر جماعت کے ساتھ بغیر اسلحہ کے جائیں گے تو ہر گز مدینہ واپس نہ آسکیں گے. اور جب قریش اس جماعت کو معمولی ساز و سامان کے ساتھ دیکھیں گے تو انہیں نیست و نابود کر دیں گے. مغازی ج ۲-ص ۵۷۴

چنانچہ قرآن مجید نے ان کے گمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ --

بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول و المومنون الی اہلیہم ابدا

بلکہ تم نے تو سمجھا کہ رسولؐ اور مومنین اپنے گھروں میں ہر گز پلٹ کر نہ آسکیں گے.

قریش کی مخالفت

مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول خدا ان کے شہر کی طرف تشریف لا رہے ہیں. چنانچہ انہوں نے سپاہ اسلام کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے "خالد بن ولید" کو دو سو سواروں کے ہمراہ رسول خدا کی جانب روانہ کیا.

رسول خدا نے اس خیال کے پیش نظر کہ دشمن سے مقابلہ نہ ہو راستہ کو بدل کر اپنا سفر جاری رکھا. اور "حدیبیہ" نامی جگہ پر قیام فرمایا. لشکر "خالد" بھی رسول خدا کا تعاقب کرتا ہوا سپاہ اسلام کے نزدیک پہونچ گیا اور وہیں اس نے پڑاؤ ڈالا.

رسول خدا حرمت کے مہینے کا پاس و احترام کرتے ہوئے اس مقصد کے تحت جو آپؐ کے پیش نظر تھا کوشاں تھے کہ کسی قسم کا تصادم نہ ہو.

مذاکرات کا آغاز

پہلے قریش نے اپنے نمائندے رسول خدا کی خدمت میں بھیجے تا کہ یہ جاننے کے ساتھ کہ آنحضرت نے یہ سفر کس مقصد سے اختیار کیا ہے ضروری اطلاعات بھی حاصل کرلیں. رسول خدا نے نمائندگان قریش کو جواب دیتے ہوئے تاکید سے فرمایا کہ ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارا تو مقصد عمرہ اور زیارت کعبہ سے مشرف ہونا ہے لیکن قریش نے ایسی سختی اختیار کی کہ وہ کسی طرح بھی پیغمبر اکرم کی مسالمت آمیز روش کے ساتھ نرمی برتنا نہیں چاہتے تھے. بلکہ انہوں نے رسول خدا کے اس نرم رویئے کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لشکر کے پچاس سپاہیوں کو اس کام کے لئے مقرر کردیا کہ وہ سپاہ اسلام کے نزدیک پہونچیں اور چند لوگوں کو گرفتار کرکے لے آئیں. لیکن سپاہ اسلام کے پاسبان چونکہ مستعد تھے انہوں نے ان سب کو گرفتار کرلیا. اور رسول خدا کی خدمت میں پیش کردیا. رسول خدا نے انہیں یہ بتانے کے لئے کہ آپؐ کا رویہ صلح جویانہ ہے ان سب کو آزاد کردیا.

جب نمائندگان قریش کی آمد و رفت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو رسول خدا نے اپنے نمائندے قریش کی جانب روانہ کئے. لیکن انہوں نے نمائندگان کے ساتھ بدسلوکی کی. ان میں سے ایک کے پیچھے اونٹ دوڑا کر ان کی جان لینے کا قصد کیا اور دوسرے کو اپنے پاس روک لیا. السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۳۳۵

بیعت رضوان

جب رسول خدا کے آخری نمائندے (عثمان) واپس نہ آئے تو اس افواہ کو تقویت ملی کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے چنانچہ یہ بات رسول خدا اور مسلمانوں پر بہت شاق گزری.

اس پر رسول خدا نے فرمایا کہ.. جب تک قریش کے معاملے کا تصفیہ نہ ہوگا ہم یہاں سے نہیں جائیں گے. اور آنحضرت نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں آپ کے دست

مبارک پر بیعت کریں۔ مسلمین نے اس درخت کے نیچے جس کا نام "سمرہ" تھا یہ بیعت کی کہ مرتے دم تک ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ یہی وہ بیعت ہے جسے "بیعت رضوان" سے کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ ○ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینتہ علیھم و اثابھم فتحا قریبا (۳۲)

(اللہ مؤمنین سے اس وقت خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اسی لئے اس نے ان پر سکون نازل فرمایا۔ اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی)

جب لوگ رسول خدا کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تو معلوم ہوا کہ آپ کا نمائندہ قتل نہیں ہوا ہے۔

اس وقت کے بعد قریش نے "سہیل بن عمرو" کو مصالحت کی غرض سے رسول خدا کی خدمت میں روانہ کیا۔ طویل بحث و گفتگو کے بعد صلح کا پیمان کیا گیا جس کی بنیاد پر طرفین میں یہ عہد ہوا کہ دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں گے۔ اس سال تو مسلمان اسی جگہ سے واپس مدینہ چلے جائیں لیکن آئندہ سال بیت اللہ کی زیارت کو آسکتے ہیں۔ مسلمین و مشرکین کو اپنی دینی رسومات ادا کرنے کی اجازت ہوگی۔ طرفین کو اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ وہ جس قبیلے سے بھی چاہیں اپنا عہد و پیمان کرلیں۔ اگر قریش کے کسی فرد نے مسلمانوں کی پناہ لی تو ان کے لئے یہ لازم ہوگا کہ وہ اسے واپس کریں۔ لیکن قریش پر یہ پابندی عائد نہ ہوگی کہ وہ بھی کسی مسلمان پناہ گزین کو واپس کریں۔

جب صلح کا عہد و پیمان ہو گیا تو رسول خدا اور مسلمانوں نے اپنی قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا، سروں کے بال ترشوا کر احرام سے باہر نکلے اور مدینہ واپس آگئے   السیرۃ النبویہ ج ۳۔ ص ۳۲۳

صلح حدیبیہ کے سیاسی، اجتماعی اور مذہبی فوائد

بعض مسلمانوں کی رائے کے برخلاف (۳۴) صلح حدیبیہ اسلام کی عظیم الشان فتح و کامرانی تھی ۔ چنانچہ قرآن نے اسے "فتح مبین" کے عنوان و نام سے یاد کرتے ہوئے فرمایا ہے۔۔

انا فتحنالک فتحا مبینًا

اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کردی

اور رسول خدا نے اسے "اعظم الفتوح" یعنی فتوحات میں عظیم ترین فتح سے تعبیر فرمایا ہے (۳۶)

اس دور کے اسلامی معاشرے کے لئے اس فتح و نصرت کے بہت سے عمدہ و سودمند نتائج بر آمد ہوئے۔ جن میں سے ہم بعض کا ذکر ذیل میں کریں گے۔

۱۔۔ رسول خدا کی پیشقدمی کے باعث ایک طرف تو صلح و امن کے امکانات روشن ہوگئے اور دوسری طرف مکہ کے توہم پرست لوگوں پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ رسول خدا کے دل میں حرمت کے مہینوں، شہر مکہ اور خانہ خدا کے لئے بہت زیادہ عقیدت و احترام ہے۔

۲۔۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے اسلام کو قبائلی سطح پر تسلیم کر لیا گیا اور قریش کے دلوں پر اس کی طاقت و عظمت قائم ہوگئی اس صلح کے باعث ہی جزیرہ نماعرب میں اسلام کے وقار کو بلندی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے اثر و رسوخ کے امکانات وسیع ہوگئے۔

۳۔۔ مسلمانوں پر اس وقت تک جو پابندیاں عائد تھیں وہ ختم ہو گئیں۔ چنانچہ اس باہمی ربط و ضبط کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگوں نے اسلام کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ اب واقفیت حاصل کی۔

۴۔۔ جزیرہ نماعرب میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے مناسب میدان ہموار ہو گیا۔ اب تک مختلف

قبائل کے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمی اور بد گمانی تھی ان کے افراد کو جب رسول خدا نے صلح پسندی کی دعوت عام دی تو وہ لوگ اسلام کے بارے میں از سر نو غور و فکر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس کی وجہ سے وہ رسول خدا نیز مسلمانوں کے زیادہ نزدیک آ گئے۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان تقریباً دو سال کا فاصلہ ہے اور یہ فتح اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے باعث مسلمانوں کے اثر و رسوخ میں روز بروز اضافہ ہوا۔

۵-- اس فتح کے باعث ہی مسلمانوں پر "فتح خیبر" کی راہیں کھلیں۔ درحقیقت یہ یہود کا وہ سرطانی غدود تھا جو اسلامی حکومت کے لئے بہت بڑا خطرہ بنا ہوا تھا۔ مکہ کا شمار بھی اس دور کی محکم ترین اساسگاہ میں ہوتا ہے۔ اس کا بھی قلع قمع اسی فتح کے بعد ہوا۔ اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ عرب معاشرے میں جو انقلاب رونما ہوا تھا اب وہ حجاز کے حدود سے باہر پہونچنے لگا۔ چنانچہ یہ صلح حدیبیہ کا ہی فیض تھا کہ رسول خدا کو یہ موقع مل گیا کہ آنحضرت ایران، روم، حبشہ جیسے ممالک کے حکمرانوں کو متعدد خط روانہ کریں اور انہیں دعوتِ اسلام دیں۔

جنگ موتہ

حجاز سے یہود کے اثر و رسوخ کا خاتمہ

دنیا کے ارباب اقتدار کو دعوت اسلام

صلح "حدیبیہ" کے بعد رسول خدا کو قریش کی جانب سے اطمینان خاطر ہو گیا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ آنحضرت حجاز کی محدود سرزمین کے باہر تبلیغ دین کے دامن کو وسعت دیں۔ چنانچہ آپ نے دنیا کے ارباب اقتدار کو دین اسلام کی دعوت دینے کا عزم کرلیا۔ اور ماہ محرم سنہ ۷ ہجری میں چھ سفیر رسول خدا کے چھ خط لے کر ایران، روم، حبشہ، مصر، اسکندریہ و یمامہ کی جانب روانہ ہوئے

رسول خدا کے خطوط جب مذکورہ بالاممالک کے بادشاہوں تک پہونچے تو ان میں سے ہر ایک کا مختلف رد عمل ظاہر ہوا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور روم کے فرمانروا "ہرقل" نے آنحضرتؐ کے رسول خدا ہونے کی شہادت و گواہی دی۔ اور کہا کہ انجیل سے ہمیں آپؐ کی آمد کے بارے میں خوشخبری مل چکی ہے۔ اور ہماری تو یہ آرزو تھی کہ آپؐ کی رکاب میں رہنے کا شرف حاصل کریں

مصر اور اسکندر کا فرمانروا "مقوقس" اگرچہ دین اسلام سے تو مشرف نہ ہو سکا لیکن رسول خدا کے خط کا جواب اس نے بہت نرم لہجے میں دیا اور ساتھ ہی چند تحائف بھی روانہ کئے۔ انہی میں حضرت "ماریہ قبطیہ" بھی شامل تھیں جن کے بطن سے رسول خدا کے فرزند حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی طبقاتُ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۰

"تخوم شام" کے حاکم "حارث بن ابی شمیر" یمامہ کے فرمانروا "سلیط بن عمرو" اور بادشاہ ایران "خسرو پرویز" نے اس بنا پر کہ ان کے دلوں میں حکومت کی چاہ تھی رسول خدا کے خط کا جواب نفی

میں دیا۔

بادشاہ ایران نے رسول خدا کے نامۂ مبارک کو چاک چاک کرنے کے علاوہ یمن کے فرمانروا کو اس وجہ سے کہ وہ اس کے تابع تھا اس کام پر مقرر کیا کہ دو افراد کو حجاز بھیجے تا کہ رسول خدا کے بارے میں تحقیقات کریں۔ طبقات الکبریٰ ج ۱۔ص ۲۶۲

رسول خدا جب "صلح حدیبیہ" کے فیض و برکت سے جنوبی منطقے (مکہ) کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو آپؐ نے فیصلہ کیا کہ وہ یہودی جو مدینہ کے شمال میں آباد ہیں ان کے مسئلے کو یک طرفہ کر دیں کیونکہ ان کا وجود اسلامی حکومت کے لئے خطرہ ہونے کے علاوہ شمالی حدود میں اسلام کی توسیع و تبلیغ میں بھی مانع تھا۔ جن حالات کے تحت بڑی طاقتوں نے خواہ رسول خدا کے قطعی فیصلے اور عزم راسخ کی بنیاد پر دین اسلام قبول کیا تھا خواہ انہیں حکومت کی چاہ نے شدید رد عمل کے لئے مجبور کیا ہو۔ بہر صورت ضروری تھا کہ اسلامی حکومت کا اندرونی حلقہ ان خیانت کار عوامل اور ان غدار اقلیتوں سے پاک و صاف رہے جو دشمن کے ساتھ سازباز کئے ہوئے تھیں۔ تا کہ جنگ "احد" "احزاب" جیسے واقعات دوبارہ رونما نہ ہوں۔ اور ایسا میدان ہموار ہو جائے کہ بالفرض باہر سے کسی عسکری و اقتصادی خطرے کا احتمال ہو تو اس کا سد باب کیا جا سکے۔

غزوۂ خیبر

خیبر یہودیوں کی مضبوط ترین عسکری اساسگاہ تھی کہ جس میں دس ہزار سے زیادہ جنگجو سپاہی مقیم تھے۔ رسول خدا نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس جگہ کو ان کے وجود سے پاک کیا جائے۔ چنانچہ ماہ محرم سنہ ۷ ہجری میں سولہ سو جنگ آزما سپاہیوں کو ساتھ لے کر آپؐ مدینہ سے خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ اور راتوں رات ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس لشکر کے پرچمدار بھی حضرت علی (ع) ہی تھے۔

قلعہ داروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اہل و عیال کو ایک قلعے میں اور ساز و سامان و خوراک دوسرے

قلعے میں جس کا نام "آمن" تھا محفوظ کردیں۔ اس اقدام کے بعد انہوں نے ہر قلعے کے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ مسلم سپاہ کو قلعے کے اندر داخل ہونے سے روکیں۔ اور اگر ضرورت پیش آئے تو اس دشمن سے جو قلعے کے باہر موجود ہے جنگ کریں۔ مغازی ج ۲ ص ۶۳۷

سپاہ اسلام نے دشمن کے سات قلعوں میں سے پانچ قلعے فتح کر لیئے جس میں تقریباً پچاس مجاہدین اسلام زخمی ہوئے اور ایک کو شہادت نصیب ہوئی۔

باقی دو قلعوں کو فتح کرنے کے لئے رسول خدا نے پہلے ابو بکر کو پرچم دیا مگر انہیں اس مقصد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی اگلے دن عمر کو سپاہ کی فرمانداری دی گئی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

تیسرے دن حضرت علی (ع) کو قلعہ فتح کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ آپ (ع) نے پرچم سنبھالا اور دشمن پر حملہ کرنے کے روانہ ہو گئے۔

یہود کے بہادروں میں "مرحب" کا نام شجاعت و دلیری میں شہرت یافتہ تھا وہ زرہ و فولاد میں غرق قلعے سے نکل کر باہر آیا۔ دو جانبازوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے اور کاری ضرب لگاتے رہے۔ اچانک حضرت علی کی شمشیر براں مرحب کے سر پر پڑی۔ جس کے باعث اس کے خود اور استخوانِ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ مرحب کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے چنانچہ فرار کر کے قلعے میں پناہ گزیں ہوئے۔ جہاں انہوں نے اپنے اوپر اس کا دروازہ بھی بند کر لیا اور حضرت علی (ع) نے اپنی روحانی طاقت اور قدرت خدا کی مدد سے قلعے کے اس دروازے کو جسے کھولنے اور بند کرنے پر بیس آدمی مقرر تھے اکھاڑ لیا اور اسے باہر بنی ہوئی خندق پر رکھ دیا تا کہ سپاہی اس پر سے گزر کر قلعے میں داخل ہو سکیں

امیر المومنین حضرت علی نے دشمن کے سب سے زیادہ محکم و مضبوط قلعہ کو فتح کر کے فتنۂ خیبر کا خاتمہ کر دیا۔ اور یہودیوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ اس جنگ میں پندرہ مسلمان اور ترانوے یہودی تہ تیغ ہوئے۔ مغازی ج ۲ ص ۷۰۰

یہودیوں پر فتح پانے کے بعد اگر رسول خدا چاہتے تو تمام خیانت کاروں کو سزائے قتل دے سکتے تھے، انہیں شہر بدر اور ان کے تمام مال کو ضبط کیا جاسکتا تھا۔ مگر آنحضرتؐ نے ان کے حق میں در گذشت اور فراخ دلی سے کام لیا چنانچہ انہی کی تجویز پر انہیں یہ اجازت دے دی گئی کہ اگر چاہیں تو اپنے ہی وطن میں رہیں اور اپنے دینی احکام کو پوری آزادی کے ساتھ انجام دیں۔ بشرطیکہ ہر سال اپنی آمدنی کا نصف حصہ بطور جزیہ اسلامی حکومت کو ادا کریں۔ اور رسول خدا جب بھی مصلحت سمجھیں گے انہیں خیبر سے نکال دیں گے۔ تاریخ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۵

غزوہ خیبر میں "حی بن اخطب" کی دختر صفیہ دوران جنگ مسلمانوں کی قید میں آئی تھیں۔ رسول خدا نے "غزوہ خیبر" سے فراغت پانے کے بعد پہلے تو انہیں آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔ اسی عرصے میں یہ اطلاع ملی کہ حضرت "جعفر بن ابی طالب" حبشہ سے واپس آ گئے ہیں۔ جسے سن کر آنحضرت نے فرمایا کہ۔۔ ان دو خبروں میں سے کس پر اپنی مسرت کا اظہار کروں۔ جعفر کی آمد پر یا خیبر کے فتح ہونے پر۔ بحار الانوار ج ۲۱ ۔ص ۲۵

فدک

خیبر کے یہودیوں پر فتح پانے کے بعد مسلمانوں کا سیاسی، اقتصادی اور نظامی مقام و مرتبہ بہت بلند ہو گیا۔ اس منطقے میں آباد یہودیوں پر کاری ضرب لگی اور ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔

رسول خدا کو جب خیبر کے یہودیوں کی طرف سے یکسوئی ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی (ع) کو وفد کے ہمراہ فدک کے یہودیوں کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ یا تو وہ دین اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں اور یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

فدک کے یہودی اپنی آنکھوں سے خیبر کے یہودیوں کی شکست و ریخت دیکھ چکے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ انہوں نے رسول خدا کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اسی لئے انہوں نے صلح کو قتل قید و بند پر ترجیح دی۔ اور اس بات کے لئے آمادہ ہو گئے کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک

کیا جائے جو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ رسول خدا نے ان کی درخواست قبول کرلی چونکہ فدک کسی جنگ و خون ریزی کے بغیر فتح ہو گیا تھا اسی لئے اسے خالص رسولؐ کی ذاتی ملکیت میں شامل کرلیا گیا۔ اس جگہ کے متعلق ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے رسول خدا نے فدک اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو عطا کردیا۔ تفسیر البرہان

غزوۂ وادی القریٰ

رسول خدا نے یہود کی "خیبر" اور "فدک" جیسی پناہ گاہوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد "وادی القریٰ" کی تسخیر کا ارادہ کیا اور یہودیوں کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ قلعہ بند رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تو انہوں نے بھی اپنی شکست تسلیم کرلی۔ رسول خدا نے ان کے ساتھ بھی وہی عہد و پیمان کیا جو اس سے قبل خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیا جاچکا تھا۔(۱۷)

"تیماء" کے یہودیوں نے کہ جو "تیماء یہود" کے نام سے مشہور تھا اور اس کے باشندے رسول خدا کے سخت دشمن تھے۔ جب دوسرے بھائیوں کی یہ حالت دیکھی تو ان سے درس عبرت حاصل کیا اور اس سے قبل کہ رسول اسلام ان کی گوشمالی کے لئے ان کی جانب رخ کریں وہ خود ہی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ وعدہ کرکے کہ "جزیہ" ادا کریں گے رسول خدا سے معاہدہ صلح کرلیا ۔اور اس طرح حجاز میں جتنے بھی یہودی آباد تھے انہوں نے اپنی شکست قبول کرلی اور یہ تسلیم کرلیا کہ اس منطقے کی اصل طاقت اسلام ہی ہے۔

مکہ کی جانب روانگی

جب حجاز میں اندرونی طور پر امن بحال ہو گیا، اور دشمنوں کو اسلحہ سے بے دخل کرکے شورشوں اور سازشوں کا قلع قمع کردیا گیا نیز صلح "حدیبیہ" کو ایک سال گزر گیا تو رسول خدا نے فیصلہ

کیا کہ اصحاب کے ہمراہ مکہ تشریف لے جائیں اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوں۔ چنانچہ بتاریخ اول ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں آنحضرت دو ہزار مسلم افراد کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔

وہ قافلہ جو عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوا تھا اس کے آگے آگے سو مسلح گھڑ سوار چل رہے تھے تاکہ دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو وہ ان مسافرین کا دفاع کر سکیں جن کے پاس اتنا ہی اسلحہ تھا جیسے عام مسافر وقت سفر ان دنوں رکھا کرتے تھے۔

جس وقت مسلح سپاہ اسلام کا پیش دستہ "مراء ظہران" (۲۱) نامی مقام پر پہونچا تو قریش کے سرداروں کو مسافرین کی آمد کا علم ہوا۔ چنانچہ انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اسلحہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا صلح "حدیبیہ" کے معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

اس پر رسول خدا نے فرمایا کہ.. ہم اسلحہ ساتھ لے کر حرم میں نہیں جائیں گے۔ مشرکین نے مکہ خالی کر دیا۔ اور اطراف کے پہاڑوں پر چڑھ گئے تاکہ رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کی تبلیغ سے محفوظ رہتے ہوئے ان کی حرکات نیز افعال کا مشاہدہ کر سکیں۔

رسول اکرم خاص جاہ و جلال کے ساتھ مکہ میں تشریف فرما ہوئے۔ جس وقت آپؐ خانہ کعبہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے تو فضا "لبیک اللھم لبیک" کے نعروں سے ایسی گونج رہی تھی کہ جس سے مشرکین کے دلوں پر غیر معمولی رعب و خوف طاری ہو گیا۔

ناقۂ رسول اکرم کی زمام حضرت "عبداللہ بن رواحہ" پکڑ کر چل رہے تھے۔ وہ نہایت ہی فخریہ انداز میں رجزیہ بیت پڑھ رہے تھے۔

خلوابنی الکفار عن سبیلہ خلوافکل الخیر فی رسولہ

اے کفار کی اولاد رسول خدا کے لئے راستہ صاف کر دو۔ انہیں آگے آنے کے لئے راستہ دو کیونکہ آنحضرت ہر خیر کا منبع اور ہر نیکی کا سرچشمہ ہیں۔

رسول خدا پر اصحاب رسول پروانہ وار نثار تھے۔ چنانچہ آپؐ ان کے حلقے میں خاص رعب و

دبدبے کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ اور طواف کرنے کے لئے "مسجد الحرام" میں تشریف لے گئے۔

اس سیاسی عبادی سفر سے جس قدر ممکن ہوسکتا تھا فائدہ اٹھانے کی خاطر رسول خدا نے فرمایا کہ زائرین زیادہ سے زیادہ اپنی دینی قوت کا مظاہر کریں۔ (۲۳) نیز جس وقت طواف کریں تو حرکت تیزی کے ساتھ کی جائے۔ احرام کے کپڑے کو اپنے جسم کے ساتھ اس طرح لپیٹیں کہ قوی و تومند بازو لوگوں کو نظر آئیں تاکہ دیکھنے والوں پر ان کی ہیبت طاری ہوجائے۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۲

ظہر کے وقت حضرت "بلال" کو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر جائیں اور اذان دیں تاکہ خداوند تعالی کی وحدانیت اور رسول خدا کی عظمت مجسم کا اہل مکہ عینی مشاہدہ کر سکیں۔ اور جو لوگ فرار کر کے پہاڑوں پر چلے گئے ہیں وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اب وقت فرار گزر چکا ہے۔ واپس آجاؤ نماز اور فلاح و بہبود کی جانب آنے میں جلدی کرو۔

حی علی الصلواۃ، حی علی الفلاح

حضرت بلال کی اس آواز نے قریش کے سرداروں پر ہر کچل دینے والی ضرب اور ہر شمشیر براں سے زیادہ اثر کیا۔ اور انتہائی طیش و غضب میں آکر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے باپ دادا اس غلام کی آواز سننے سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے اور انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

اس طرح "عمرۃ القضا" ادا ہوا۔ جس کے ذریعے خانۂ کعبہ کی زیارت بھی ہو گئی اور عبادت بھی۔ اس کے ساتھ ہی کفر کو اسلام کی طاقت کا اندازہ اور آئندہ سال فتح مکہ کا میدان بھی کامیابی کے ساتھ ہموار ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بہت سے سیاسی، عسکری اور ثقافتی اثرات نہ صرف اہل مکہ اور اطراف کے قبائل پر مترتب ہوئے۔ بلکہ خود مسلمانوں کے قلوب پر نقش ہوئے۔

یہ سیاسی، عبادی تحریک قریش سرداروں کے دلوں پر ایسی شاق و گراں گزری کہ انہوں نے تین دن بعد ہی رسول خدا کی خدمت میں اپنا نمائندہ بھیجا اور کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے مکہ سے چلے جائیں۔

اس سفر میں رسول خدا نے مکہ کی "میمونہ" نامی خاتون سے رشتۂ ازدواج قائم کیا تاکہ قریش کا تعلق آپ کے ساتھ مستحکم اور دشمنی و عداوت کا جذبہ کم ہو جائے۔ کیونکہ قریش سرداروں سے قرابتداری تھی۔ یہی نہیں بلکہ رسول خدا نے یہ بھی چاہا کہ شادی کی رسومات مکہ ہی میں انجام پذیر ہو جائیں اور آپ قریش کو دعوت ولیمہ میں مدعو فرمائیں اگر یہ کام انجام پذیر ہو جاتا تو اہل مکہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں موثر اقدام ہوتا. مگر افسوس اہل مکہ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا.

چنانچہ رسول خدا نے یہ رسم مکہ سے واپس آتے وقت "سرف" نامی مقام پر ادا کی

جنگ موتہ

خیبر، فدک، وادی القری اور تیماء جیسے یہود کے مراکز اور اہم مقامات مدینہ کے شمال اور مدینہ و شام کی شاہراہ کے درمیان واقع تھے ان کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی اسلام کے لئے سیاسی و معنوی میدان شمالی سرحدوں کی جانب مزید فراہم ہو گئے.

اس منطقے کی اہمیت اولاً اس وجہ سے تھی کہ وہ عظیم ترین تمدن جو اس زمانے میں سیاسی، عسکری، اجتماعی اور ثقافتی اعتبار سے انسانی معاشرے کا اعلیٰ و برجستہ ترین تمدن شمار کیا جاتا تھا. یہیں پرورش پا رہا تھا. دوسری وجہ اس کا سرچشمہ آسمانی آئین و قانون تھا. یعنی وہ آئین و قانون جس کی دین اسلام سے بیشتر واقفیت و ہم آہنگی ہونے کے علاوہ اس کے اور اسلام کے درمیان. بہت سی مشترک اقدار تھیں اور یہ مقام دیگر مقامات کی نسبت. بہتر طور پر اور زیادہ جلدی حالات کو درک کر سکتا تھا. اس کے علاوہ جغرافیائی اعتبار سے. بھی یہ جگہ مدینہ سے نزدیک تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول خدا نے فتح مکہ سے قبل روم کی جانب توجہ فرمائی.

رسول خدا نے حضرت "حارث بن عمیر" کے ہاتھ خط "بصرہ" کے بادشاہ کے نام جو "قیصر" کا دست پروردہ تھا روانہ کیا. جس وقت رسول خدا کا یہ ایلچی "موتہ" نامی گاؤں پہونچا تو "شرجیل غسانی" نے اسے قتل کر دیا. یہ واقعہ رسول خدا پر انتہائی شاق گزرا. اور آنحضرتؐ نے فوراً یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کا سدباب کیا جائے. چنانچہ آپؐ نے ماہ جمادی الاول سنہ ۸ ہجری میں تین ہزار سپاہ پر مشتمل لشکر "موتہ"

کی جانب روانہ کر دیا۔

اس وقت تک مدینہ سے باہر جتنے بھی لشکر روانہ کئے گئے ان میں یہ سب سے بڑا لشکر تھا رسول خدا اسے رخصت کرنے کے لئے مسلمانوں اور سپاہ کے قرابت داروں کے ہمراہ مدینہ کے باہر تک تشریف لائے۔ حضرت "زید بن حارث" کو فرماندار کل نیز حضرت "جعفر بن ابی طالب" و حضرت "عبداللہ بن رواحہ" کو حضرت زید کا معاون اول و دوم مقرر کرنے کے بعد آپؐ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ جس معرکہ کو سر کرنے کے لئے جا رہے ہیں اس کی کیا اہمیت ہے۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرتؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

لشکر اسلام شام کی جاب روانہ ہوا۔ "معان" نامی مقام پر اطلاع ملی کہ قیصر کے دو لاکھ عرب اور رومی سپاہی "قاب" نامی مقام پر جمع ہو گئے ہیں۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۱۵۳

یہ خبر سننے کے بعد مسلمانوں میں تردد پیدا ہو گیا۔ اور یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ واپس چلے جائیں یا وہیں مقیم رہیں اور پورے واقعے کی اطلاع رسول خدا کو پہونچائیں۔ اسی مختصر سپاہ کو ساتھ لے کر اس فرض کو انجام دیں جس پر انہیں مقرر کیا گیا ہے اور سپاہ روم کے ساتھ جنگ کریں۔

اس اثناء میں حضرت "عبداللہ بن رواحہ" اپنی جگہ سے اٹھے سپاہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے انہیں یہ ترغیب دلائی کہ اپنے فرض کو وہ ادا کریں اور سپاہ روم کے ساتھ نبرد آزما ہوں۔ ان کی تقریر نے سپاہ کے اندر ایسا جوش و ولولہ پیدا کیا کہ سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ سپاہ روم کے ساتھ جنگ کی جائے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ لشکر موتہ میں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

حضرت زید نے پرچم سنبھالا۔ اور جان پر کھیل کر دوسرے مجاہدین کے ساتھ شہادت کے شوق میں بجلی کی طرح کوندتے ہوئے سپاہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن تجربہ کار اور جنگ آموزدہ تھا۔ اس کا لشکر نیزوں، تلواروں اور تیز رفتار تیروں سے آراستہ تھا۔ اور اس طرف کلمہ توحید، جسے بلند و بالا کرنے کے لئے سپاہ اسلام نے ہر خطرہ اپنی جان پر مول لیا ، اور سپاہ روم پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے دین و آئین اور مقدس مقصد کو فروغ دینے کی خاطر جان تک دینے کے لئے دریغ نہیں کرتے

ہیں۔

دشمن کا رخ سپاہ اسلام کے پرچمدار کی جانب تھا۔ اس نے اسے اپنے نیزوں کے حلقے میں لے کر زمین پر گرادیا۔ حضرت "جعفر بن ابی طالب" نے فوراً ہی پرچم کو لہرایا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ جس وقت انہوں نے خود کو دشمن کے نرغے میں پایا اور یہ یقین ہو گیا کہ شہادت قطعی ہے تو اس خیال سے کہ ان کا گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگے اس سے اتر گئے اور پیدل جنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے۔ آخر کار تقریباً اسی (۸۰) کاری زخم کھا کر شہادت سے سرخرو ہوئے۔

حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ رواحہ نے پرچم اسلام کو سنبھالا۔ اور سپاہ روم کے قلب پر حملہ کر دیا۔ وہ بھی دلیرانہ جنگ کرتے کرتے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

"خالد ابن ولید حال ہی میں مشرف بہ اسلام ہوا تھا وہ بڑا ہی دلیر و جنگجو انسان تھا۔ سپاہ کی تجویز پر انہیں فرماندار کل مقرر کر دیا گیا۔ جب انہیں جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اب جنگی حربہ جس کی وجہ سے رومیوں میں تردد پیدا ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو یہ سوچ کر پیچھے ہٹا دیا کہ آیا جنگ کی جائے یا نہیں؟ اور اپنی اس حکمت عملی سے انہوں نے دشمن کے دولاکھ سپاہیوں سے سپاہ اسلام کو نجات دلائی۔ اور واپس مدینہ آ گئے۔ مغازی ج ۲۔ ص ۷۵۵

ابن ہشام نے اس جنگ میں شہداء کی تعداد بارہ اور واقدی نے آٹھ نفر بیان کی ہے۔

جنگ موتہ کے نتائج

جنگ موتہ بظاہر مسلمانوں کی شکست اور فرمانداروں کی موت پر تمام ہوئی۔ اور قریش نے اسے اپنی دانست میں مسلمانوں کی زبونی و ناتوانی سے تعبیر کیا۔ اس جنگ کے بعد وہ ایسے دلیر ہو گئے کہ انہوں نے قبیلہ "بنی بکر" کو اس وجہ سے مدد دینی شروع کر دی کہ اس کی ان لوگوں کے ساتھ ساز باز ہو چکی تھی۔ جس کے پس پشت یہ فیصلہ تھا کہ وہ ان کے اور قبیلہ "خزاعہ" کے درمیان اس بنا پر کشت و کشتار کا بازار گرم کرا دیں کہ اس قبیلے کا رسول خدا کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان

ہے۔ چنانچہ انہوں نے قبیلہ "خزاعہ" کے چند افراد کو قتل کر دیا اور صلحنامہ حدیبیہ سے بھی روگرداں ہو گئے نیز رسول خدا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جب ہم اس جنگ کی اہمیت و قدر کے بارے میں غور و فکر کریں گے تو اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ یہ جنگ سیاسی طور پر اور دین اسلام کی اشاعت کے لئے نہایت سودمند و کار آمد ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس وقت ایران اور روم جیسی دو بڑی طاقتوں کا اس عہد کی دنیا پر تسلط و غلبہ تھا۔ ان کے علاوہ جو بھی دوسری حکومتیں تھیں وہ سب انہی کی دست پروردہ تھیں۔ اور ان کے ساتھ ہم چشمی و برتری حاصل کر سکیں گی۔ ان دونوں حکومتوں میں بھی رومیوں کو ایرانیوں پر اس وجہ سے برتری حاصل تھی کہ انہوں نے ایران سے جنگ و نبرد میں مقابلہ کر کے مسلسل اور لگاتار فتوحات حاصل کی تھیں۔

جزیرہ نما عربستان کو ایران نے شرقی جانب سے اور روم نے مغرب کی طرف سے اس طرح اپنے حلقے اور نرغے میں لے رکھا تھا کہ جیسے انگوٹھی کے درمیان نگینہ۔ اور ان دونوں ہی بڑی طاقتوں کے اس خطہء ارض سے مفادات وابستہ تھے اور انہوں نے یہاں اپنی نو آبادیات بھی قائم کر رکھی تھیں۔

جنگ موتہ نے ان دنوں بڑی طاقتوں بالخصوص روم کو یہ بات سمجھادی کہ اس کے اقتدار کا زمانہ اب ختم ہونا چاہتا ہے۔ اور دنیا میں تیسری طاقت "اسلام" کے نام سے پورے کروفر کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔ اور اس کے پیرو کار ایمان کے زیر سایہ اور اس خلوص و عقیدت کی بنا پر جو انہیں اس دین اور اس کے قائد سے ہے اپنے اعلیٰ مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں اور اس کی حصول کی خاطر وہ دشمن کی کثیر تعداد اور سامان جنگ کی فراوانی سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہی وہ کیفیت تھی جس نے ان بڑی طاقتوں کے دلوں پر اسلام کا رعب و دبدبہ قائم کر دیا۔

دوسری طرف ان لوگوں کو جو جزیرہ نما عرب میں ان طاقتوں کے دست پروردہ تھے عملی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ وہ انگشت شمار لوگ جو مقصد و ارادے میں مضبوط و محکم ہیں روم جیسی بڑی طاقت سے جس کی سپاہ کی تعداد کل مسلمانوں کی تعداد سے ساٹھ گنا زیادہ ہے ٹکر لے سکتے ہیں۔

اور ان کے گھروں میں گھس کر انہیں ذلیل و خوار تنگ کر سکتے ہیں. چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اب دشمنان اسلام اس کی عسکری طاقت کا اعتراف کرنے لگے اور اس کی عظمت کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا، اور اب انہیں یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ آئندہ مسلمان ان کے سامنے زیادہ قوی و حوصلہ مندی کے ساتھ اب سے زیادہ وسیع و کشادہ تر میدانوں میں نبرد آزما ہونے کے لئے نمایاں طور پر منظر عام پر آنے لگیں گے.

غزوات فتح و حنین اور طائف

غزوۂ فتح

رسول اکرم کے لئے صلح "حدیبیہ" کے بعد یہودیوں کے خطرات دور کرنے اور مدینہ کے شمال میں آباد عرب قبائل کے درمیان عراق، شام کی حدود تک اشاعت اسلام کو وسیع کرنے کے امکانات روشن ہو گئے. قلمرو اسلام میں اب تنہا جو طاقت باقی رہ گئی تھی اور جس کا وجود عربستان کے باہر ترویج اسلام کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا وہ قریش مکہ تھے. دشمن کی اس اساسی پائگاہ کی دو اہم ترین خصوصیات تھیں. پہلی تو یہ کہ یہ شہر بہت سے مسلمانوں نیز رسول خدا کا وطن تھا. اور دوسری وجہ یہ بھی کہ کعبہء ابراہیم (ع) یعنی اساسی مرکز توحید اور ان کا قبلہ اسی شہر میں واقع تھا. ان دو وجوہ کے علاوہ مسلمانوں نے اپنی اسلامی زندگی کے دوران جو صدمات برداشت کئے ان میں سے اکثر و بیشتر اسی شہر کے لوگوں نے انہیں پہونچائے تھے. مذکورہ بالاوجوہ کی بنا پر مکہ کا شمار ان اہم ترین مراکز میں ہوتا تھا جنہیں رسول خدا جزیرہ نما عرب میں دشمن کے وجود سے پاک و صاف کر دینا چاہتے تھے. اور یہی منصوبہ عرصے سے آنحضرت کے پیش نظر تھا.

غزوۂ "حدیبیہ" اور "عمرۃ القضاء" دو ایسے بڑے کامیاب معرکے تھے کہ جن کے باعث قریش کی عسکری بالادستی اور مکہ پر اجارہ داری ختم ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے مکہ واپس آنے، مناسک حج ادا کرنے اور اشاعت دین کے لئے راہیں ہموار ہو گئیں مگر اس کے باوجود قریش کی سیاسی و ثقافتی برتری اور لعنت شرک و بت پرستی اب بھی مثل سابق وہاں موجود تھی.

قریش کے خلاف تیسرا اور آخری قدم اٹھانے کے لئے اب مسلمانوں کے سیاسی حالات و

عسکری انتظامات قطعی طور پر موافق و ساز گار تھے اور جو چیز اس راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ رسول خدا کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر قریش نے اپنی طرف سے عہد و پیمان توڑنے میں چونکہ پیش دستی کی اور قبیلہ "بنی بکر" کی حمایت میں انہوں نے قبیلہ "بنی خزاعہ" کے بیس افراد کو محض اس بنا پر بے دردی سے قتل کر ڈالا کہ ان کا رسول خدا کے ساتھ باہمی معاہدہ تھا لہذا یہ دشواری بھی دور ہو گئی. چنانچہ اب وہ وقت آن پہونچا کہ رسول خدا اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور مکہ پر تسلط حاصل کر کے کعبہ کو بتوں سے پاک کریں اپنی دیرینہ آرزو کو عملی جامہ پہنائیں. تاکہ شرک کی سب سے بڑی اساسگاہ کے وجود کو اپنی قوم سے نیست و نابود کر دیں. بالخصوص ان حالات میں جبکہ قبیلہ خزاعہ کا سردار اپنے ہم قبیلہ افراد کو ساتھ لے کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا. اور اس نے ان رقت انگیز واقعات کو بیان کر کے جو اس کے قبیلے کے لوگوں پر گزرے تھے قریش کی عہد شکنی کا ذکر کیا اور ان کے خلاف اس نے آنحضرت سے مدد کی درخواست کی.

رسول خدا نے عمرو کو کوچ کا حکم دیا. اس کے ساتھ ہی آنحضرت نے مکہ کی جانب اپنے ایلچی روانہ کئے تاکہ انہیں بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے.

کوچ کا حکم ملتے ہی دس ہزار سپاہی جمع ہو گئے اور یہ ایسی کثیر تعداد تھی جو اہل مدینہ نے کبھی اپنے آنکھوں سے نہیں دیکھی تھی.

رسول خدا نے قریش کو غفلت میں ڈالنے کے لئے تمام حفاظتی اقدامات کئے. ابتداء میں آپ نے اپنے قصد و ارادے کو کسی پر ظاہر نہیں کیا. وہ تمام راستے جو مکہ کی طرف جاتے تھے ان کی سخت ناکہ بندی کر دی گئی. لوگوں کو دوسری جانب متوجہ کرنے کے لئے رسول خدا نے سپاہ کا ایک دستہ "ابو قتادہ" کی فرمانداری میں "اضم" نامی مقام کی جانب روانہ کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آنحضرت کا رخ اسی جانب ہے. اس کے بعد آپ نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ قریش کی آنکھوں اور ان کے کانوں پر غفلت کا پردہ پڑ جائے اور ہوش انہیں اس وقت آئے جب وہ اچانک سپاہ اسلام

کو اپنے سروں پر مسلط پائیں۔ مغازی ج ۲۔ص ۷۹۶

یہ اقدام اس وجہ سے کیا گیا کہ دشمن اس سے قبل کہ اپنے دفاع کی خاطر اپنی عسکری طاقت کا استعمال کرے خود ہی بغیر کسی تصادم کے حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور حرم مکہ ،یعنی مقدس و معنوی پناہ گاہ ایزدی حتی الامکان خونریزی کے بغیر فتح ہو جائے۔

تمام حفاظتی اقدامات کے باوجود "حاطب بن ابی بلیغہ" نامی شخص نے قریش کو خط لکھ دیا اور "سارہ" نامی عورت کو خط دیکر قریش مکہ کی جانب روانہ کیا۔ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ رسول خدا کا احتمالی عزم و اقدام کیا ہو سکتا ہے۔

رسول خدا کو وحی کے ذریعے اس شخص کی خیانت کا علم ہو گیا۔ چنانچہ آپؐ نے فوراً ہی حضرت علی (ع) اور زبیر کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ اس عورت سے خط حاصل کریں اور اسے واپس مدینہ لے آئیں۔ السیرۃ النبویہ ج ۴ص ۴۱۴

رسول خدا ۱۰ رمضان سنہ ۸ ہجری کو دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ چنانچہ جب آپؐ "مرالظہران" نامی مقام پر تشریف فرما ہوئے تو دشمن کو آپؐ کے آنے کا ذرا بھی علم نہ ہو سکا۔

یہاں رسول خدا نے حکم دیا کہ سپاہی وسیع میدان میں منتشر و پراگندہ ہو جائیں۔ اور ان میں سے ہر شخص آگ روشن کرے۔ رسول خدا کے اس حربے نے اہل مکہ کو سخت وحشت و سراسیمگی میں مبتلا کر دیا۔ مغازی ج ۲ص ۸۱۴

ابوسفیان کے ہمراہ کچھ قریش سردار مکہ سے نکل کر باہر آئے تا کہ حالات کا جائزہ لیں۔ راستے میں ان کی ملاقات سب سے پہلے رسول خدا کے چچا حضرت عباس (رض) سے ہوئی جو سپاہ اسلام کے پہونچنے سے قبل ہی وہاں پہونچ گئے تھے۔ اور ان سے حالات کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عباس رض) نے کہا کہ رسول خدا نے تم پر دس ہزار سپاہ کے ساتھ شبخون مارا ہے۔ اب تمہارے لئے راہ نجات یہی ہے کہ دین اسلام قبول کر لو۔ ابوسفیان کے ساتھ "حکیم بن حزام" اور بدیل ورقا" بھی تھے۔ یہی

بات انہوں نے ان سے بھی کہی۔

یہ بات سن کر قریش کے سرداروں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور حضرت عباس (رض) سے اتنا ہی کہا کہ اب ہم آپ کے رحم و کرم پر ہیں۔ حضرت عباس (رض) انہیں رسول خدا کی خدمت میں لے گئے رسول خدا نے ان سے قریش کی وضع و کیفیت کے بارے میں کچھ سوالات کئے اور ضروری اطلاعات حاصل کرنا چاہیں۔ نیز انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہیں رسول خدا کی بات تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اور اس رات وہ حضرت عباس (رض) کے ساتھ ہی رہے۔ صبح کے وقت تمام سپاہ نے با آواز بلند اذان دی جسے سن کر ابوسفیان پر خوف طاری ہو گیا اس کے بعد رسول خدا کے حکم سے اسے ایک ٹیلے پر لے جایا گیا۔ سپاہی منظم دستوں کی شکل میں مسلح ہو کر سامنے سے گزرے اور اس نے اسلام کی شان و عظمت اور عسکری معنوی طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ مغازی ج ۲ ص ۸۱۸

رسول خدا نے اسلام کی طاقت کے جاہ و جلال کا مظاہر کر کے شرک کی استقامت و پائیداری کے ہر ارادے کو پاش پاش کر دیا۔ اور اب آپؐ نے یہ کوشش کی کہ ابوسفیان کے ذریعے قریش کی استقامت و پائیداری کو بھی چکنا چور کر دیں۔ اور اس موقع سے پورا فائدہ اٹھالیں چنانچہ اس کے بعد آپؐ نے ابوسفیان سے کہا کہ وہ قریش کے درمیان جائے اور ان سے کہدے کہ جو کوئی اسلحہ زمین پر رکھ کر اپنے گھر میں بیٹھے رہے گا یا مسجد الحرام میں پناہ لے گا اور یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو گا اسے کسی قسم کی گزند نہیں ہو گی۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۴۶ و ص ۴۷

رسول خدا کا یہ اقدام اس امر کا باعث ہوا کہ قریش کے ان سرداروں نے جو سینہ سپر ہو کر سپاہ اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے جب ابوسفیان کی یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

قریش کو زیر کرنے کے جتنے بھی مراحل ہو سکتے تھے وہ اب طے ہو چکے تھے۔ اور وہ وقت آن پہونچا تھا کہ رسول خدا مکہ میں تشریف فرما ہوں۔ رسول خدا کی یہ سعی و کوشش تھی کہ سپاہ اسلام شہر میں اس طرح داخل ہو کہ جہاں تک ہو سکے کوئی تصادم و حادثہ پیش نہ آئے۔ چنانچہ اس مقصد

کے تحت آنحضرت نے کل سپاہ اسلام کو چار دستوں میں تقسیم کر کے ان میں سے ہر ایک پر ایک فرماندار مقرر فرمایا۔ اور ہر دستے کو یہ حکم دیا کہ اندرون شہر اس راستے سے جائیں جو ان کے داخل ہونے کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور سب کو یہ ہدایت کر دی کہ اس کے علاوہ جو تم سے جنگ کرنا چاہے اس سے جنگ و پیکار نہ کرنا مگر اس کے ساتھ ہی دس ایسے افراد کے نام بھی آپؐ نے لئے جن کا خون بہانا جائز و مباح قرار دیا گیا مغازی ج ۲ ص ۲۵

اہل لشکر مقررہ راستوں سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اندرون شہر ایک دشمن کی مختصر سی جماعت نے ہی استقامت و پائیداری کی کوشش کی مگر جب ان کے بہت سے سپاہی قتل ہو گئے تو ان کی استقامت و پائیداری کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ باقی سپاہ اسلام نے کسی خونریزی کے بغیر مکہ کو فتح کر لیا

اہل مکہ بالخصوص شرک کے حامی و طرفدار نہایت ہی اضطراب و بے چینی سے یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے کہ کب انجام کیا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اوپر اب تک وہ جو مظالم کر چکے تھے انہیں یاد کر کے انہیں اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔

رسول خدا نے پہلے تو بتوں کو سرنگوں کیا اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی جو وہاں موجود تھے۔ اس فتح و کامیابی پر خداوند تعالیٰ کی حمد و ستائش کرتے ہوئے آپؐ نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو اور بتاؤ تمہارے دلوں میں کیا گمان و وسوسے ہیں؟ سب نے آہ و زاری کرتے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ۔۔ ہمیں آپؐ سے یہی توقع ہے کہ آپؐ ہمارے ساتھ خیر و نیکی کا سلوک فرمائیں گے۔ ہمیں یہی عرض کرنا ہے اور اس کے علاوہ ہمارے دلوں میں کوئی خیال و فکر نہیں۔ آپ ہمارے برادر محترم ہیں اور ہم آپ کو اپنے بھائی کا فرزند سمجھتے ہیں۔ باقی آپؐ کو اختیار ہے۔ مغازی ج ۲ ص ۸۳۵

رسول خدا نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ۔۔ میں تم سے اپنے بھائی "حضرت یوسف" کی طرح چشم پوشی کرتا ہوں۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین

آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

چنانچہ جب انہوں نے معافی کی درخواست کی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ۔۔

اذھبوا فانتم الطلقاء۔ مغازی ج ۲ ص ۸۳۵

جاؤ تم سب آزاد ہو۔

جب رسول خدا نے عام معافی کا اعلان کردیا اور شرک کے حامی و طرفدار لوگوں کے اعمال سے چشم پوشی کی تو مکہ کے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ عرب خواتین نے بھی ان خاص آداب کے مطابق جو مقرر کئے گئے تھے رسول خدا سے بیعت کی چنانچہ قرآن مجید نے اس بے نظیر تبدیلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

اے نبی، دیکھ لوگے کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تفسیر المیزان ج ۲۰ ص ۳۷۲

رسول خدا نے اس خیال کے پیش نظر کہ بت پرستی ہر جگہ سے کلی طور پر نیست و نابود ہو جائے لوگوں کو ہدایت کی کہ جس کسی کے پاس کوئی بت ہو وہ اسے پاش پاش کردے۔ اس کے علاوہ آپ نے مکہ کے باہر بھی چند افراد کو بھیجا تا کہ جہاں کہیں بھی کوئی بت خانہ ہو اسے ویران کردیں۔ اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں۔ مغازی ج ۲ ص ۸۷۳

پیغمبر خدا رسول ہدایت و اصلاح نہ کہ انتقام جو

مسلمانوں کے ہاتھوں شہر مکہ کی تسخیر، مشرکین کے سرداروں کی شکست و ریخت اور ان لوگوں کے ساتھ رسول خدا کے غیر متوقع و بے مثال درگزر و چشم پوشی نے جو بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اسلام سے دشمنی میں رسول خدا سے برسر پیکار رہے ثابت کردیا کہ آنحضرتؐ کا مقصد گمراہ و

نادان لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور جنگ و تصادم کے وواقعات پیش آئے ان میں آپؐ کا عزم ہدایت و اصلاح ہی تھا نا کہ انتقام جوئی اور جاہ طلبی۔ چنانچہ ایسی عظیم الشان فتح کے باوجود صرف وہ دس افراد (چھ مرد اور چار عورتیں) جو سخت و سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے تھے قابل سزا قرار دئیے گئے اور "مہدورالدم" کے عنوان سے انہیں یاد کیا گیا۔ مغازی ج ۲ ص ۸۲۵

ان میں سے بھی چار افراد کو قتل کر دیا گیا اور باقی کسی نہ کسی بہانے سے امان پانے میں کامیاب ہو گئے اگر چہ ایسے موقعوں پر رہبران انقلاب سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بالخصوص انہیں جو دشمن کے محاذ پر پیش پیش ہوتے ہیں تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ساری دنیا کے پیامبر یعنی "رحمۃ العالمین" سے بعض مسلمان سپاہیوں نے یہ کہا کہ "الیوم یوم الملحمہ" آج کا دن انتقام لینے اور گھروں کو تہ و بالا کر دینے کا دن ہے تو آنحضرت نے یہ شعار اختیار کیا "الیوم یوم المرحمہ" آج کا دن رحمت کا دن ہے چنانچہ اس کیفیت کو استاد حمید اللہ نے اپنے الفاظ میں اسطرح بیان کیا ہے۔

جب رسول خدا کسی شہر کا فاتح ہو تو اس سے اس عظمت و بزرگواری کے علاوہ اور کوئی توقع رکھنی ہی نہیں چاہیئے (رسول اکرم درمیدان جنگ)

غزوۂ حنین و طائف

شرک کی جب سب سے عظیم اساسگاہ کا قلع قمع ہو گیا اور "سواع، مناہ" اور عزی" جیسے بت کدے مسلمانوں کے ہاتھوں ویران ہو گئے (۲۲) تو اسلام کا عسکری و سیاسی اثر نفوذ تمام "جزیرہ نما عرب" پر چھا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اکثر و بیشترمشرکین قبائل نے اسلام کی اطاعت قبول کرلی اور اپنے عجز و انکساری کا اقرار کرلیا۔ ہوازن "اور ثقیف" ایسے دو قبیلے تھے جو اسلام سے نفرت کرنے میں پیش پیش اور جنگجوئی میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ ان کے پاس اسلحہ جنگ بھی سب سے زیادہ رہتا تھا۔ انہیں یہ علم ہوا کہ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے تو وہ سخت سراسیمہ و پریشاں خاطر ہوئے اور اب

انہیں یہ خوف لاحق رہنے لگا کہ قریش کو مغلوب کرنے کے بعد سپاہ اسلام انہیں اپنے حملے کا نشانہ بنالیں گی۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی پیشرفت کی اور مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار ہونے کا ارادہ کرلیا۔ ہوازن اور ثقیف کے لوگوں نے چند دیگر قبائل سے بھی عہد و پیمان کرلیا تھا۔

چنانچہ سب نے مجموعی طور پر طاقتور سپاہ کی شکل اختیار کرکے "مالک بن عوف" کی فرمانداری کے تحت رسول خدا کے ساتھ جنگ و نبرد کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔

دشمن نے اس خیال کے پیش نظر کہ محاذ جنگ کی پشت سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے اور مسلمانوں کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرے، اپنی عورتوں، بچوں اور مال وغیرہ کو اپنے سے دور کردیا رسول خدا کو جب دشمن کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ بتاریخ ۶ شوال سنہ ۸ ہجری میں بارہ ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر جس میں دس ہزار افراد مدینہ کے اور دو ہزار نو مسلم شامل تھے، دشمن کی جانب روانہ ہوئے۔

دونوں لشکروں کا مقابلہ "حنین" نامی مقام پر ہوا۔

مشرکین کا لشکر پہلے ہی وادی حنین میں اتر چکا تھا اور اس نے سارے ناکوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہ سپاہ اسلام کے اس پیش ہر اول دستے پر جس کا فرماندار "خالد بن ولید" تھا اچانک حملہ آور ہوا اور اس دستے کو منتشر و پراگندہ کردیا۔ باقی مسلمانوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ صرف دس ہزار ہی ایسے تھے جو رسول خدا کے دوش بدوش رہے۔ تاریخ یعقوبی ج ۲۔ ص ۶۲

ابوسفیان اور وہ قریش جو چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے مسلمانوں کی اس شکست پر بہت مسرور ہوئے اور اس پر تمسخر کرنے لگے۔ تاریخ طبری

اگرچہ پیغمبر اکرم اس وقت تنہا رہ گئے تھے لیکن ان چند اصحاب کے ساتھ جو اس وقت آپؐ کے ساتھ تھے میدان جنگ میں پوری استقامت و پائیداری کے ساتھ اپنی جگہ پر رہے اور جو لوگ فرار کرنے لگے تھے انہیں واپس آنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ ۔۔اے لوگو۔

کہاں بھاگے چلے جارہے ہو؟ واپس آجاؤ، میں محمد بن عبداللہ رسول خدا تمہیں بلارہا ہوں۔ السیرۃ ابن ہشام

رسول خدا کے ایماء پر حضرت "عباس بن عبدالمطلب" نے آنحضرت کا پیغام با آواز بلند لوگوں تک پہونچایا جسے سن کر مسلمان ایک ایک کرکے واپس آنے لگے۔ رسول خدا نے انہیں از سر نو مرتب کیا اور میدان جنگ دوبارہ شعلہ ور ہو گیا۔

امیر المومنین حضرت علی (ع) سب سے زیادہ جوش و خروش میں تھے اور دشمنوں کو خاک و خون میں ملا رہے تھے۔ یہاں تک کہ قبیلہ ہوازن کے چالیس افراد آپ (ع) کی شمشیر سے ہلاک ہوئے۔

دوسرے مسلمانوں نے بھی شکست کی تلافیاں کیں اور چند لمحہ فرار رہنے کی وجہ سے جو خفت ہوئی تھی اسے دور کرنے کے لئے جان کی بازی لگادی۔ بالخصوص اس وقت جب کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ "ام عمارہ، ام سلیم، ام سلیط" اور ام حارث" جیسی دلیر خواتین بھی میدان کارزار میں اتر آئیں ہیں اور رسول خدا کا مردانہ وار دفاع و تحفظ کر رہی ہیں۔ مغازی ج ۲۔ص ۹۰۲

رسول خدا نے سپاہ میں مزید جوش و خروش پیدا کرنے کی خاطر اعلان فرمایا کہ "جو کوئی کسی کافر کو قتل کرے گا وہ مقتول کے لباس و اسلحہ کا مالک ہو گا" السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج ۳۔ص ۶۲۰

اس وقت ہوازن کا پرچمدار "ابوجردل" سرخ اونٹ کے اوپر سوار بلند نیزہ ہاتھ میں لئے سیاہ جھنڈا لہرا رہا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے پیش پیش چل رہا تھا۔ ان عوامل کے باعث اور حضرت علی (ع) کے ہاتھوں اس کے قتل کی وجہ سے دشمن کے لئے فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ فتح و ظفر اسلام کو نصیب ہوئی۔

اس جنگ میں چھ ہزار سپاہی قید ہوئے ان کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بھیڑ اور وزن میں چار ہزار اوقیہ (تقریباً ۸۵۰ کلو گرام) چاندی بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی باقی جو سپاہ بچی تھی وہ بھاگ کر "طاف"، "نخلہ" اور اوطاس" کی طرف نکل گئی۔ طبقات الکبریٰ ج ۲، ص ۵۱ و ۵۲

رسول خدا نے "بدیل بن ورقا" کو اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ مال غنیمت کو "جعرانہ" نامی مقام پر لے جائیں اس کی حفاظت کریں تا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد اسے تقسیم کیا جاسکے۔

اور آپؐ بذات خود سپاہ اسلام کو ساتھ لے کر "طائف" کی جانب روانہ ہوئے۔ کیونکہ "مالک بن عوف" ثقیف کے دیگر لشکروں کے ہمراہ بھاگ کر اس طرف نکل گیا تھا۔ وہاں پہونچ کر آپؐ نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔

قلعہ طائف کا محاصرہ تقریباً بیس روز تک جاری رہا دشمن کی استقامت و پائیداری کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں نے منجنیقیں اور جنگی گاڑیاں بھی استعمال کیں لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ قلعے کے استحکام، اسلحہ جنگ اور سامان خوراک کے ذخیرے کی وجہ سے دشمن کی استقامت و پائیداری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔

رسول خدا نے صحابہ کے مشورے سے محاصرہ جاری رکھنے کا خیال ملتوی کر دیا اور جعرانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغازی ج۳۔ص ۹۳۷

اس فیصلے کی شاید یہ وجہ تھی کہ رسول خدا نے دشمن کے وسائل و اسلحہ کا جائزہ لینے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا کہ طائف کو فتح کرنے کے لئے زیادہ وقت درکار ہے۔ اور مدینہ سے آنحضرت کو سوں دور تھے۔ اس کے علاوہ مختلف افکار و خیالات کے بارہ ہزار سپاہیوں کو کافی عرصے تک قلعہ طائف کے اطراف میں نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو لشکر کے لئے سامان خوراک کم ہوتا چلا جارہا تھا۔ اور دوسری طرف ماہ حرام اور حج کا زمانہ قریب چلا آرہا تھا۔ اس کے علاوہ چھ ہزار جنگی قیدیوں کے مسئلے بارے کے میں بھی غور کرنا تھا۔

مال غنیمت کی تقسیم

رسول خدا جب "جعرانہ" واپس تشریف لائے تو "ہوزان" کا وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد رسول خدا سے درخواست کہ قیدیوں کو آزاد کردیا جائے۔ رسول اکرم نے مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اور ان کی دل جوئی کی خاطر ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر آزاد کردیا۔ اور باقی مال غنیمت کو آپؐ نے قریش

کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور وہ لوگ جو حال ہی میں مشرف با اسلام ہوئے تھے ان کے سرداروں کو آپ نے بیشتر حصہ عطا کیا تا کہ اس طریقے سے ان کے دل اسلام کی جانب بیشتر مائل ہو سکیں۔

جو لوگ چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے ان کے سرداروں کے ساتھ آنحضرت کی داد و دہش بعض افراد بالخصوص انصار کو ناگوار گزری۔ (اگر چہ اس مال غنیمت میں رسول خدا کا حصہ "خمس" پانچواں تھا۔) لیکن جب انہوں نے رسول خدا کی پند و نصائح سنیں اور اس کی حکمت کے بارے میں انہیں علم ہوا تو وہ آنحضرت کے اس اقدام سے مطمئن ہو گئے۔ ارشاد ص ۷۶ و ص ۷۷

رسول خدا نے عمرہ کرنے کے ارادے سے "جعرانہ" میں احرام باندھا۔ عمرہ کرنے کے بعد آپؐ نے "عتاب بن اسید" کو مکہ کا فرماندار مقرر فرمایا اور حضرت "معاذ بن جبل" کو احکام دین کی تعلیم دینے کے لئے متعین فرمایا۔ اور خود آنحضرت واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ تاریخ ابوالفداج اص ۱۴۸

غزوہ حنین کی ابتدا میں شکست کے عوامل اور آخر میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب و علل۔

الف ۔۔ ابتدائی مرحلے میں شکست

ا۔۔ کثرتِ سپاہ کی وجہ سے احساس تکبر اور غیبی مدد کی جانب سے غفلت و چشم پوشی۔ جس وقت بارہ ہزار افراد پر مشتمل سپاہ اسلام مکہ سے نکل کر چلی اور اس کی شان و شوکت اور طاقت ابو بکر نے دیکھی تو ان کی زبان پر یہ جملہ آہی گیا کہ۔۔ طاقت کی کمی کے باعث بھی اب ہم مغلوب نہ ہوں گے (۴۳)

اور اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ۔۔

"لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة و یوم حنین اذا عجبتکم
کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین"

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو اس روز تمہیں اپنی کثرت کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی

اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھرا کر بھاگ نکلے۔ (س توبہ)

۲-- سپاہ اسلام میں اہل مکہ کے ایسے افراد کی موجود گی جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے۔ان میں سے بعض منافق تھے اور بعض محض مال غنیمت جمع کرنے کی خاطر سپاہ اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے نیز کچھ لوگ بغیر مقصد و ارادہ کے مکہ سے باہر نکل آئے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ابتدائی مرحلے پر جب دشمن کا اچانک حملہ ہوا تو سب سے پہلے جو سر پر پیر رکھ کر بھاگے وہ یہی لوگ تھے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سپاہ اسلام پر لعن و طعن شروع کردی تھی۔ حتی بعض نے تو یہ بھی ارادہ کرلیا تھا کہ رسول خدا کو قتل کر دیا جائے چنانچہ ایسے عناصر کی ان حرکات کا باقی سپاہ پر اثر انداز ہونا اور ان کی قوت ارادی و حوصلہ مندی میں ضعف آنا فطری و قدرتی امر تھا۔ تاریخ یعقوبی ج ۲۔ص ۶۲

۳-- دشمن کے سپاہی جس جگہ جمع تھے نیز جہاں دونوں لشکروں کے درمیان معرکہ ہوا اس جگہ کا محل وقوع، دشمن کی کمین گاہیں، درے اور پہاڑی شگاف، اذان فجر کے وقت جبکہ مطلع صاف و روشن نہیں تھا غنیم کا اچانک حملہ وغیرہ ایسے عوامل تھے جن کے باعث مسلمانوں سے یہ قوت فیصلہ سلب ہو گئی کہ وہ کیا اقدام کریں۔

آخری فتح

۱-- غیبی مدد اور خداوند تعالی کی طرف سے نصرت و کامیابی

اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے

ثم انزل الله سکینته علی رسوله و علی المومنین و انزل جنودا لم
تروها و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکفرین[۴۷] "

پھر اللہ نے اپنا سکون اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر نازل فرمایا ہے اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔۔رسول خدا، حضرت علی (ع) اور دیگر ایثار پسند و جان نثار مردوں نیز عورتوں کی میدان کارزار کا میں استقامت و پائیداری اس کے ساتھ ہی میدان جنگ میں رسول خدا کا واپس سپاہ کو بلانا اور انہیں از سر نو منظم کرنا۔

۳۔۔حضرت علی (ع) کے ہاتھوں دشمن کے پرچمدار اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں دشمن کے سردار "ورید بن صمہ" نامی کا قتل کیا جانا۔

غزوۂ تبوک

جزیرہ نما عرب میں شرک کے عظیم ترین مستقر کی شکست و ریخت کے ساتھ ہی حجاز کے سرداروں نے بھی رسول خدا کے سامنے سر تسلیم خم کردیا۔ اور اس طرح جب ملک کی شمالی حدود میں دینِ اسلام کی اشاعت کے امکانات روشن ہوگئے تو رومی حکومت کے ایوانوں میں وحشت و اضطراب کے باعث لرزہ پیدا ہونے لگا۔ اس کی عظیم ترین عسکری طاقت چونکہ انتہائی مرتب و منظم تھی اور جنگوں میں اپنے طاقتور حریف یعنی ملک ایران پر وہ پے در پے فتوحات حاصل کرچکا تھا لہذا اسے اپنی طاقت پر ناز و غرور بھی تھا۔ چنانچہ اپنی اس طاقت کے زعم میں اس نے اپنے مسلح و منظم لشکر سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

رسول خدا کو علم ہوگیا کہ شہنشاہ روم "ہرقل" نے عظیم لشکر جمع کرکے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی ادا کردی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سرحدوں پر واقع "لخم"، "خذام"، "عسان" اور "عاملہ" صوبوں کے فرمانداروں کو اپنے ساتھ ملالیا ہے نیز اس کا ہراول دستہ "بقا" تک آن پہونچا ہے

رسول خدا کو جب یہ اطلاع ملی تو اس وقت موسم انتہائی گرم تھا اور لوگ خرما کی فصل جمع کررہے تھے۔ ایک طرف راستے کی دوری اور دوسری طرف سپاہ روم کا ازدحام ایسے عوامل تھے جن کے باعث سپاہ کو روانہ کرنا سخت و دشوار کام تھا بالخصوص ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو معرکہ موتہ کے موقعے پر پیش آچکے تھے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو واقعی مسلمان تھے اسلام کی قدر و قیمت ذاتی آسائش و آرام اور مادی منفعت سے کہیں زیادہ تھی اور وہ اس کی فلاح کی خاطر تمام باتوں کو نظر انداز کرسکتے تھے۔ چنانچہ اس خیال کے پیش نظر رسول خدا نے صحابہ کو جمع کیا اور مختصر طور پر دشمن کی استعداد اور اس کی عسکری بالادستی کے بارے میں مطلع کیا۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت

نے لشکر کی روانگی کے لئے سعی و کوشش شروع کر دی(۲) چنانچہ قبائل کے درمیان اور مکہ کی جانب رسول خدا کے نمائندے روانہ کئے گئے تا کہ وہ لوگوں کو مقدس جہاد میں شرکت کی دعوت دیں۔

ناساز گار حالات کے باوجود تیس ہزار جنگجو سپاہیوں نے جن میں دس ہزار سوار بھی تھے رسول خدا کی پکار پر لبیک کہا۔ مغازی ج۳۔ص۔۹۹۰۔وص۱۰۰۲

رسول خدا نے جنگ کے اخراجات مہیا کرنے کے لئے مالدار لوگوں سے کہا کہ سپاہ کی مال و اسلحہ کے ذریعے مدد کریں اس کے علاوہ جب پیغمبر خدا کی طرف سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس سفر کے اختیار کرنے کا مقصد کیا ہے تو مسلمان اپنے اس اسلحہ اور ساز و سامان کے ساتھ لشکر کی خیمہ گاہوں میں جمع ہو گئے۔

رسول خدا کے فرمان پر لوگوں کے گونا گوں افکار و نظریات

جب ہم تاریخ کی کتابوں کے صفحات اور ان آیات قرآنی پر نظر ڈالتے ہیں جو اس سلسلے میں نازل ہوئی ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس غزوہ کے بارے میں مسلمانوں کے افکار و نظریات مختلف و گونا گوں تھے۔ جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

۱--ان لوگوں کو جو مومن اور اپنے قول کے پابند تھے (اور اکثریت ان ہی پر مشتمل تھی) جیسے ہی رسول خدا کی دعوت کا علم ہوا تو اس ساز وسامان کے ساتھ جو ان کے پاس موجود تھا لے کر رسول خدا کی سپاہ میں شامل ہو گئے۔

۲--ایک گروہ ایسا بھی تھا جو رسول خدا کے ساتھ جانا تو چاہتا تھا مگر اس کے پاس سواری کے جانور نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسول خدا سے کہا کہ اگر سواری کا بندوبست ہو جائے تو وہ چلنے کو تیار ہیں۔ لیکن جب رسول خدا نے فرمایا کہ سواری کے جانور کا فراہم کرنا تو ممکن نہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ اشک بار اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ سورۂ توبہ

۳-- کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے فرمان رسول کے سامنے سر ہی نہیں جھکایا بلکہ سپاہ کی روانگی میں جس حد تک ممکن ہوسکتا تھا خلل اندازی سے بھی باز نہ آئے۔ چنانچہ وہ مجاہدین جو جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے ان سے یہ لوگ کہتے کہ ۰۰اس تپتے ہوئے موسم میں جنگ پر مت جاؤ اس کے علاوہ جو لوگ ان مجاہدین کو مالی مدد دینا چاہتے تو ان کا بھی یہ لوگ مذاق اڑاتے کسی پر یہ ریا کار ہونے کا الزام لگاتے اور کسی کی یہ کہہ کر حوصلہ شکنی کرتے کہ تمہارے پاس سامان سفر بہت کم ہے جنگ پر جا کر کیا کروگے تفسیر البرہان ج ۲۔ ص ۱۴۸

۴-- کچھ لوگ ایسے بھی آرام طلب تھے جو جنگ سے فرار کرنے کی غرض سے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کوئی بے بنیاد بہانہ تراش کر آنحضرت سے یہ درخواست کرتے کہ انہیں مدینہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ سورۂ توبہ آیت ۹۰

۵-- بعض نے سپاہ اسلام کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے سے اختلاف کیا۔ لیکن اس اختلاف کی بنیاد میں ان کی بد نیتی شامل نہیں تھی بلکہ اس کا سرچشمہ جنگ کے معاملے میں ان کی سستی و سہل انگاری تھی۔ دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ اپنے درختوں کے میوؤں کے ساتھ دلچسپی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ہم فصل جمع کرنے کے بعد ہی جنگ میں شرکت کریں گے۔ ایضاً آیت ۱۱۸

تبوک کی جانب روانگی

منافقین کی ہر رخنہ اندازی اور افتراء پردازی کے باوجود رسول خدا نے حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کردیا۔ اور بتاریخ ۹ رجب سنہ ۹ ہجری قمری اس عظیم لشکر کے ہمراہ، جسے اس دن تک مدینہ میں کسی کی آنکھ نہیں دیکھا تھا، آنحضرت نے شمال کی جانب طویل راہ اختیار کرلی۔

تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ رسول خدا نے حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین اسی وجہ سے مقرر کیا کہ آنحضرت کو عربوں کی بدنیتی کے بارے میں بخوبی علم تھا جن کے ساتھ آپ نے جنگ کی تھی اور ان کے بہت سے رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ مدینہ کے ان

منافقین کی کارستانیوں سے بھی بے خبر نہ تھے جنھوں نے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اس جنگ میں شرکت کرنے سے اجتناب کیا تھا، اور یہ احتمال تھا کہ جب رسول خدا کافی عرصے تک مدینہ سے باہر تشریف فرما رہیں گے تو آپ کی غیر موجودگی نیز وہ مسلمانوں کی تنہائی کا غلط فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ اور مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔ رسول خدا کی طرح حضرت علی(ع) کی مدینہ میں موجودگی دشمنوں کو خوف زدہ رکھنے، ان کی سازشوں کو ناکام بنانے اور مرکزی حکومت کی حفاظت و پاسداری کے لئے اشد ضروری تھی۔

چنانچہ یہی وجہ تھی جب رسول خدا نے حضرت علی(ع) کو اپنا جانشین مقرر کیا تو اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ۔۔

ان المدینہ لا تصلح الا بی او بک

یعنی مدینہ میرے یا تمہارے بغیر اصلاح پذیر نہ ہو گا ارشاد مفید ص ۸۳

سپاہ اسلام کے سامنے چونکہ اقتصادی راستے کی دوری، سواری کے جانوروں کی کافی کمی، سخت گرمی، جھلسا دینے والی ہوا کی تپش جیسی مشکلات تھیں اسی لئے اس لشکر کو "جیش العسریہ" کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے چنانچہ یہ سپاہ ان تمام سختیوں کو برداشت کرتی ہوئی "تبوک" نامی مقام پر پہونچ گئی۔ مگر یہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کا دور دور تک پتہ نہیں۔ گویا ہرقل کو جب اسلام کی عظیم سپاہ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ پسپا ہو کر اپنے ملک کی حدود میں چلا جائے لیکن سپاہ اسلام نے وسیع پیمانے پر انتہائی تیزی کے ساتھ شمالی حدود کے کنارے پہونچ کر اور بیس روز تک وہاں قیام پذیر رہ کر دشمنان اسلام کو بہت سے پند آموز سبق سکھا دیئے۔ جن میں سے چند کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔

۱۔۔روم کی شہنشاہیت اور اس کے دست پرورده سرحدی حکمرانوں پر اسلام کی طاقت و عظمت قطعی طور آشکار و عیاں ہو گئی اور یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہونچ گئی کہ مسلمانوں کی عظیم عسکری طاقت اس حد تک ہے کہ اگر دنیا کے طاقتور ترین لشکر سے بھی ٹکر لینے کی نوبت آجائے تو اس کا مقابلہ

کرنے میں انہیں ذرا بھی باک نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ بعض سرحدی صوبوں کے فرمانروا اس اطلاع کے ملتے ہی کہ لشکر اسلام سرزمین تبوک تک پہونچ گیا ہے۔ رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عہد و پیمان کے ساتھ کہ وہ کسی طرح کا تعرض نہ کریں گے۔ یہ بھی وعدہ کیا کہ ہر سال معقول رقم حکومتِ اسلامی کو بطور خراج ادا کیا کریں گے السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۱۶۹

۲۔۔مدینہ و تبوک کے راستے پر "دومۃ الجندل" نامی محکم قلعہ بنا ہوا تھا جس پر "اکیدر" نامی عیسائی بادشاہ کی حکمرانی تھی۔ چونکہ اس کے تعلقات ہرقل کے ساتھ خوشگوار تھے اسی لئے اس کا شمار ان مراکز میں ہوتا تھا جو مسلمانوں کے لئے خطرات پیدا کر سکتے تھے۔ چنانچہ رسول خدا نے خالد بن ولید کو تبوک سے چار سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ دومۃ الجندل" کی جانب روانہ فرمایا تا کہ وہاں پہونچ کر انہیں اسلحہ سے بے دخل کر دے۔ خالد نے دشمن کے اسلحہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس منطقے کے فرمانروا کو گرفتار کر لیا اور اسے مال غنیمت کے ساتھ لے کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول خدا نے اسے اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ "جزیہ" ادا کیا کرے گا۔ حوالہ سابق

۳۔۔اس غزوہ کے باعث دین اسلام و رسول خدا کا نام نامی روم کے عیسائیوں کی زبان پر جاری رہنے لگا۔ اور اس کا چرچا تازہ ترین خبر کی طرح ہر جگہ رہتا۔ چنانچہ ایسا میدان ہموار ہو گیا کہ رومی دین اسلام کو عالمی طاقت سمجھنے لگے۔

۴۔۔جزیرہ نما عرب میں وہ عرب و مشرکین جو دین اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے اب انہیں بھی دین اسلام کی قوت کا پوری طرح اندازہ ہونے لگا تھا اور یہ بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آگئی کہ جب رومیوں کا طاقت ور لشکر اپنے پورے جنگی ساز و سامان کے باوجود لشکر اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو ایسی زبردست طاقت کے سامنے ان کا سینہ سپر رہنا لاحاصل ہے۔ ان حالات کے پیش نظر ان قبائل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے قبل کہ رسول خدا ان کی خبر لینے آئیں وہ خود ہی اپنے نمائندے رسول خدا کی خدمت میں روانہ کر دیں اور چاہا کہ یا تو دین اسلام قبول کر لیں اور یا ایسا عہد و پیمان کریں جس کی رو سے اسلامی حکومت ان کے معاملات میں متعرض نہ ہو چونکہ بیشتر

وفد غزوۂ تبوک کے بعد سنہ ۹ ہجری میں رسول خدا کی ملاقات سے مشرف ہوئے اسی وجہ سے سنہ ۹ ہجری کو "سنتہ الوفود" کہا جانے لگا السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۲۰۵

اس کے علاوہ رومی لشکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی چونکہ فرار کرگیا تھا لہذا سپاہ کے حوصلے اس واقعے سے بہت زیادہ بلند ہو گئے. چنانچہ جب مسلمانوں نے روم پر حملہ کئے تو اس سے بہت سے عمدہ اثرات رونما ہوئے.

پہلا تو یہی کہ.. ان کے حوصلے اتنے قوی ہو گئے کہ وہ کسی بھی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور شاید اسی حوصلہ مندی کی وجہ سے انہوں نے یہ اقدام کرنا چاہا کہ اپنا اسلحہ فروخت کر دیں کیونکہ وہ اکثر کہا کرتے تھے "کہ اب جہاد کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی ہے" مگر رسول خدا نے انہیں اس اقدام سے منع فرمایا طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۷

مدینہ کے رہنے والوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ اسلام کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی ہے تو وہ ایسے مسرور ہوئے کہ بقول "بیہقی" عورتوں، بچوں اور نوجوانوں نے یہ ترانے گا کر لشکر اسلام کا استقبال کیا.

طلع البدر علینا -------من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ------ما دعا اللہ داع

ایھا المبعوث فینا ------جئت بالامر مطاع

(ہم پر بدر نے ثنیات الوداع سے طلوع کیا. جب تک کوئی خدا کو پکارنے والا ہے، ہم پر شکر واجب ہے. اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی آپؐ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ جس کی اطاعت ضروری ہے)

دوسرا یہ کہ.. مسلمان اتنا طویل پر مشقت سفر کرنے کے باعث چونکہ اس کی مشکلات و خصوصیات سے واقف ہو گئے تھے اسی لئے مستقبل میں شام کو فتح کرنے کا راستہ ان کے لئے ہموار ہو گیا. اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم کی رحلت کے بعد دیگر ممالک کو فتح کرنے سے قبل

مسلمان شام کو فتح کرنے کے جانب متوجہ ہوئے۔

نفاق کا چہرہ بے نقاب

صدر اسلام کی دیگر جنگوں کے مقابل "غزوۂ تبوک" سب سے زیادہ منافقین کی جولان گاہ اور ان کے خیانت کارانہ و مجرمانہ افعال کی آزمائشگاہ ثابت ہوا۔ چنانچہ انہوں نے جتنی بھی بداعمالیاں اور بدعنوانیاں کیں خداوند تعالیٰ نے دوسری جنگوں کے مقابل ان کے اتنے ہی برے ارادوں اور ان کے منافقانہ چہروں کو بے نقاب کیا۔ اور شاید اسی وجہ سے اس غزوہ کو "فاضحہ" (رسوا کن) کہا گیا ہے السیرۃ الحلبیہ ج ۳۔ ص ۱۳۹

اس سے قبل کہ سپاہ اسلام "تبوک" کی جانب روانہ ہو منافقین نے جو بھی مواقع تلاش کئے اور جو بھی خیانت کاریاں ان سے سرزد ہوئیں ان کے بعض نمونے اوپر پیش کئے جا چکے ہیں۔ انہوں نے انہی خیانت کاریوں اور اپنی بداعمالیوں پر اکتفا نہ کی بلکہ جتنے عرصے تک لشکر اسلام غزوہ تبوک پر رہا ان کی سازشیں بھی جاری رہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۱۔۔ منافقین کے ایک گروہ نے "سویم" نامی یہودی کے گھر پر جلسہ کیا جس میں انہوں نے اس مسئلے پر غور و فکر کیا کہ جنگی امور اور لشکر کی روانگی میں کس طرح خلل اندازی کی جائے۔ چنانچہ جب رسول خدا کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو آنحضرت نے چند لوگوں کو اس کے گھر کی طرف روانہ کیا جنہوں نے اسے نذر آتش کر دیا حوالۂ سابق ص ۱۶۰

۲۔۔ اس وقت سپاہ اسلام "ثنیۃ الوداع" نامی لشکر گاہ میں جمع ہوئی تو منافقین کے سردار "عبداللہ بن ابی" نے اپنے ساتھیوں اور ان یہودیوں کے ہمراہ جن سے ان کا معاہدہ تھا کوہ "ذکاب" کے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور رسول خدا کے خلاف اس طرح زہر اگلنا شروع کیا۔

محمد (ص) کو رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی سوجھی ہے اور وہ بھی اس جھلس دینے والی گرمی میں اور اتنی دور جا کر۔ ادھر سپاہ اسلام کا یہ حال ہے کہ اس میں جنگ کرنے کی ذرا بھی تاب و

مجال نہیں۔ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کو ہنسی کھیل سمجھ لیا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ محمد کے جتنے بھی ساتھی ہیں سب ہی کل قیدی ہوں گے اور سب کی مشکیں کسی ہوئی نظر آئیں گی۔

وہ اپنی اس خیانت کارانہ گفتار اور بد کرداری سے چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست کردے اور انہیں اس مقدس جہاد پر جانے سے باز رکھے۔ مگر اس کی یہ نیرنگی و حیلہ گری کارگر ثابت نہ ہوئی اور بہت ہی یاس و ناامیدی کی حالت میں مدینہ پہونچا۔ مغازی ج ۳ ص ۹۹۵

۳۔۔ سپاہ اسلام جب تبوک کی جانب روانہ ہوئی اور حضرت علی (ع) مدینہ میں قیام فرما رہے تو منافقوں کو اپنی تمام کوششیں ناکام ہوتی نظر آئیں چنانچہ اب وہ اس فکر میں رہنے لگے کہ کس طرح ایسا ماحول پیدا کریں اور اس قسم کی افواہیں پھیلادیں کہ حضرت علی (ع) مرکزی حکومت سے دور چلے جائیں تاکہ رسول خدا اور حضرت علی (ع) کی غیر موجودگی میں پورے اطمینان کے ساتھ اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

حضرت علی (ع) نے جب یہ افواہیں سنیں کہ رسول خدا آپ (ع) کو اپنی سر دمہری اور بے التفاتی کی وجہ سے محاذ جنگ پر لے کر نہیں جا رہے ہیں تو آپ (ع) رسول خدا کی خدمت حاضر ہوئے اور تمام واقعات آنحضرت کے سامنے بیان کئے۔ جنہیں سن کر رسول خدا نے فرمایا کہ۔۔

وہ جھوٹ بول رہے ہیں میں تو تمہیں اس وجہ سے چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں جو کچھ ہے تم اس کی حفاظت و نگہبانی کرو۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ (ع) کے لئے ہارون (ع) تھے بس میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد رسول خدا نے حضرت علی (ع) سے ارشاد فرمایا کہ آپ (ع) واپس مدینہ چلے جائیں اور آنحضرت کے جانشین کی حیثیت سے "دارالھجرہ" میں اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ مقیم رہیں۔

۴۔۔ سپاہ اسلام کے خوف سے لشکر روم کی مغلوبی نیز ان فتوحات کے باعث جو آنحضرت کو "تبوک" میں مقیم رہنے کے دوران حاصل ہوئیں۔ منافقین کا حسد و کینہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اسی لئے

جس وقت سپاہ اسلام تبوک سے واپس آرہی تھی تو ان منافقین نے نہایت ہی خطرناک چال چلنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی سازش یہ تھی کہ جب رسول خدارات کی تاریکی مین بلند درے سے گزریں گے تو منافقین میں سے دس بارہ آدمی، آنحضرت کی گھات میں بیٹھ جائیں گے تا کہ جیسے ہی آپؐ کی سواری کا اونٹ اس راستے سے گزرے تو اسے بھڑکا دیں اور آنحضرت اس گہرے درے میں گرکر ہلاک ہو جائیں۔

لیکن خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ جب منافقین نے یہ دیکھا کہ رسول خدا کو ان کی سازش کا علم ہو گیا ہے تو وہ وہاں سے فرار کر گئے اور اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ اگرچہ رسول خدا نے ان سب کو پہچان لیا تھا اور صحابہ نے بھی چاہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر رسول خدا نے انہیں معاف کر دیا   السیرۃ الحلبیہ ج ۳۔ص ۱۴۳

۵۔۔منافقین اپنے جرائم کی پردہ پوشی کرنے کے لئے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے کہ ہمیشہ دین کا لباس پہنے رہیں۔ مذہب کے پردے میں اپنے ان مجرمانہ افعال کو جاری رکھنے کے لئے انہوں نے محلہ "قبا" میں مسجد کے نام سے ایک سازشی مرکز قائم کیا تا کہ وہاں سے اپنی سر گرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔ رسول خدا کی تبوک کی طرف روانگی سے پہلے انہوں نے مسجد کی تعمیر شروع کی اور رسول خدا کو اس کے بارے میں مطلع کر دیا۔ جس وقت آنحضرت واپس تشریف لارہے تھے تو مدینہ کے نزدیک قاصد غیب وحی لے کر نازل ہوا اور آیات قرآنی کے ذریعے مسجد بنانے والوں کے گمراہ کن ارادوں سے مطلع کر دیا   رسول خدا نے حکم صادر فرمایا کہ اس مسجد کو آگ لگا کر خاکستر کر دیں اور جو کچھ وہاں بچ رہے اسے تباہ و برباد کر دیں۔ اور اس جگہ کو ڈلاؤ کے طور پر استعمال کریں۔   سورۃ توبہ

غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی فتح و نصرت، اس جنگ کے بارے میں منافقین نے جو اندازے لگائے تھے وہ سب باطل ثابت ہوئے جنگ کے دوران ان کی سازشوں کی ناکامی، مسجد ضرار کی ویرانی، اسلام دشمن عناصر کے چہروں سے ریا کی نقاب کشائی اور آیات قرآنی (توبہ) میں ان کے خصوصیات کے بارے میں جو نشاندہی کی گئی تھی ان کے باعث کفر کے پیکر پر پے در پے ایسی

سخت ضربات لگیں کہ اس کا سر کچل گیا۔ اور وہ خیانت کار خطرناک گروہ جو اسلامی معاشرے میں مل رہا تھا منہ کے بل گرا اور وہ لوگ جو محاذ نفاق کی جانب رسول خدا کے خلاف نبرد آزمائی کر رہے تھے سخت مایوسی و ناامیدی کے شکار ہوئے۔ چنانچہ یہ مسلسل ناکامیوں نامرادیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ منافقین کا سرغنہ "عبداللہ بن ابی" غزوۂ تبوک کے ایک ماہ بعد ہی غموں میں گھل گھل کر مر گیا مغازی

سنہ ۹ ہجری کے اواخر میں زمانہ حج کے شروع ہونے سے قبل قاصد پیغام وحی نے سورہ توبہ کی چند ابتدائی آیات رسول خدا کو پڑھ کر سنائیں۔ ان آیات میں خدا اور رسول خدا کی مشرکین سے بیزاری، مسلمانوں کے ساتھ ان کے قطع تعلق، اور ان معاہدوں کو منسوخ کرنے کے بارے میں ہدایت کی گئی جو مسلمانوں نے ان کے ساتھ کئے تھے۔

رسول خدا نے ابو بکر کو امیر حج مقرر کرکے انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ مشرکین تک سورہ توبہ کی آیات پہونچادیں۔ لیکن جب وہ روانہ ہوگئے تو دوبارہ فرشتہ وحی نازل ہوا اور یہ پیغام سنایا کہ اس کام کو پیغمبر خدا یا خاندان رسالت کے کسی فرد کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا چنانچہ رسول خدا نے حضرت علی (ع) کو بلایا اور اس کام پر مقرر فرمایا کہ مشرکین تک یہ آیات پہونچادیں۔

حضرت علی راستے میں ہی حضرت ابو بکر سے جا ملے اور ان سے فرمایا کہ یہ آیات مجھے عنایت کردیں۔ اور مذکورہ آیات کو لے کر خود مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مناسک حج کا زمانہ آگیا تو آپ (ع) نے مسلمانوں اور کفار کے مجمع کثیر میں آیات کی تلاوت فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہی رسول خدا کا پیغام بھی پہونچا دیا۔ اس پیغام میں جو باتیں کہی گئی تھیں وہ یہ ہیں کہ..

۱-- کافر جنت میں داخل نہ ہوں گے

۲-- آئندہ مشرکین کو مکہ میں داخل ہونے اور مناسک حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۳۔۔ آئندہ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہو گی کہ وہ برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔

۴۔۔ جن لوگوں نے رسول خدا سے عہد و پیمان کئے ہیں وہ مدت معینہ تک ہی معتبر و قابل عمل ہیں۔ اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا ہے انہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اس عرصے میں اپنے معاہدے کے بارے میں غور کریں۔ اور جب یہ عرصہ گزر جائے گا تو کسی بھی مشرک کے ساتھ عہد و پیمان نہ کیا جائے گا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۹۰ و ص ۱۹۱

رسول خدا نے جو یہ صریح و قطعی اقدام کیا اس کی شاید وجہ یہ تھی کہ اس وقت سے جب کہ یہ پیغام مشرکین کو پہونچایا گیا نزول رسالت تک تقریباً بائیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اور اس طویل عرصے میں رسول خدا کی تمام تر سعی و کوشش رہی کہ مشرکین راہ راست پر آجائیں۔ چنانچہ اس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ بت پرستوں کے شرک اور پیغمبر اکرم کے ساتھ جنگ و جدال کی اصل وجہ ان کی ضد اور ذاتی دشمنی تھی۔ اور اب اس چیز کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی معاشرہ جس قدر جلد ہو سکے ایسے عناصر سے پاک ہو جائے۔ اگر کسی زمانے میں پیغمبر اکرم نے سیاسی حالات کے تحت مجبور ہو کر مشرکین کے ساتھ عہد و پیمان کیا تو اس کے بعد آنحضرت کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس وقت جبکہ تمام منطقہ دین اسلام کے تحت اثر آچکا تھا اور اس نے صرف اندرونی ہی نہیں بلکہ بیرونی محاذوں پر عظیم ترین فتح و نصرت حاصل کر لی تھی ایسے عناصر کو اسلامی معاشرے کے اندر برداشت کریں اور وہ توہمات و خرافات اور خلل اندازی کے پردے میں زمین پر فساد بپا کرتے رہیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اس لئے دی گئی تھی کہ انہیں اپنے بارے میں سوچنے کے لئے کافی وقت مل سکے۔ اور اپنے توہمات و خرافات سے دست بردار ہونے کے بارے میں غور و فکر کر سکیں۔

رسول خدا کا قطعی فیصلہ، سورہ توبہ کی آیات کا نزول اور مشرکین کے مقابل رسول خدا کا جرأتمندانہ مگر انسان دوستی پر مبنی اقدام بالخصوص چار ماہ کا عرصہ اس امر کا باعث ہوا کہ وہ اپنے بارے

میں سوچیں اور موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کے ساتھ ہی دین اسلام کی آسمانی تعلیمات اور اپنے خرافات پر مبنی طور و طریقے کے بارے میں غور و فکر کرنے کے بعد دین اسلام کی آغوش میں چلے آئیں۔

حجۃ الوداع، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر اکرم

حجۃ الوداع

اسلام کے ہاتھوں تبوک میں سلطنت روم کی بیخ کنی، جزیرہ نما عرب میں شرک و بت پرستی کی شکست و ریخت اور مشرکین کے نہ صرف مکہ میں داخل ہونے بلکہ مناسک حج میں شرکت کرنے پر مکمل پابندی کے بعد جب زمانہ حج نزدیک آیا تو رسول خدا کو اس کام پر مقرر کیا گیا بذات خود ہجرت کے دسویں سال میں مناسک حج ادا کریں تاکہ اسلام کی طاقت کو زیادہ ظاہر و نمایاں کرنے کے ساتھ مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ عہد جاہلیت کے آداب و رسوم کو ترک کر کے سنت ابراہیمی کے مطابق اسلامی طریقے پر ارکان حج ادا کریں۔ اسی ضمن میں آنحضرت اساسی و لازمی اصول بالخصوص مستقبل میں اسلام کے مسئلہ راہبری و قیادت کے بارے میں براہ راست مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں تاکہ سب پر حجت تمام ہو جائے۔

رسول خدا کو وحی کے ذریعے اس کام پر مامور کیا گیا کہ آنحضرت تمام مسلمانوں کو حج بیت اللہ پر چلنے کے لئے آمادہ کریں اور انہیں اس عظیم اسلامی اجتماع میں شرکت کرنے کی دعوت دیں۔

چنانچہ اس بارے میں خداوند تعالیٰ اپنے نبی سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی ضامر یاتین من کل فج عمیق

اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان عام کر دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں۔

جس وقت یہ اعلان کیا گیا اگرچہ اس وقت مدینہ اور اس کے اطراف میں چیچک کی وبا پھیلی

ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان اس مرض کی وجہ سے ارکان حج ادا کرنے کے لئے شرکت نہیں کر سکتے تھے. مگر جیسے ہی انہوں نے رسول خدا کا یہ پیغام سنا مسلمان دور و نزدیک سے کثیر تعداد میں مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے تا کہ رسول خدا کے ساتھ مناسک حج ادا کرنے کا فخر حاصل کر سکیں. مورخین نے ان کی تعداد چالیس ہزار سے ایک لاکھ چوبیس ہزار تک اور بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھی ہے سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۲۵۷

رسول خدا نے حضرت ابو دجانہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ہفتہ کے دن ۵ ذی القعدہ کو مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔اس سفر میں مسلمانوں کا ذوق و شوق تھا کہ ان میں سے کثیر تعداد نے مدینہ و مکہ کے درمیان کا فاصلہ پیدل چل کر طے کیا۔ ارشاد مفید ص ۹۱

یہ قافلہ بتاریخ چہارم ذی الحجہ منگل کے دن مکہ میں داخل ہوا جہاں اس نے عمرہ کے ارکان ادا کئے۔

آٹھ ذی الحجہ تک مسلمانوں کی دوسری جماعت بھی مکہ پہونچ گئی جس میں حضرت علی (ع) اور آپؑ کے ساتھی بھی شامل اس وقت آپ (ع) یمن کے دورے پر تشریف لے گئے تھے.

رسول خدا نے اس عظیم اسلامی اجتماع میں سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دینے کے ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ کس طرح صحیح طور پر ارکان حج پر عمل پیرا ہوں. آنحضرت نے مکہ کے "منیٰ" اور میدان "عرفات" میں مختلف مواقع پر تقاریر فرما کر آخری مرتبہ مسلمانوں کو پند و نصائح اور ارشادات عالیہ سے نوازا۔ان تقاریر میں آپ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کریں. قتل نفس کا پاس رکھیں، سود کی رقم کھانے، دوسروں کا مال غصب کرنے سے بچیں. دور جاہلیت میں جو خون بہایا گیا تھا اس سے چشم پوشی کو ہی بہتر سمجھیں. کتاب اللہ پر پابندی سے عمل پیرا ہوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کو افضل جانیں.، نیز استقامت و پائیداری کے ساتھ احکام الٰہی و قوانین دین مقدس اسلام پر کاربند رہیں۔اس ضمن میں آنحضرت نے مزید ارشاد فرمایا کہ.. حاضرین ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں یہ پیغام

جمع ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک بعض کے دل و دماغ مکمل طور پر تسلیم حق نہیں ہوئے ہیں۔ اور وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ جب بھی موقع ملے اندر سے اس دین پر ایسی کاری ضرب لگائیں کہ بیرونی طاقتوں کے لئے اس پر حملہ کرنے کے لئے میدان ہموار ہو جائے۔

کوئی ایسا ہی لائق و شائستہ شخص جو آنحضرت کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کر سکے اس آیت قرآنی کی روشنی میں "الیوم اکملت لکم دینکم" دین اسلام کو بے حد کمال تک پہونچا سکتا ہے نیز امت اسلامی کی کشتی کو اختلافات کی پر جوش و خروش اور داخلی کشمکش سے نجات دلا کر ساحل تک پہونچانے میں معاون و مدد گار ہو سکتا ہے۔

رسول اکرم اگرچہ جانتے تھے کہ امت مسلمہ میں وہ کون شخص ہے جو آپ کی جانشینی اور مستقبل میں اس امت کی رہبری کے لئے مناسب و موزوں ہے۔ اور خود آنحضرت نے کتنی ہی مرتبہ مختلف پیرائے میں یہ بات لوگوں کے گوش گزار بھی کر دی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود اس وقت کے مختلف حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ جانشینی کے لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے جدید حکم واضح و صریح الفاظ میں نازل ہو۔ آنحضرت یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت کی مدد فرمائے گا۔ تا کہ اس فرض کی ادائیگی میں آپؐ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔ کیونکہ رسالت کی طرح مقام خلافت و امامت بھی الٰہی منصب ہے اور حکمت الٰہی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس منصب کے لئے کسی لائق شخص کو ہی منتخب کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی رسول خدا کو خدشہ بھی لاحق تھا کہ اگر یہ عظیم اجتماع پراکندہ ہو گیا اور ہر مسلمان اپنے اپنے وطن چلا گیا تو پھر کبھی ایسا موقع نہ مل سکے گا کہ کسی جانشین کے مقرر کئے جانے کا اعلان ہو سکے اور آپؐ کا پیغام لوگوں تک پہونچ سکے۔

قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا اور بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ "جحفہ" کے نزدیک "غدیر خم" پر پہونچا۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں مدینہ سے مصر و عراق کی جانب جانے والی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ اس وقت فرشتہ وحی نازل ہوا اور رسول خدا کو جس پیغام کی توقع تھی وہ ان الفاظ میں

پہونچادیں کہ میرے بعد کوئی نبی و پیغمبر نہیں ہو گا اور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہو گی آنحضرت نے یہ بات تاکید سے کہی کہ۔ اے لوگو. میری بات کو اچھی طرح سنو اور اس پر خوب غور و فکر کرو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس کے بعد میری تم سے ملاقات نہ ہو سکے ان الفاظ کے ذریعے آنحضرت لوگوں کو مطلع کر رہے تھے کہ وقت رحلت نزدیک آگیا ہے اور شاید اسی وجہ سے اس حج کو "حجۃ الوداع" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

جانشین کا تعین

مناسک حج مکمل ہوگئے اور رسول خدا واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن جو فرض آنحضرت پر واجب تھا وہ ابھی ادا نہیں ہوا تھا. مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ کام انجام پذیر ہوچکا ہے اسی لئے ان میں سے ہر ایک شخص نے اس سفر سے معنوی فیض کسب کیا اور اب ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے تپتے ہوئے بے آب و ویران ریگزاروں کو پار کر کے واپس وطن پہونچ جائے. لیکن رسول خدا نے چونکہ اپنی عمر عزیز کے تئیس سال اول سے آخر تک رنج و تکالیف میں گزار کر آسمانی آئین یعنی دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے ذریعے انسانوں کو پستی و گمراہی اور جہالت و نادانی کی دلدل سے نکالنے میں صرف کئے تھے۔ اور آپ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ آپ یہی چاہتے تھے کہ پر گندہ انسانوں کو ایک پرچم کے نیچے جمع کرلیں انہیں امت واحد کی شکل میں لے آئیں مگر اس کے بعد اب دوسرا خیال درپیش تھا کہ۔ اب آنحضرت کے سامنے اسلام کا مستقبل اور رہبر کے انتخاب کا مسئلہ تھا. بالخصوص اس صورت میں جبکہ آپؐ کے روبرو یہ حقیقت بھی تھی کہ اس پر افتخار زندگی کے چند روز ہی باقی رہ گئے ہیں۔

رسول خدا ہر شخص سے زیادہ اپنے معاشرے کی سیاسی، اور ثقافتی وضع و کیفیت سے واقف و باخبر تھے۔ آپؐ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آسمانی تعلیمات آپ کی دانشورانہ قیادت و رہبری اور حضرت علی (ع) جیسے اصحاب کی قربانی کے باعث قبائل کے سردار و شرفاء قریش اسلام کے زیر پرچم

پہونچادیا۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

(اے رسولؐ، جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہونچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔)

گرمی سخت تھی اور کافی طویل قافلہ زنجیر کے حلقوں کے مانند پیوستہ اپنی منزل کی جانب گامزن تھا۔ رسول خدا کے حکم سے یہ قافلہ رک گیا۔ اور سب لوگ یک جا جمع ہو گئے۔ اور سب لوگ یہ جاننے کے متمنی تھے کہ کون سا اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔

رسول خدا نے پہلے تو نماز ظہر کی امامت فرمائی اور اس کے بعد ایک اونچی جگہ پر جو اونٹ کے کجاؤں سے بنائی گئی تھی تشریف فرما ہوئے اس موقعے پر آپؐ نے مختلف مسائل کے بارے میں مفصل خطبہ دیا اور ایک بار پھر لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کتاب اللہ نے اور اہل بیت رسول کی پوری دیانتداری کے ساتھ پیروی کریں کیونکہ یہی دونوں "متاع گرانمایہ" بیش قیمت مال ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اصل مقصد کی جانب توجہ فرمائی۔

آنحضرت نے حضرت علی (ع) کا دست مبارک اپنے دست مبارک میں لے کر اس طرح بلند کیا کہ سب لوگوں نے رسولؐ نیز حضرت علی (ع) کو ایک دوسرے کے دوش بدوش دیکھا چنانچہ انہوں نے سمجھ لیا کہ اس اجتماع میں کسی ایسی بات کا اعلان کیا جائے گا جو حضرت علی (ع) کے متعلق ہے۔

رسول خدا نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے مومنو۔ تم لوگوں میں سے کونسا شخص سب سے زیادہ برتر و بالا ہے؟ مجمع نے جواب دیا کہ۔۔ خدا اور رسول خدا ہی بہتر جانتے ہیں۔

اس پر رسول خدا نے فرمایا کہ .. میرا مولا خدا ہے۔ اور میں مومنین کا مولا ہوں میں سب سے بہتر ہوں اور سب پر مجھے فضیلت حاصل ہے جس کا مولا میں ہوں یہ علی (ع) اس کے مولا ہیں، اے خداوندا۔ جو علی (ع) کے دوست ہوں انہیں تو عزیز رکھ اور جو علی (ع) کے دشمن ہوں تو ان کے ساتھ دشمنی کا سلوک کر۔ علی (ع) کے دوستوں کو فتح و نصرت عطا فرما اور دشمنان علی (ع) کو ذلیل و خوار کر

رسول خدا کا خطبہ ختم ہوجانے کے بعد مسلمان حضرت علی (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول خدا کی طرف سے مرتبہ خلافت و قیادت تفویض کئے جانے پر مبارک باد پیش کی اور آپ (ع) سے مولائے مسلمین کہہ کر ہمکلام ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے بھی حضرت جبرئیل کو بھیج کر اور مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر لوگوں کو اس نعمت عظمیٰ کی بشارت دی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۱۷)۔

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا ہے۔

اس روز سے (۱۸ ذی الحجہ) کو مسلمان اور حضرت علی (ع) کے پیرو کار "عید غدیر" کے نام سے ہر سال جشن مناتے ہیں اور اس عید کا شمار اسلام کی عظیم عیدوں میں ہوتا ہے۔

رسول خدا کی آخری عسکری کوشش

رسول اکرم "حجۃ الوداع" سے واپس آنے کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ دو اہم فرائض (فریضہ حج اور حضرت علی (ع) کی جانشینی کے اعلان) کے انجام دینے کے بعد اگرچہ بہت زیادہ اطمینان محسوس کررہے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ابھی امت مسلمہ کے سامنے ایسے مسائل ہیں جن کی وجہ سے وہ فتنہ و فساد سے دوچار رہے گی۔ چنانچہ یہی فکر آنحضرت کے لئے تشویش کا باعث تھی۔

سنہ ۱۱ ہجری کے اوائل میں جب کچھ لوگوں نے یہ خبر سنی کہ سفر کی وجہ سے رسول خدا کی

طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے فتنہ و فساد و غوغا برپا کر دیا۔ چنانچہ "مسیلمہ" نے "یمامہ" میں "اسود عنسی" "یمن میں اور "طلحہ" نے بنی اسد کے شہروں میں لوگوں کو فریب دے کر گمراہ کرنا شروع کر دیا۔

"مسیلمہ" نے تو رسول خدا کو خط بھی لکھا اور آنحضرت سے کہا کہ اسے بھی امر نبوت میں شریک کر لیا جائے۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۴۶

دوسری طرف ان لوگوں کو، جو کل تک کافر اور آج منافق تھے اور جن کے دلوں میں پہلے سے ہی اسلام کے خلاف بغض و کینہ بھرا ہوا تھا، جب یہ معلوم ہوا کہ رسول خدا نے حضرت علی (ع) کے پیشوائے اسلام اور جانشین پیغمبر ہونے کا اعلان کر دیا ہے تو ان کا غم و غصہ کہیں زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ رسول خدا کی طبیعت ناساز ہے اور آنحضرت کی رحلت عنقریب ہی واقع ہونے والی ہے تو ان کا جوش و خروش کئی گنا ہو گیا۔

ان واقعات کے علاوہ، مشرقی روم کی پر زور و خود سر حکومت اور اس کی نو آبادیات کو مسلمانوں کے ساتھ چند مرتبہ نبرد آزمائی کرنے کے بعد ان کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا اور ان سے کاری ضربیں کھا چکے تھے اسی لئے ان کا وجود مدینہ کی حکومت کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ سیاسی عوامل سے قطع نظر اس خاص مذہبی حساسیت کے باعث بھی جو عیسائی سربراہوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھی وہ شمالی سرحدوں پر ہمیشہ بدامنی پھیلائے رکھتے تھے۔

ان حالات میں بقول رسول اکرم فتنے و فسادات سیاہ رات کی طرح یکے بعد دیگرے اسلامی معاشرے پر چھانے شروع ہو گئے ہیں۔ ارشاد مفید ص ۹۷

چنانچہ آنحضرت نے انہیں خاموش کرنے کے لئے بعض اقدامات بھی کئے اور یہی آپ کی سعی و کوشش کا آخری ثمرہ تھا۔

رسول خدا نے "یمن" "یمامہ" اور قبیلہ بنی اسد کے درمیان فرماندار نمائندگان روانہ کرنے کے علاوہ حکم بھی صادر فرمایا کہ اٹھارہ یا انیس سالہ "اسامہ ابن زید" نامی فرماندار کی زیر قیادت طاقتور سپاہ

روانہ کی جائے۔ چنانچہ آنحضرت نے حضرت اسامہ کی تحویل میں پرچم دینے کے بعد فرمایا کہ۔۔ پوری امت مسلمہ کے ساتھ جس میں مہاجر و انصار شامل ہوں اپنے والد "زید بن حارث" کی شہادت گاہ کی جانب، جو بلاد روم میں ہے، روانہ ہوں۔ مغازی ج ۳ ص ۱۱۱۷

حضرت اسامہ کو فرماندار مقرر کرنے کی وجہ ان کی مہارت و لیاقت کے علاوہ یہ بھی ہوسکتی تھی کہ۔۔

۱۔۔ رسول خدا کی جانب حضرت اسامہ کو فرماندار مقرر کرنے کی وجہ آنحضرت کی جانب سے ان خرافات کے خلاف عملی جدو جہد تھی جو دور جاہلیت سے بعض صحابہ کے ذہنوں میں بسے تھے کیونکہ ان کی نظر میں کسی مقام و مرتبہ کا معیار یہی تھا کہ صاحب جاہ و مرتبہ معمر شخص ہو اور کسی قبیلے کی سرداری سے وابستہ شخص ہی اس کا حقدار ہوسکتا ہے۔

۲۔۔ حضرت زید ابن حارث کی شہادت چونکہ رومیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی اسی لئے ان کے دل میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا جوش و ولولہ بہت زیادہ تھا۔ رسول خدا کی یہ کوشش تھی کہ انکے اس جوش و ولولے میں مزید شدت و کثرت ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے جب آنحضرت نے فرمانداری کی ذمہ داری ان کی تحویل میں دی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اپنے باپ کی شہادت گاہ کی جانب روانہ ہوجاؤ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳۔ص ۱۵۹

۳۔۔ اگر اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سپاہ کی فرمانداری مہاجر و انصار میں سے کسی معمر شخص کی تحویل میں دے دی جاتی تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ شخص اس عہدے سے سوئے استفادہ کرتا اور اسی وجہ سے خود کو پیغمبر اکرم کا خلیفہ و جانشین سمجھنے لگتا۔ لیکن حضرت اسامہ کی یہ حیثیت نہیں تھی اور نہ ان کے خلیفہ بننے کا کوئی امکان تھا۔

حضرت اسامہ نے رسول خدا کے حکم کےمطابق "جرب" نامی مقام پر خیمے نصب کئے۔ اور دیگر مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رسول خدا نے مسلمانوں بالخصوص مہاجر و انصار کے سرداروں کو حضرت اسامہ کے لشکر میں

شامل کرنے کے لئے بہت زیادہ اہتمام سے کام لیا اور جو لوگ اس اقدام کے مخالف تھے انہیں آنحضرت نے مطعون بھی کیا۔

حضرت اسامہ کی عسکری طاقت کو تقویت دینے کے علاوہ اس اہتمام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت چاہتے تھے کہ وقت رحلت وہ لوگ مدینہ میں موجود نہ رہیں جو امت میں اختلاف پیدا کرنے اور منصب خلافت کی حصول کی فکر میں ہیں۔ تا کہ حضرت علی (ع) کی قیادت و پیشوائی کے بارے میں فرمان خدا و رسول جاری کئے جانے کے لئے راستہ ہموار رہے۔ ارشاد مفید ص ۹۶

لیکن افسوس بعض مسلمانوں نے کہ جنہیں رسول خدا مدینہ سے باہر بھیجنے کے لئے کوشاں تھے یہ بہانہ بنا کر کہ حضرت اسامہ بہت کم عمر ہیں مخالفت شروع کر دی اور ان کے خیمہ گاہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا نیز یہ دیکھ کر کہ رسول خدا کی طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے حضرت اسامہ کے لشکر کو روم کی طرف جانے سے یہ کہہ کر روکنا چاہا کہ چونکہ اس وقت رسول خدا بہت علیل ہیں لہذا ان حالات کے تحت ہمارے دلوں میں آپ سے جدائی کی تاب و طاقت نہیں ہے الملل والنحل ج ۱

رسول خدا کو منافقین کے اس رویئے سے سخت تکلیف پہونچی آپ طبیعت کی ناسازی کے باوجود مسجد میں تشریف لے گئے اور مخالفت کرنے والوں سے فرمایا کہ "اسامہ کو فرماندار مقرر کئے جانے کے بارے میں میں یہ کیا سن رہا ہوں۔ اس سے پہلے جب ان کے باپ کو فرماندار مقرر کیا تھا تو اس وقت بھی تم طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ وہ لشکر کی فرمانداری کے لئے مناسب تھے اور اسامہ بھی اس کے اہل ہیں۔ طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۰

رسول خدا اس وقت بھی جب کہ صاحب فراش تھے تو ان لوگوں سے جو عیادت کے لئے آتے تھے مسلسل یہی فرماتے کہ "انفذ وابعث اسامۃ" لیکن آنحضرت کی یہ سعی و کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ کیونکہ صحابہ میں جو سردار تھے انہوں نے اس قدر سہل انگاری سے کام لیا کہ آنحضرت کی رحلت واقع ہو گئی۔ اور سپاہ واپس مدینہ آ گئی۔

رسول خدا کی رحلت

رسول خدا کے مزاج کی ناسازی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا علالت کے دوران آنحضرت "بقیع" کی جانب تشریف لے گئے۔ اور جو لوگ وہاں ابدی نیند سو رہے تھے ان کی طلب مغفرت کے بعد حضرت علی (ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ جبرئیل سال میں ایک مرتبہ مجھے قرآن پیش کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ قرآن پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتی کہ میری رحلت قریب ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ..

(اے علی مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ دنیا کے خزانوں، اس کی جاویدانی زندگی اور بہشت کے درمیان میں سے کسی کا انتخاب کرلوں۔ میں نے ان میں سے بہشت اور دیدار پروردگار کو چن لیا ہے۔

رسول خدا بستر علالت پر فروکش اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ فرمان حق کا انتظار فرما رہے تھے . لیکن یہ اشتیاق آنحضرت کو امت کی ہدایت کے خیال اور اس کے درمیان اختلاف کی وجہ سے فتنہ پیدا کرنے کے اندیشے سے نہ روک سکا۔ صحابہ میں سے بعض برگزیدہ حضرات آپؐ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے ان سے رسول خدا نے یہی ارشاد فرمایا کہ "قلم و دوات لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس پر عمر نے کہا کہ.. رسول خدا پر مرض کا غلبہ ہے قرآن تو ہمارے پاس ہے ہی۔ ہمارے لئے یہی کتاب اللہ کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعض نے عمر کے نظریئے سے اختلاف کیا اور بعض ان کے جانبدار ہوگئے۔ رسول خدا کے لئے ان کی یہ جسارت و بے باکی سخت پریشان خاطری کا باعث ہوئی۔ اور فرمایا کہ.. "میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ (۳۴

بعض صحابہ کی علانیہ مخالفت نے اگرچہ رسول خدا کو وصیت لکھنے سے باز رکھا لیکن آنحضرت نے اپنا مدعا دوسرے طریقے سے بیان کردیا۔ اگرچہ مرض کا غلبہ تھا مگر درد و تکلیف کے باوجود آنحضرت مسجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں منبر پر تشریف فرما ہو کر آخری مرتبہ لوگوں سے خطاب فرمایا۔ یہ آنحضرت کا آخری خطبہ تھا۔

(اے لوگو. میں تمہارے درمیان دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ان میں سے ایک کلام اللہ ہے اور دوسرے میرے اہل بیت۔

بالآخر اس سفیر حق کی روح مقدس تریسٹھ سالہ پرجد و جہد زندگی بسر کرنے کے بعد بروز ہفتہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو اس وقت جب کہ آنحضرت کا سر مبارک حضرت علی (ع) کی آغوش میں تھا عالم ملکوت کی جانب پرواز کر گئی ارشاد مفید ص ۱۰۰ و ص ۱۰۱

امیرالمومنین حضرت علی (ع) نے آپ کے جسد پاک کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ اس کے بعد آپ کے چہرے مبارک کو کھول دیا۔ اگر چہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر اسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ..

یارسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپؐ کی رحلت کے باعث نبوت، وحی الہی اور آسمانی پیغامات کی آمد کا رشتہ منقطع ہوا...... اگر چہ آپ نے ہمیشہ ہمیں صبر کی تلقین کی اور عجلت و بے تابی سے منع فرمایا مگر آج صبر و تحمل کا یارا نہیں۔ بے اختیار ایسے آنسو بہے چلے جا رہے ہیں کہ ان کا سر چشمہ خشک ہو گیا۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۳۵

اس کے بعد آپ (ع) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی (ع) کے بعد صحابہ نے یکے بعد دیگرے کئی جماعتیں بنا کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد اسی حجرے میں جہاں آنحضرت کی رحلت ہوئی تھی اس جسد پاک کو سپرد خاک کر دیا۔ ارشاد مفید ص ۱۰۱

خداوند و ملائکہ اور کل مومنین کی طرف سے آپ پر اور خاندان رسالت پر ہزار ہزار سلام۔

غزوہ بنی قینقاع

بدر کی زبردست لڑائی نے، اس علاقہ کے جنگی توازن کو مسلمانوں کے نفع میں بدل دیا۔ اس جنگ کے بعد منافقین اور یہودی مسلمانوں کی اس فتح مبین پر رشک کرنے لگے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی ترقی سے سخت خائف تھے۔ انھوں نے جو معاہدے رسول خدا سے کر رکھے تھے اس کے بر خلاف مسلمانوں اور اسلام کو بدگوئی اور دشنام طرازی کا نشانہ بنایا اور مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے قریش کو مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے بھڑکانے لگے۔ ان کے شعراء نے اپنے ہجویہ قصیدے میں مسلمان عورتوں کے وصف کو کفار کے لئے بیان کرکے مسلمانوں کے ناموس کی زبردست اہانت کی

رسول خدا نے "مفسدین فی الارض" (زمین پر فساد پھیلانے والوں) کے لئے قتل کا حکم صادر فرمایا اور وہ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۷ و ص ۲۸

پیغمبر اکرم بخوبی جانتے تھے کہ یہودی، آئندہ انتقامی جنگ میں مدینہ سے باہر کے دشمنوں کے لئے راستہ ہموار کریں گے اور اسلام پر پس پشت سے خنجر کا وار کریں گے۔ اس لئے آپؐ اس مشکل سے بچنے کے لئے راستہ ڈھونڈتے رہے اور سیاسی و دفاعی طاقت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔

مدینہ کے یہودیوں میں بنی قینقاع کے یہودیوں نے سب سے بڑھ چڑھ کر پیغمبرؐ کے خلاف پروپیگنڈہ کی سرد جنگ چھیڑ رکھی تھی اور انھوں نے توہین آمیز اور ضرر رساں نعرے بلند کرکے عملی طور پر اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا۔

رسول خدا نے ان پر حجت تمام کرنے کی غرض سے بازار بنی قینقاع کے بڑے مجمع میں اپنی تقریر میں ان کو نصیحت کی اور اس عمومی معاہدے پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی جو طرفین کے درمیان ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ "قریش کی سرگذشت سے عبرت حاصل کرو اس لئے کہ مجھ کو یہ خوف

ہے کہ جس سیلاب بلانے قریش کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس سے تم بھی محفوظ نہیں رہ سکو گے.

لیکن پیغمبرؐ کی نصیحتیں یہودیوں کے لئے بے اثر تھیں انھوں نے گستاخانہ انداز میں کہا کہ "اے محمد. آپ نے ہمیں قریش سمجھ رکھا ہے؟ نا تجربہ کاروں سے جنگ میں کامیابی کے بعد آپ مغرور ہو گئے ہیں (معاذ اللہ) خدا کی قسم اگر ہم جنگ کے لئے اٹھے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد میدان ہیں یا کوئی اور؟

رسول خدا ان تمام گستاخیوں اور جسارتوں کے باوجود اپنے غصہ کو پی گئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا مسلمانوں نے بھی بردباری سے کام لیا تا کہ وہ دیکھیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ فتنہ کی آگ بھڑک اٹھی. ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں گئی، کچھ زیورات خریدنے کی غرض سے ایک سنار کی دکان کے سامنے بیٹھ گئی، یہودیوں نے چاہا کہ اس کا چہرہ کھول دیں، لیکن عورت نے انکار کیا، ایک یہودی نے اس عورت کی لاعلمی میں اس کے کپڑے کے کنارہ کو "آہستہ سے" اس کی پشت پر باندھ دیا، جب وہ عورت کھڑی ہوئی تو اس کا جسم عریاں ہو گیا تمام یہودی ہنسنے لگے، عورت نے فریاد شروع کی اور مسلمانوں کو مدد کے لئے پکارا ایک مسلمان نے اس یہودی کو جس نے یہ حرکت کی تھی قتل کر ڈالا، یہودیوں نے بھی حملہ کر کے اس مسلمان کو قتل کر ڈالا.

مسلمان خون کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بات بڑھ گئی بنی قینقاع کے یہودیوں نے دکانیں بند کر دیں اور اپنے قلعوں میں چھپ گئے.

رسول خدا نے "ابولبابہ" کو اپنی جگہ معین فرمایا، اور انھوں نے لشکر اسلام کے ہمراہ ۱۵ شوال بروز شنبہ سنہ ۲ ہجری (بدر کے ۲۸ دن بعد) بنی قینقاع کے قلعہ کا محاصرہ کیا، یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا، یہاں تک کہ یہودیوں نے تنگ آ کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا، رسول خدا نے منافقین کے لیڈر "عبداللہ بن ابی" کے بڑے اصرار اور سماجت کی وجہ سے ان کے قتل سے درگذر کیا اور ان کو شام کے مقام "اذراعات" میں شہر بدر کر دیا، ان کے اموال کو مسلمانوں کے لئے مال غنیمت

قرار دیا اور خمس نکالنے کے بعد مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا حوالۂ سابق ج۲ص۲۷

حضرت فاطمہ زہراء (س) کا حضرت علی (ع) کیساتھ عقد

اسلام کی واحد عظیم خاتون حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا عقد ہجرت کے دوسرے سال بدر کی لڑائی کے دو ماہ بعد حضرت علی علیہ السلام سے ہوا۔

شادی کے مراسم نہایت سادہ مگر معنوی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئے، حضرت فاطمہ زہراء کا مہر ۵۰۰ درہم تھا۔ حضرت علی نے اپنی زرہ چار سو درہم میں فروخت کی اور مہر کے ایک حصہ کے عنوان سے رسولؐ کی خدمت میں درہم پیش کئے۔

حضرت نے اس میں سے کچھ پیسے اپنے اصحاب کو دیئے تا کہ وہ بازار سے حضرت زہراء کے جہیز کا سامان خرید لائیں۔

انھوں نے بازار سے مندرجہ ذیل چیزیں جہیز کے لئے خریدیں۔

۱۔ سات درہم کا ایک پیراہن

۲۔ ایک اوڑھنی "روسری"

۳۔ ایک کالی چادر "قطیفہ"

۴۔ ایک عربی چارپائی جو لکڑی اور لیف خرمہ کی بنی ہوئی تھی۔

۵۔ دو توشک جس کا اوپری حصہ کتان مصری کا بنا ہوا تھا اور اس میں سے ہر ایک توشک میں لیف خرما اور اون بھرا ہوا تھا۔

۶۔ چار تکئے جس میں دو پشمی اور دوسرے دو تکئے خرمے کی چھال سے بھرے گئے تھے۔

۷۔ پردہ

۸۔ چٹائی

۹۔ چکی (ہاتھ سے چلانے والی)

۱۰۔ ایک بڑا طشت

۱۱۔ کھال کی ایک مشک

۱۲۔ ایک لکڑی کا پیالہ (دودھ کے لئے)

۱۳۔ ایک مشک

۱۴۔ لوٹا

۱۵۔ چند بڑے برتن

۱۶۔ چند مٹی کے کوزے

۱۷۔ چاندی کا دست بند

رسولؐ کے اصحاب جب بازار سے لوٹے تو انھوں نے سامان حضور کے سامنے رکھا آپ نے جب اپنی بیٹی کا جہیز دیکھا تو فرمایا "خدایا ان لوگوں کی زندگی کو مبارک قرار دے جن کے زیادہ تر ظروف مٹی کے ہیں کشف الغمہ ج ا ص ۳۵۹

اس بابرکت شادی کا پہلا ثمرہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہیں آپ ۱۵ رمضان المبارک تیسری ہجری کو جنگ احد سے پہلے متولد ہوئے کشف الغمہ ج ا ص ۴۷

غزوۂ سویق

پانچ ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری ق، مطابق ۱۵ خرداد سنہ ۲ ہجری ش، بدر کی لڑائی کی ذلت آمیز شکست کے بعد ابوسفیان نے یہ نذر کی کہ جب تک میں محمد سے جنگ نہیں کرلیتا اور بدر کا انتقام نہیں لے لیتا اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا اس نے قبیلہ قریش کے دو سو، سواروں کو جمع کر کے مدینہ کی جانب کوچ کیا۔

چونکہ دو سو، سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی جرات نہیں تھی اس لئے شہر سے دور اس نے لشکر روکا اور تاریکی شب سے فائدہ اٹھا کر "سلام بن مشکم" کے پاس پہونچا جو کہ بنی نضیر کا

ایک بڑا آدمی تھا۔اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے دفاعی مقامات کی کمزوری سے آگاہ کیا۔

ابوسفیان اپنے لشکر گاہ کی طرف پلٹ آیااور وہ اپنے کچھ سپاہیوں کے ساتھ حملہ کرتے ہوئے مدینہ کی طرف بڑھا اور "عریض" نامی جگہ کو لوٹ لیا' دو گھروں' چار درختوں اور کھیتوں میں آگ لگادی اور نخلستان میں کام کرنے والے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔

جب دشمنوں کے تجاوز کی خبر پیغمبر کو پہونچی تو آپؐ نے بغیر تاخیر کے "ابولبابہ" کو اپنی جانشینی میں مدینہ میں چھوڑااور مہاجرین وانصار میں سے دو سو آدمیوں کالشکر لے کر دشمن کے تعاقب میں نکل پڑے رسول خدا نے "قرقرۃ الکدر" تک دشمن کا پیچھا کیا لیکن دشمن فرار ہوچکا تھا اور بھاگتے ہوئے۔"سویق" کے تھیلے کو گراں باری سے بچنے کے لئے راستہ ہی میں پھینک گیا تھا۔اس وجہ سے یہ غزوہ'غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا۔ مغازی ج ا ص ۱۸۱

غزوۂ بنی سلیم

۱۵ محرم سنہ ۳ہجری مطابق ۲۴ تیر ماہ سنہ ۳ہجری شمسی' رسول خدا کی خدمت میں یہ خبر پہونچی کہ غطفان و بنی سلیم مکہ اور شام کے درمیان بخاری کے راستہ میں "اطراف قرقرۃ الکدر" میں مدینہ پرحملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

رسول خدا دو سو افراد کے ساتھ ان کی طرف بڑھے دشمن نے جب لشکر اسلام کو اپنے وزدیک ہوتے ہوئے محسوس کیا تو تاریکی شب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

لشکر اسلام نے دشمنوں کے پانچ سو اونٹ غنیمت میں حاصل کئے اور مدینہ کی طرف لوٹ گیا۔

قردۃ میں سریہ زید بن حارثہ

یکم جمادی الثانی ۳ھ ق' مطابق یکم آذر سنہ ۲ھ' ش' جنگ بدر اور یثرب میں تحریک اسلامی کے نفوذ کے پھیلاؤ کے بعد' قریش کامغربی تجارتی راستہ جو مکہ سے شام کی جانب جاتا تھاغیر محفوظ

ہو گیا۔ قریش نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے اور اپنے قافلہ کے تحفظ کے لئے وہ اس راستہ کو چھوڑ دیں گے اور طولانی، مشرقی راستہ طے کریں گے۔ یہ راستہ نجد کی آبادیوں سے ہو کر، عراق سے شام جاتا تھا۔ انھوں نے اس راستہ سے گزرنے کے لئے ایک "رہنما" کا انتظام کیا۔

پہلا قافلہ جو اس راستہ سے شام گیا وہ صفوان بن امیہ اور دوسرے رہبران قریش کی رہبری میں گیا تھا۔

رسول خدا اس قافلہ کی روانگی سے آگاہ ہو گئے اور انھوں نے بلا تاخیر سو سواروں پر مشتمل ایک مضبوط لشکر تشکیل دیا اور زید بن حارثہ کو اس کا کمانڈر مقرر فرمایا تا کہ اس نئے راستے پر پہلے سے پہونچ کر قریش کے قافلہ کا راستہ بند کر دیں۔ جناب زید نجد کی طرف گئے، اونٹوں کے نشان قدم کے ذریعے قافلہ کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ مقام قردہ تک پہونچے اور کارواں کو جالیا۔

قافلہ کے نگراں اور سربراہ افراد بھاگ کھڑے ہوئے اور پورا قافلہ بلا مقابلہ مسلمانوں کے ہاتھ آگیا اور قافلہ کے دو نگہبان اسیر ہوئے۔

خمس نکالنے کے بعد بقیہ مال جو کہ اسی ہزار درہم تھے اس جنگی گروہ کے سپاہیوں کے درمیان تقسیم ہوا مغازی ج ۱ ص ۱۹۷

غزوہ غطفان

نجد میں ذی امر کے مقام پر ریاض سے ۱۱ کیلو میٹر شمال مغرب میں ۱۲ ربیع الاول سنہ ۳، ھ، ق مطابق ۱۴ شہریور سنہ ۳، ھ، ش کو یہ غزوہ ہوا۔

رسول خدا کو خبر ملی کہ "بنی ثعلبہ" اور "بنی محارب" کی ایک بڑی جمعیت نے مقام ذی امر میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے اور "دعثور" نامی شخص کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں رسول خدا چار سو پچاس جنگجو افراد کو جمع کر کے دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن یہ اطلاع ملتے ہی پہاڑیوں میں بھاگ گئے اور کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا۔

جنگ احد کے مقدمات

شنبہ ۷ شوال سنہ ۳ ھ ق، مطابق ۶ فروردین سنہ ۴ھ ش میں جنگ شروع ہونے کے اسباب۔

یہاں مرکز اسلام "مدینہ" پر لشکر قریش کے جنگی حملہ کے اسباب کی طرف مختصر طور پر اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح قریش اور یہود و منافقین کے لئے باعث ننگ اور نا گوار خاطر تھی۔ قریش نے نہ صرف یہ کہ اپنے ان سر بر آوردہ افراد کو، بلکہ اپنی سرداری ہیبت اور اس نفوذ کو، جو عرب کے درمیان تھا اپنے ہاتھوں گنوادیا تھا جاہل عرب کے لئے جو اپنی سرداری کو اپنا "جھوٹا" قومی افتخار سمجھتے تھے بڑے رنج کا باعث تھا۔

۲۔۔ قریش اور ان کے کشتوں کے وارثوں کے دلوں میں کینہ اور انتقام کی آگ شعلہ ور تھی اور قریش کے سرداروں نے کشتگان بدر پر رونے کو حرام قرار دیا تھا تاکہ مناسب موقع سے ان کے جذبات کے آتش فشانوں کے پھٹنے سے منظم طریقہ سے اسلام کے خلاف مسلمانوں سے انتقام لیا جاسکے۔

۳۔۔ یہودیوں کے لئے اسلام کا پھیلنا خوش آئند نہ تھا۔ لہذا انھوں نے مشرکین قریش کو بھڑکانے میں بڑا زبردست رول ادا کیا۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ کعب بن اشرف بدر کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف دوڑا اور وہاں اس نے قریش کے مقتولین کے لئے شعر پڑھا اور مگرمچھ کے آنسو بہا کر ان کے مقتولوں کا داغ تازہ کردیا۔ یہاں تک کہ ان کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے اس نے پاک باز مسلمان عورتوں کی خوبصورتی کا نقشہ شعر کے قالب میں ڈھال کر ان کے سامنے پیش کیا تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو اسیر بنانے پر آمادہ کرے۔

۴۔۔ اقتصادی محاصرہ کی لائن کا توڑنا۔۔ قریش کا اقتصادی نظام تجارت کے پایہ پر استوار تھا، تجارتی راستوں کے غیر محفوظ ہونے اور مسلمانوں کے حملہ کے ڈر سے ان کی تجارت خطرے میں پڑ گئی تھی اور ان کے لئے اقتصادی نظام کو برقرار رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لئے اس محاصرہ کو توڑنا اور خود کو

اس تنگی سے باہر نکالنا بہت ضروری تھا۔

۵۔۔ آئندہ کے لئے پیش بندی و قریش اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اگر مسلمانوں کو قدرت حاصل ہو گئی تو وہ' ان کو نہ چھوڑیں گے اور قریش کی اذیتوں اور عداوتوں کا چند برسوں میں ضرور جواب دیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ان کو معلوم تھی کہ بت پرستوں کے ہاتھوں سے مسجد الحرام کو آزاد کرانے کے لئے وہ کسی بھی کوشش سے دریغ نہ کریں گے۔

یہ ساری باتیں سبب بنیں کہ قریش حملہ میں پیش قدمی کریں تا کہ اپنے خیال سے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا کام تمام کر دیں۔

پہلا قدم، جنگی بجٹ کی فراہمی

اس وسیع جنگی منصوبہ میں پہلا عملی قدم حملوں کی تیاری کے لئے زیادہ سے زیادہ بجٹ فراہم کرنا تھا، قریش، دارالندوہ "قریش کے مشورہ کرنے کی جگہ" میں جمع ہوئے اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ پچاس ہزار طلائی دینار اس حملہ کے لئے جمع کئے جائیں۔ یہ بجٹ اس تجارتی کارواں کے منافع سے مہیا کیا جائے جس کو بدر سے پہلے ابوسفیان مکہ میں صحیح و سالم لے آیا تھا۔ مغازی)

قرآن اس سلسلے میں کہتا ہے کہ بیشک کافرین اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں تا کہ "لوگوں کو" خدا کے راستہ سے باز رکھیں وہ لوگ ان اموال کو خرچ کر رہے ہیں لیکن یہ ان کی حسرت کا باعث ہو گا۔ اس کے بعد ان کو شکست ہو گی اور اس دنیا میں کافر جہنم میں جائیں گے۔ انفال آیت ۳۶

قوتوں کی جمع آوری

کفار قریش، جنھوں نے نزدیک سے اسلامی سپاہیوں کی شجاعت اور جذبۂ شہادت کو دیکھا تھا' انھوں نے یہ تہیہ کیا کہ پوری توانائی کے ساتھ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور قریش کے علاوہ مکہ کے اطراف و جوانب کے دوسرے قبائل عرب کے بہادروں کو بھی اس جنگ میں شریک کریں۔

چار آدمیوں کو انھوں نے بادیہ نشین عرب قبائل کے درمیان بھیجا تا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر لڑنے اور مدد کرنے کی دعوت دیں، یہ چار آدمی، عمرو بن عاص ہُبیرہ بن ابووہب، ابن الزبعری" اور ابوعزہ" تھے۔

ابوعزہ شروع میں اس ذمہ داری کو قبول نہیں کر رہا تھا، وہ کہتا تھا کہ "جنگ بدر" کے بعد محمد (ص) نے تنہا مجھ پر احسان کیا اور مجھ کو بغیر تاوان کے آزاد کردیا میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مقابل میں آنے والے کسی بھی دشمن کی میں مدد نہیں کروں گا۔ میں اپنے پیمان کا وفادار ہوں۔
لیکن لوگوں نے اس کو قانع کردیا اور وہ بادیہ نشین قبائل کے درمیان چلا گیا۔ وہاں اس نے شعر پڑھ پڑھ کر لوگوں کو رسول خدا کے ساتھ لڑنے کے لئے آمادہ اور جمع کیا۔ دوسرے تین آدمیوں نے بھی قبائل کو لڑائی پر ابھار کر انہیں جمع کیا، انجام کار قبائل "کنانہ" اور "تہامہ" کے لوگ رسول خدا سے قریش کے ساتھ مل کر جنگ کرنے پر تیار ہوگئے۔ مغازی ج ا ص ۲۰۱

سیاسی پناہ گزین

رسول خدا کی مدینہ ہجرت کے بعد ابوعامر فاسق جو اپنے قبیلہ اوس کے ۵۰ افراد کے ساتھ مشرکین کے سربرآوردہ افراد کی پناہ میں تھا وہ ان افراد کو رسول خدا سے جنگ کرنے پر ابھارتا رہا۔ وہ اپنے قبیلہ کے افراد کے ساتھ مشرکین کی تیاریوں میں شریک تھا اس نے کہا کہ یہ ۵۰ افراد میرے قبیلہ کے ہیں اور جس وقت ہم سرزمین مدینہ پر پہونچیں گے اس وقت قبیلۂ اوس کے تمام افراد ہماری طرفداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

مدینہ کا قصد

قریش نے مکمل تیاری کے بعد اپنے سپاہیوں کو روانہ کیا یہ لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھڑ سوار اور تین ہزار شتر سوار بے پناہ اسلحہ، اس جنگی قافلہ میں ۱۵

عورتیں شریک تھیں تا کہ گا بجا کر ان کے جذبات کو برانگیختہ کریں۔

مشرکین کے لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اور خالد بن ولید نے سواروں کی افسری کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی، عکرمہ بن ابی جھل خالد کے معاون کی حیثیت سے اس بار لشکر مشرکین ہر طرح کے ایسے اختلاف سے اجتناب کر رہا تھا جو ان کو دو گروہوں میں بانٹ دیتا ہے۔

عباس کی رپورٹ

جس وقت سپاہیوں نے کوچ کا ارادہ کیا اس وقت عباس بن عبدالمطلب رسولؐ کے چچا جنھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور بہت قریب سے ان کے کوچ کے نگراں اور ان کی تیاریوں کے شاہد تھے۔ ایک خط رسولؐ کو لکھا اور مشرکین سے سپاہیوں کی جنگی حالت کی اطلاع دی۔

عباس نے قبیلہء بنی غفار کے ایک معتمد شخص کے ذریعے وہ خط بھیجا۔ اس فرستادہ نے اتنی تیزی سے راستہ طے کیا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کو صرف تین دن میں طے کر لیا۔

جب یہ سوار مدینہ پہونچا تو اس وقت پیغمبر اسلام مقام "قبا" میں تھے۔ وہ حضرت کے پاس پہونچا اور اس نے خط دیا۔ رسول خدا نے وہ خط ایک شخص کو دیا تا کہ وہ اسے حضرت کو سنائے پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کا مضمون کسی کو بتایا نہ جائے۔

مدینہ کے یہودی اور منافقین اس نامہ بر کے آنے سے آگاہ ہو گئے۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ محمد کے پاس بری خبر پہونچی ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں لوگ قریش کی لشکر کشی سے باخبر ہو گئے۔

سپاہ قریش راستہ میں

سپاہ قریش کے ساتھ جو عورتیں تھیں وہ، جس منزل پر قیام کرتیں گانا بجانا شروع کر دیتیں، مقتولین قریش کی یاد دلا کر سپاہیوں کو بھڑکاتی رہتی تھیں، قریش کے سپاہی جہاں کہیں بھی پانی کے کنارے رکتے اونٹوں کو کاٹ کر ان کا گوشت کھاتے۔ مغازی ج ۱ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶

عمرو بن سالم خزاعی نے مکہ اور مدینہ کے راستہ کے درمیان مقام "ذی طوی" میں قریش کو خیمہ زن دیکھا، وہ مدینہ آئے اور انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی خبر پیغمبر کو دی۔ مغازی ج ۱ ص ۲۰۵

اطلاعات کی فراہمی

شب پنجشنبہ ۵ شوال سنہ ۳ھ، ق، کو دو گشتی سراغ رساں "انس اور مونس" فضالہ کے بیٹوں کو دشمنوں کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے کے لئے بھیجا۔ ان دونوں نے قریش کو مقام "عقیق" میں دیکھا اور ان کے پیچھے ہو لئے یہاں تک کہ انھوں نے مقام "وطاء" میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا۔ یہ لوگ وہاں سے پیغمبر کی خدمت میں رپورٹ پیش کرنے کے لئے واپس آ گئے۔ مغازی ج ۱ ص ۲۰۶

دشمن کے لشکر کے ٹھہرنے کی جگہ

سپاہ مشرکین نے مقام وطاء میں احد کے نزدیک پڑاؤ ڈالا دشمنوں کے صرف ٹھہر جانے کی بناء پر رسولؐ نے حباب بن منذر کو پوشیدہ طور پر اس بات پر مامور فرمایا کہ وہ دشمن کی قوت کا اندازہ کریں۔ اور ضروری اطلاعات جمع کر کے اس کی رپورٹ دیں۔ رسول خدا نے اس بات کی تاکید کی کہ اپنی رپورٹ دوسروں کے سامنے بیان نہ کرنا مگر یہ کہ دشمن کی تعداد کم ہو تو اس وقت کوئی حرج نہیں ہے۔

حباب دشمن کے سپاہیوں کے قریب پہونچے اور نہایت دقیق نظر سے انکا جائزہ لیا، پھر واپس آئے اور پیغمبر سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ۔۔ حضور میں نے ایک بڑا لشکر دیکھا ہے میرا اندازہ ہے کہ کم و بیش تین ہزار افراد ہیں، دو سو گھوڑے ہیں اور زرہ پوش سپاہیوں کے بارے میں میرا تخمینہ ہے کہ سات سو کے قریب ہوں گے، رسول خدا نے پوچھا کہ تم نے عورتوں کو بھی دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایسی عورتیں دیکھی ہیں جن کے پاس گانے بجانے کے سامان بھی ہیں، پیغمبر نے فرمایا کہ "یہ عورتیں مردوں کو لڑائی پر اکسانا اور مقتولین بدر کو انہیں یاد دلانا چاہتی ہیں

اس سلسلے میں تم کسی سے کوئی بات نہ کرنا خدا ہماری مدد کے لئے کافی ہے۔ وہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے خدایا ہماری روانگی اور ہمارا حملہ تیری مدد سے ہو گا۔ مغازی ج ۱ ص ۲۰۷ و ص ۲۰۸

مدینہ میں تیاریاں

شب جمعہ ۶ شوال سنہ ۳ ہجری اوس و خزرج کے سربر آوردہ افراد سعد بن معاذ اسید بن حضیر اور سعد بن عبادۃ چند افراد کے ساتھ مسلح ہو کر مسجد میں اور پیغمبر خدا کے گھر کے دروازے پر نگہبانی کے لئے کھڑے ہو گئے۔

مشرکین کے شب خون مارنے کے خوف سے صبح تک شہر مدینہ کی نگرانی کی جاتی رہی

فوجی کمیٹی کی تشکیل

رسول خدا اس فکر میں تھے کہ اگر مسلمان مدینہ میں رہ جائیں اور شہر میں رہ کر دفاع کریں تو مسلمانوں کی قدر و قیمت گرجائے گی اور دشمن گستاخ ہوجائیں گے اور کیا تعجب ہے کہ جب دشمن شہر کے نزدیک ہوں تو ایسی صورت میں ایک داخلی سازش کے ذریعہ منافقین اور یہود دشمن کی فتحیابی کے لئے زمین ہموار کر دیں۔ دوسری طرف شہر میں رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ قریش اس بات پر مجبور ہوں گے کہ شہر پر حملہ کر دیں اور اس صورت میں شہر میں جنگی ٹیکنیک کو بروئے کار لانے سے دشمن پر میدان تنگ ہوجائے گا اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور شہر میں رہنا سپاہیوں میں دفاع کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش پیدا کرے گا۔

قریش بھی اسی فکر میں تھے کہ اگر مسلمان مدینہ میں رہ گئے تو درختوں کو کاٹ کر نخلستان میں آگ لگا کر ان کو ناقابل تلافی اقتصادی نقصان پہونچایا جائے گا۔

رسول خدا نے دفاعی حکمت عملی کی تعیین کے لئے اپنے اصحاب سے مشورہ کے لئے ایک میٹنگ طلب کی۔ اس میں حضور نے اعلان کیا کہ اگر آپ لوگ مصلحت سمجھیں تو ہم مدینہ میں رہیں

اور دشمنوں کو اسی جگہ چھوڑ دیا جائے جہاں وہ اترے ہیں۔ تاکہ اگر وہ وہیں رہیں تو زحمت میں مبتلا رہیں اور اگر مدینہ پر حملہ کریں تو ہم ان کے ساتھ جنگ کریں۔

عبد اللہ بن ابی نے اٹھ کر کہا کہ۔۔ یا رسول اللہ۔ ابھی تک دشمن اس شہر پر فتحیاب نہیں ہوئے ہیں اور کوئی دشمن اس پر کامیابی نہیں حاصل کر سکا ہے۔ ماضی میں ہم نے دشمن کے ساتھ جب بھی میدان میں لڑائی کی ہے شکست سے دوچار ہوئے ہیں۔ اور جب بھی دشمن نے یہ چاہا ہے کہ وہ ہمارے شہر میں آئے تو ہم نے ان کو شکست دی ہے۔ لہذا آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اس لئے کہ اگر وہ وہیں رہے تو بدترین قید میں ہیں اور اگر انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہمارے بہادر، ان سے لڑیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے کوٹھوں سے ان پر پتھراؤ کریں گے۔ اور اگر وہ پلٹیں گے تو شکست خوردہ، ناامید اور بغیر کسی فائدے کے واپس جائیں گے، مہاجر و انصار کے بزرگ افراد حسن نیت کے ساتھ اسی خیال سے متفق تھے۔ لیکن نوجوان جن کی تعداد زیادہ تھی شہادت کے مشتاق تھے خاص کر وہ لوگ جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ دشمن سے روبرو لڑنے کے لئے بے قرار تھے اور رسول خدا سے یہ خواہش ظاہر کر رہے تھے کہ ہمیں دشمن سے مقابلہ کے لئے میدان کارزار میں لے چلیں۔

اس اکثریت میں لشکر اسلام کے دلیر سردار حضرت حمزہ تھے انہوں نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک شہر سے باہر دشمنوں سے نبرد آزمائی نہ کرلیں۔

جوان سال افراد کچھ اس طرح کا استدلال پیش کر رہے تھے کہ۔ اے خدا کے پیغمبر ہم اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ کہیں دشمن یہ نہ خیال کر بیٹھیں کہ ہم ان کے سامنے آنے سے ڈر گئے اور ہم شہر سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ ہم کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ قریش اپنے وابستگان کی طرف واپس جائیں اور کہیں کہ ہم نے محمد کو یثرب میں مقید کر دیا اور اس طرح اعراب کو ہمارے سلسلے میں دلیر بنادیں۔ مغازی ج ۱ ص ۲۱۹

فیصلہ کن ارادہ

جوانوں کے اصرار کی بنا پر رسول خدا نے اکثریت کی رائے کو قبول فرمایا. پیغمبر نے مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھائی اور اپنے خطبہ میں ان کو جہاد کی دعوت دی اور ان کو حکم دیا کہ وہ دشمن سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، پھر آپؐ نے نماز عصر جماعت کے ساتھ پڑھائی اس کے بعد فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے. جنگی لباس زیب تن فرمایا اپنی ٹوپی خود سر پر رکھی تلوار کو کمر سے حمائل کیا جب اس صورت سے آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو وہ لوگ جو باہر نکلنے کے سلسلے میں اصرار کر رہے تھے، شرمندہ ہوئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ . جس بات کی طرف پیغمبر کا میلان نہیں تھا ہمیں اس کے خلاف اصرار کرنے کا حق نہیں تھا" اس وجہ سے وہ رسول خدا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ .. اب اگر آپ چاہیں تو مدینہ میں رہیں" رسول خدا نے فرمایا.. یہ مناسب نہیں ہے کہ پیغمبر لباس جنگ پہن لے اور قبل اس کے کہ خدا دشمنوں کے ساتھ جنگ کی سرنوشت کو روشن کرے وہ لباس جنگ کو اتار پھینکے اب ہم جو کہہ رہے ہیں وہ کرتے جاؤ خدا کا نام لے کر جادہ پیما ہو جاؤ اگر صابر رہو گے تو کامیاب رہو گے.(۱)

لشکر اسلام کی روانگی

روانگی کے وقت رسول خدا نے تین نیزے طلب فرمائے اور ان میں تین پرچم باندھے مجاہدین کا عمومی پرچم تھا جو کہ علی ابن ابیطالب کو دیا۔ قبیلہ "اوس" کا پرچم "اسید بن حضیر" اور قبیلہء خزرج کا پرچم "سعد بن عبادۃ" کے سپرد کیا۔ رسول خدا جمعہ کے دن عصر کے وقت ایک ہزار افراد کے ساتھ اس حالت میں مدینہ سے باہر نکلے کہ آپ خود گھوڑے پر سوار تھے اور نیزہ ہاتھ میں تھا۔ مسلمانوں کے درمیان صرف سو افراد کے جسم پر زرہ تھی۔

جب لشکر اسلام مقام شیخان پر پہونچا تو ناگہاں ایک گروہ ہمہمہ کرتا ہوا پیچھے سے آن پہونچا، رسول خدا نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی کہ اللہ کے رسول یہ "عبید اللہ بن ابی" کے ہم پیمان یہودی ہیں آپ نے فرمایا کہ ۔۔ان تک یہ بات پہونچادو کہ ہم نصرت سے بے نیاز ہیں اس کے بعد فرمایا کہ "مشرکین سے جنگ کرنے کے لئے مشرکین سے مدد نہ لی جائے۔

لشکر توحید کے کیمپ میں

رسول خدا نے شیخان کے پاس پڑاؤ ڈالا اور محمد بن مسلمہ کو ۵۰ افراد کے ساتھ لشکر اسلام کے خیموں کی محافظت کے لئے مامور فرمایا۔

اس مقام پر خود اپنی مرضی سے جنگ میں شرکت کرنے والے نوجوان آپؐ کے پاس آئے اور جنگ میں شرکت کی اجازت چاہی، رسول خدا نے جنگ میں ان کی شرکت کی موافقت نہیں فرمائی، حضرت سے ان لوگوں نے کہا کہ رافع بن خدیج ایک ماہر تیر انداز ہے اور رافع نے بھی اونچے جوتے پہن کر اپنے قد کی بلندی کا مظاہرہ کیا رسول خدا نے رافع کو شرکت کی اجازت دے دی۔

سمرہ بن جندب نے اعتراض کیا اور کہا کہ میں رافع سے زیادہ قوی ہوں، میں ان سے کشتی لڑنے کے لئے تیار ہوں رسول خدا نے فرمایا ٹھیک ہے. کشتی لڑو. سمرہ نے رافع کو پٹک دیا تو رسول خدا نے ان کو بھی شرکت کی اجازت دیدی. مغازی ج ا ص ۲۱۶

عبد اللہ بن جحش نے پیغمبر سے عرض کیا کہ اے رسول خدا دشمنوں نے وہاں ڈیرہ ڈال رکھا ہے. میں نے پہلے ہی خدا کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی کہ دشمنوں سے مقابلہ ہو اور وہ مجھ کو قتل کر دیں میرا پیٹ پھاڑ ڈالیں میرے جسم کو مثلہ کر دیں تاکہ میں ایسی حالت میں خدا کا دیدار کروں اور جس وقت وہ مجھ سے پوچھے کہ کس راہ میں تیری یہ حالت کی گئی ہے ؟ تو میں کہوں کہ اے خدا تیری راہ میں. مغازی ج ۲. ص ۲۱۹

عمرو بن جموح ایک لنگڑے انسان تھے ان کے چار بیٹے تھے جو پیغمبر کے ساتھ جنگوں میں شیر کی طرح لڑتے تھے، جب جنگ احد پیش آئی تو ان کے عزیز و اقارب نے ان کو شرکت سے منع کیا اور ان سے کہا کہ تمھارے پیر میں لنگ ہے فریضہ جنگ کا بار تمھارے دوش پر نہیں ہے. اس کے علاوہ تمھارے بیٹے تو پیغمبر کے ساتھ جا ہی رہے ہیں. اس نے کہا کہ "وہ لوگ تو جنت میں چلے جائیں. اور میں یہاں تمھارے پاس رہ جاؤں؟ ان کی بیوی نے دیکھا کہ ہتھیار سج رہے ہیں اور زیر لب یہ دعا کر رہے ہیں کہ "خدایا. مجھ کو میرے گھر واپس نہ پلٹا" ان کے بیٹوں نے ان سے اصرار کیا کہ وہ جنگ میں شرکت سے اجتناب کریں وہ پیغمبر کی خدمت میں پہونچے اور کہا "اے رسول خدا میرے لڑکے نہیں چاہتے کہ میں آپ کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کروں. بخدا میری خواہش ہے کہ اس لنگ زدہ پیر کو. بہشت کی زمین پر گھسٹوں.

پیغمبر نے فرمایا کہ..

(خدا نے تجھ کو معذور رکھا ہے اور جہاد کے فریضہ کا بار تیرے کاندھوں سے اٹھ گیا ہے)

انھوں نے قبول نہیں کیا نتیجتاً رسول خدا نے ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ ا گر تم ان کو نہ روکو تو تمھارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے. شاید خدا ان کو شہادت نصیب کرے. آفتاب غروب ہوا

جناب بلال نے اذان دی، رسول خدا نے مجاہدین اسلام کے ساتھ نماز جماعت ادا کی۔ اس طرف دشمن کی لشکر گاہ میں عکرمہ بن ابی جہل کو چند سواروں کے ساتھ خیموں کی حفاظت پر مامور کردیا گیا۔

منافقین کی خیانت

رسول خدا، صبح سویرے شیخان سے احد کی طرف (۶ کیلومیٹر مدینہ سے) روانہ ہوئے۔ مقام شوط پر عبداللہ بن ابی بن سلول منافقین کا سرغنہ اپنے چاہنے والے تین سو افراد کے ساتھ مدینہ لوٹ گیا۔ اس نے اپنے بہانہ کی توجیہ کے لئے کہا کہ۔۔ محمد نے جوانوں کی بات سنی ہماری بات نہیں سنی اے لوگو۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس لئے اپنے آپ کو قتل کئے جانے کے لئے پیش کردیں۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہا کہ۔۔ اے قوم والو۔ خدا سے ڈرو۔ ایسے موقع پر جب دشمن نزدیک ہیں اپنے قبیلہ اور پیغمبر خدا کو تنہا نہ چھوڑو۔ لوگوں نے کہا کہ۔ ہم اگر یہ جانتے کہ لڑائی ہونے والی ہے تو ہم تم کو نہ چھوڑتے۔ لیکن ہم کو معلوم ہے کہ کسی طرح کی جنگ نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن عمرو نے جو کہ ان سے ناامید ہو چکے تھے، کہا کہ۔ تم خدا کے دشمن ہو، خدا تم کو اپنی رحمت سے دور کرے اور اپنے پیغمبر کو تم سے بے نیاز کردے۔

ان تین سو افراد کے چلے جانے کے بعد قبیلہ بنی حارثہ اور قبیلہ بنی سلمہ کے افراد بھی سست پڑ گئے ان کا خیال بھی واپس جانے کا تھا کہ خدا نے ان کو استوار رکھا۔

صف آرائی

روز شنبہ ۷ شوال سنہ ۳ ہجری کو رسول خدا نے احد میں نماز صبح ادا کرنے کے بعد لشکر کی صف آرائی شروع کردی۔ کوہ احد کو پیچھے اور مدینہ کو اپنے سامنے قرار دیا۔ سپاہیوں کو مکمل طور پر ترتیب دینے کے بعد آپؐ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ۔ تعریف اور جزاء اس شخص کے لئے ہے جو اپنے فریضہ

کو صبر و سکون اور واقفیت و یقین کے ساتھ انجام دیتا ہے' اس لئے کہ جہاد ایک سخت اور دشوار کام ہے اس میں بڑی مشکلات و پریشانیاں ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس میں صابر رہیں۔ مگر وہ لوگ جن کو خدا ہدایت و تقویت دے۔ خدا اس کا دوست ہے جو اس کا فرماں بردار ہے اور شیطان اس کا دوست ہے جو اس کی پیروی کرتا ہے۔

ہر چیز سے پہلے جہاد میں' استقامت رکھو اور اس وسیلہ سے ان سعادتوں کو اپنے لئے فراہم کرو جن کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔ اختلاف، کشمکش اور ایک دوسرے کو کمزور بنانے کا ارادہ ترک کردو کیونکہ یہ باتیں حقارت و ناتوانی کا سبب ہیں۔

پیغمبر نے "عبد اللہ بن جبیر" کو ۵۰ تیر اندازوں کے ساتھ درہ کوہ عینین کی پاسبانی پر معین فرمایا اور اس تنگ راستہ کی حفاظت کے لئے جنگی حکمت عملی بتاتے ہوئے فرمایا کہ۔۔ چاہے ہم فتحیاب ہوں اور چاہے شکست کھا جائیں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور دشمن کے سواروں کو تیر اندازی کے ذریعہ ہم سے دور کرتے رہنا۔ تاکہ وہ پیچھے سے ہم پر حملہ نہ کریں۔ اگر ہم قتل کردیئے جائیں تو ہماری مدد نہ کرنا اور اگر ہم فتحیاب ہو جائیں اور ہم مال غنیمت حاصل کرنے لگیں تم ہمارے پاس نہ آنا تم اپنی جگہ مضبوطی سے ڈٹے رہنا۔ یہاں تک کہ ہمارا کوئی حکم آجائے۔ مغازی ج ا ص ۲۲۰ تا ۲۲۴

دشمن اپنی صفوں کو منظم کرتے ہیں

ابوسفیان نے بھی اپنی صفوں کو منظم کرلیا پیادہ زرہ پوش دستہ خالد بن ولید کی کمان میں لشکر کے درمیان میں کچھ سواروں کا لشکر داہنی جانب اور ایک گروہ کو عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں بائیں جانب قرار دیا۔ اور سیاہ پرچم اس نے قبیلہ بنی عبدالدار کے افراد کے سپرد کیا اور شرک و الحاد کے وجود کی حفاظت کے لئے حکم دیتے ہوئے کہا کہ۔۔ لشکر کی کامیابی پرچم داروں کی استقامت میں پوشیدہ ہے ہم نے بدر کے دن اسی وجہ سے شکست کھائی تھی اب اگر اپنے آپ کو تم اس کے لائق ثابت نہیں کروگے تو پرچم داری کا یہ فخر کسی اور قبیلہ کو نصیب ہوگا ان باتوں سے اس نے بنی

عبدالدار کے جاہلی احساسات کو مہمیز کیا یہاں تک کہ وہ آخری دم تک جان کی بازی لگانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔(۱)

اب خوں چکاں جنگ کے دہانہ پر دونوں لشکر توحید و شرک ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں اور ان دونوں لشکروں کی توانائیوں کی نسبت آپس میں مندرجہ ذیل ہے۔ مغازی ج ۱ ص ۲۲۳

لشکر اسلام۔	لشکر مشرکین۔	نسبت
سپاہ۔ ۷۰۰	۳۰۰۰	مسلمانوں کے مقابل کفار کی نست

جنگ کیسے شروع ہوئی؟

دونوں لشکروں کے درمیان ابوعامر کی وجہ سے پہلا معرکہ ہوا وہ احد کے دن آگے بڑھتا ہوا لشکر کے مقابل گیا اور آواز دی کہ اے اوس۔ میں ابوعامر ہوں لوگوں نے کہا کہ۔۔ اے فاسق تیری آنکھیں اندھی ہوجائیں۔ ابو عامر اس غیر متوقع جواب کے سننے سے اہل مکہ کے درمیان ذلیل ہو گیا۔ اس نے کہا کہ۔۔ میرے ذریعہ میرے قبیلہ کو گزند پہونچی ہے۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے جنگ کا آغاز کر دیا لشکر اسلام نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر سنگ باری کی اس کے بیٹے حنظلہ جو لشکر اسلام میں تھے، انھوں نے رسول خدا سے اجازت مانگی تا کہ اپنے باپ کو قتل کر دیں لیکن رسول خدا نے اجازت نہیں دی۔ حوالہ سابق

ابوعامر کے بیٹھ رہنے کے بعد "طلحہ بن ابی طلحہ" مشرکوں کا پرچمدار، جسے سیاہ مینڈھا کہا جاتا تھا، غرور کرتے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے چلاّ کر کہا کہ تم کہتے ہو کہ "تمہارے مقتولین دوزخ میں اور ہمارے مقتولین۔ بہشت میں جائیں گے۔ اس صورت میں کیا کوئی ہے جس کو میں۔ بہشت میں

بھیج دوں یا وہ مجھ کو دوزخ میں پہونچادے؟" علی علیہ السلام اس کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جنگ شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں سپاہ مشرک کا پرچم دار شمشیر علیؑ کی بدولت کیفر کردار کو پہونچا۔ رسول خدا خوش ہوگئے اور مجاہدین اسلام نے صدائے تکبیر بلند کی۔

طلحہ کے بھائی نے پرچم اٹھالیا اور آگے بڑھا در آں حالیکہ دوسرے چند افراد پرچم اٹھانے اور سرنگوں ہوجانے کی صورت میں وجود شرک کا دفاع کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مغازی ج۱ ص۲۲۳

دشمن کے حرکت میں آنے کا سبب، موسیقی

اسلام کے مجاہد اپنے مقدس دین کے دفاع کے لئے لڑ رہے تھے اور اپنے دل و دماغ میں شہادت کی آرزو کو پروان چڑھا رہے تھے لیکن مشرکین کے سپاہیوں کا مقصد پست مادی آرزوؤں کا حصول اور انتقام کے سوا کچھ نہ تھا۔ مشرکین کے نامور افراد اپنے سپاہیوں کے ان ہی جذبات کی جنگ کے وقت تقویت کر رہے تھے اور یہ ذمہ داری ان آوارہ عورتوں کی تھی۔ جو آلات موسیقی بجاتیں اور مخصوص آواز میں ترانے گاتی تھیں تاکہ غریزہ جنسی کی آڑ لیکر ان کو بھڑکائیں اور دوسری طرف ان کے کنبہ کی انتقامی آگ کو شعلہ ور کردیں اور وہ لوگ نفسیاتی طور پر متاثر ہو کر جنگ کو جاری رکھیں۔

جو شعر یہ بد قماش عورتیں پڑھ رہی تھیں اس کا مطلب کچھ اس طرح تھا۔ ہم طارق کی بیٹیاں (ستارہ سحری) ہیں ہم بہترین فرش پر قدم رکھتے ہیں اگر دشمن کی طرف بڑھوگے تو ہم تمہارے گلے لگ جائیں گے، اگر دشمن کو پیٹھ دکھاؤ گے اور فرار کروگے تو ہم تم سے جدا ہوجائیں گے۔(۱)

عام حملہ

علی (ع) نے پھر نئے پرچم دار پر حملہ کیا اور وہ بھی اپنے گندے خون میں لوٹنے لگا۔ رسول خدا کے حکم سے عام حملہ شروع ہوا مجاہدین اسلام ایسی شجاعت سے لڑ رہے تھے جس کی تعریف بیان سے باہر ہے۔ اور اسی درمیان چند افراد جیسے علیؑ، حمزہ، اور ابودجانہ بے خونی کی عظیم مثال تاریخ بشریت میں ثبت کرتے جا رہے تھے۔ سپاہ دشمن پر بجلیاں گرا رہے تھے ان کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ پرچم داروں کے پیر اکھاڑ دیں، جنگ زیادہ تر اسی حصہ میں ہو رہی تھی اس لئے کہ اس زمانہ میں پرچم کا سرنگوں ہو جانا شکست کے برابر اور خاتمۂ جنگ سمجھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے مشرکین کے پرچم دار اپنی انتہائی شجاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے اور بنی عبدالدار کے قبیلہ کے افراد نہایت غیظ و غضب کے عالم میں اپنے پرچم دار کے ارد گرد جنگ کر رہے تھے اور جب کوئی پرچم دار قتل ہو جاتا تھا تو احتیاطی فوجیں بلافاصلہ جلدی سے بڑھ کر پرچم کھول دیتی تھیں اس درمیان دشمن کے شہ سواروں نے تین مرتبہ سپاہیان اسلام کے محاصرہ کو توڑنا چاہا اور ہر بار عبداللہ بن جبیر کے لشکر نے مردانہ وار، نہایت بہادری اور تیر اندازی کے ذریعہ ان کو پیچھے ڈھکیل دیا۔

علیؑ کی تلوار، حمزہ کی دلیری اور عاصم بن ثابت کی تیر اندازی سے "بنی عبدالدار" کے پرچم داروں میں سے نو افراد یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے تھے رعب و وحشت نے مشرکین کے سپاہیوں کو گھیر رکھا تھا۔ آخری بار انھوں نے صواب نامی غلام کو پرچم دیا۔ صواب سیاہ چہرہ اور وحشت ناک ہیولے کے ساتھ پیغمبر کی طرف بڑھا آنکھیں سرخ تھیں اور منہ سے کف جاری تھا۔ لیکن علیؑ نے اس پر حملہ کیا اور تلوار کی ایسی ضربت اس کی کمر پر لگائی کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔

مسلمانوں نے مشرکین کی صفوف کو درہم برہم کر دیا وہ عورتیں، جو دف بجا رہی تھیں اور گانے گا رہی تھیں، دف پھینک کر پہاڑوں کی طرف بھاگیں، مشرکین کے لشکر میں فرار اور شکست کے آثار رونما ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے زیادہ تر لوگ بھاگ گئے اور اس طرح جنگ کا پہلا

مرحلہ مشرکین کی شکست اور مجاہدین اسلام کی کامیابی پر تمام ہوا۔

فتح کے بعد شکست

راہ خدا میں جہاد، رضائے خدا کا حصول اور، آئین اسلام کی نشر و اشاعت کے علاوہ مجاہدین اسلام کا کوئی اور مقصد نہ تھا وہ آخری وقت تک بہادری کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور نتیجہ میں فتحیاب ہوئے۔ لیکن فتح کے بعد بہت سے مسلمان اس مقصد سے ہٹ گئے اور ان کی نیت بدل گئی۔ قریش نے جو مال غنیمت چھوڑا تھا اس نے بہت سے لوگوں کے اخلاص کی بنیادیں ہلادیں، انہوں نے فرمان رسول خدا اور اپنے جنگ کے مقصد کو بھلا دیا۔ دشمنوں کے تعاقب سے چشم پوشی کر کے مال غنیمت کی جمع آوری میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جگہ یہ سوچ لیا تھا کہ کام ختم ہو گیا۔

درہ کی پشت پر جو نگہبان موجود تھے انہوں نے جب مجاہدین کو مال غنیمت جمع کرتے دیکھا تو جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے اس اہم درہ کی حفاظت کی اہم ذمہ داری کو بھلادیا اور کہا کہ۔۔ہم یہاں کیوں رکے رہیں؟ خدا نے دشمن کو شکست دی اور اب تمہارے بھائی مال غنیمت جمع کر رہے ہیں۔ چلو تا کہ ہم بھی ان کے ساتھ شرکت کریں۔ عبداللہ ابن جبیر نے یاد دلایا کہ کیا رسول خدا نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ۔۔ اگر ہم قتل کر دیئے جائیں تو ہماری مدد نہ کرنا اور اگر ہم کامیاب ہو گئے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے جب بھی ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا اور پس پشت سے ہماری حفاظت کرتے رہنا؟۔ عبداللہ نے ان کو بہت سمجھایا کہ تم کمانڈر کے حکم سے سرتابی نہ کرو لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ انھوں نے غنیمت کے لالچ میں اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور اس سے دور نکل آئے عبداللہ صرف دس افراد کے ساتھ وہاں باقی رہ گئے۔

خالد بن ولید نے، جو کہ دشمن کی فوج کے شہ سواروں کا سردار تھا۔ جب درہ کو خالی دیکھا تو اس نے اپنے ماتحت فوجیوں کو لیکر حملہ کر دیا اور چند بچے ہوئے تیر اندازوں پر ٹوٹ پڑا عکرمہ بن ابی جہل نے اپنی ٹولی کے ساتھ خالد بن ولید کی پشت پناہی کی، جن تیر اندازوں نے درہ نہیں چھوڑا تھا

انھوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا یہاں تک کہ ان کے ترکش کے تمام تیر خالی ہوگئے اس کے بعد انھوں نے نیزے پھر شمشیر سے جنگ کی یہاں تک کہ سب شہید ہوگئے۔

جب سپاہیان اسلام یہاں اطمینان کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے۔ اس وقت خالد بن ولید لشکرِ اسلام کی پشت پر تھا۔ ایک طرف مشرکین اپنے فرار کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس نے جنگی حکمت عملی والے اہم حصہ کو فتح کرلیا تھا۔ وہ چلا چلا کر شکست خوردہ لشکر قریش کو مدد کی دعوت دے رہا تھا۔ اسی ہنگام میں بھاگنے والوں کی عورتوں میں ایک عورت نے کفر کے سرنگوں پرچم کو لہرادیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قریش کا بھاگا ہوا لشکر واپس آگیا اور شکست خوردہ لشکر پھر سے منظم ہو گیا۔

سپاہِ اسلام افراتفری اور بدنظمی کی وجہ سے تھوڑی ہی دیر میں سامنے اور پیچھے سے محاصرہ میں آگئی اور پھر نئے سرے سے دو لشکروں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

مسلمان حواس باختہ ہوگئے اور اس طرح وہ دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور بدحواسی کے عالم میں نہ پہچاننے کی بناء پر ایک دوسرے کو بھی مار دیتے تھے۔

اس غیر مساوی جنگ کے ہلڑ ہنگامہ میں جو دوبارہ شروع ہوچکی تھی ابن قمہ نے اسلام کے لشکر کے افسر مصعب بن عمیر پر حملہ کردیا جو پیغمبر کا دفاع کر رہے تھے اور وہ خدا سے عہد و پیمان کی راہ میں اپنے خون میں غلطاں ہو گئے۔

مصعب نے لڑائی کے وقت اپنے چہرہ کو چھپا رکھا تھا تاکہ وہ پہچانے نہ جائیں۔ ابن قمہ نے سوچا کہ اس نے پیغمبر کو قتل کر دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ چلایا کہ .. اے لوگو. محمد قتل کر ڈالے گئے ۔اس خبر سے قریش اس قدر خوش تھے کہ آپس میں شور وغل مچا کر کہہ رہے تھے. محمد قتل ہو گئے. محمد قتل ہو گئے۔ مغازی ج ۱ ص ۲۲۹ و ص ۲۳۲

اس بے بنیاد خبر کا پھیلنا دشمن کی جرأت کا باعث بنا اور لشکر قریش سیلاب کی طرح امنڈ پڑا اور مشرکین کی عورتوں نے مصعب کے جسم پاک اور شہدا میں سے بہت سے افراد کے جسد اطہر کو

مثلہ کر دیا۔

دوسری طرف اس خبر نے جنگ کی حالت میں مجاہدین اسلام کو بہت بڑا روحانی صدمہ پہونچایا وہ اس طرح کہ اکثر لوگوں نے ہاتھ روک لیا اور پہاڑ پر پناہ لینے کے لئے بھاگ گئے۔ بعض ایسے حواس باختہ ہوئے کہ انھوں نے یہ سوچا کہ کسی کو فوراً مدینہ میں عبداللہ بن ابی کے پاس بھیجیں تا کہ وہ واسطہ بن جائے اور قریش سے ان کے لئے امان مانگے۔ پیغمبر مسلمانوں کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اے بندگان خدا میری طرف آؤ۔ اے فلاں فلاں تم میری طرف آؤ۔ لیکن اس دستہ نے اپنی جان بچائی جس کے پاس ایمان نہیں تھا اور جیسے بھاگ رہا تھا ویسے ہی بھاگتا رہا۔ ان میں سے بعض پہاڑ پر بھاگتے وقت اپنے خیال میں وعدہء فتح سے بد گمان ہو گئے۔ اور جاہلی افکار نے ان کا پیچھا کرنا شروع کیا بعض نے قرار پر فرار کو ترجیح دی اور مدینہ چلے گئے اور تین دن تک اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۰۹

پیغمبر کا دفاع کرنے والوں کی شجاعت

درہ میں چند افراد باقی رہ گئے تھے اور ایسی شجاعت کے ساتھ دشمن کے پے در پے حملہ کو دفع اور پیغمبر سے دفاع کر رہے تھے جس کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ علیؑ نے ایک لحظہ کے لئے بھی میدان کو نہیں چھوڑا۔ آپؑ اپنی تلوار سے پے در پے دشمن کے سر پر موت کا مینھ برسا رہے تھے اور ایک دستہ کو قتل کر کے دوسرے دستہ کو فرار پر مجبور کر رہے تھے۔

حضرت علی نے بہت زخم کھائے تھے لیکن پھر بھی نہایت تیزی کے ساتھ شیر کی طرح غرا کر شکار پر حملہ کرتے تھے اور پروانہ وار پیغمبر کے گرد چکر لگا رہے تھے مبادا کوئی ان کی شمع وجود کو جو نور خدا ہے۔ خاموش نہ کر دے ایسا منظر بار بار آتا رہا خدا اس بہادری کا شاہد ہے۔ جبرئیل نے آسمان سے آواز بلند کی۔

لافتیٰ الا علی　　　　لاسیف الا ذوالفقار۔

اور تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے۔ اہل سنت کے مورخ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ۔ احد کی جنگ میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں قریش کے زیادہ تر افراد قتل ہوئے۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲۔ص ۱۰۰

احد کے معرکہ میں ۔بہادری کا جوہر دیکھانے والوں میں سے جناب حمزہ بن عبدالمطلب سردار لشکر اسلام ۔بھی تھے جنھوں نے رسول خدا کا دفاع کرتے ہوئے بہت سے مشرکین کو واصل جہنم کیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے وحشی سے جو جبیر ابن مطعم کا غلام تھا یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تم محمد، حمزہ یا علی کو قتل کردو تو آزاد ہوجاؤ گے۔ وہ رسول خدا تک تو نہ پہونچ سکا اور علیؑ ۔بھی میدان جنگ میں ہر طرف سے چوکنہ تھے۔اس نے جب جناب حمزہ کو دیکھا کہ وہ شدت غیظ و غضب میں اپنی طرف سے بے خبر ہیں تو وہ ان کا تعاقب کرنے لگا جناب حمزہ شیر کی طرح قلب لشکر پر حملہ کر رہے تھے اور جس شخص تک پہونچتے اس کو خاک و خون میں غلطاں کر دیتے تھے۔

وحشی ایک پتھر کی آڑ میں چھپ گیا اور جب حمزہ مصروف جنگ تھے اس وقت اس نے اپنے نیزہ کا نشانہ ان کی طرف لگا کر ان کو شہید کر دیا۔ اور ابوسفیان کی بیوی نے جناب حمزہ کے جسم پاک کو مثلہ کیا۔

لشکر توحید کا دفاع کرنے والوں میں سے ایک ابودجانہ ۔بھی تھے مسلمانوں کے میدان جنگ میں واپس آجانے کے بعد جب آتش جنگ دوبارہ ۔بھڑ کی تو رسول خدا نے ایک تلوار لی اور فرمایا کہ۔ کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے؟۔ چند افراد اٹھے، لیکن ان میں سے کسی کو آپؐ نے تلوار نہیں دی اور پھر اپنی بات دہرائی۔ اس دفع ابودجانہ اٹھے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں آمادہ ہوں۔

پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ اس شمشیر کا حق یہ کہ اسے دشمن کے سر پر اتنا مارو کہ یہ ٹیڑھی ہوجائے اور اس بات سے مکمل طور پر ہوشیار رہو کہ کہیں دھوکہ میں تم کسی مسلمان کو قتل نہ کردینا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے وہ تلوار ان کو عطا فرمائی۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۸

ابودجانہ نے ایک سرخ رنگ کا کپڑا اپنے سر پر باندھا اور دشمن کی طرف مغرور حملہ آور ہوئے

رسول خدا نے فرمایا کہ..اس طرح کی چال کو خدا دشمن رکھتا ہے مگر یہ کہ جنگ کہ ہنگام ہو'ابو دجانہ نے راہ خدامیں قلب دشمن پر حملہ کیااوران کے سروں پر اتنی تلوار ماری کہ تلوار خم ہو گئی۔

ام عمارہ شیر دل خاتون

ام عمارہ وہ خاتون ہیں جو مدینہ سے سپاہ اسلام کے ساتھ آئی تھیں تا کہ محاذ کے پیچھے خواتین کے ساتھ رہ کرلشکر اسلام کی مدد کرنے والوں کے عنوان سے نصرت کریں۔ان کے زخموں کی مرہم پٹی کاانتظام کریں۔زخمیوں کے زخموں پر پٹی باندھیں اور مجاہدین کو پانی پہونچائیں۔

اگر چہ جہاد عورتوں کے لئے واجب نہ تھا مگرجب ام عمارہ نے دیکھا کہ لوگ رسول خدا کے پاس سے پراگندہ ہوگئے اور آنحضرت کو آگ و خون کے درمیان تنہااور بے یار ومدد گار چھوڑ دیا'ان کی جان خطرہ میں ہے۔وجوداسلام خطرہ میں گھرا ہوا ہے تو ایک بھاگنے والے کی تلوار اچک لی اور مردانہ انداز میں دشمن کےلشکر کی طرف بڑھیں اور ہرطرف اس طرح لڑ رہی تھیں کہ رسول خدا کی جان محفوظ رہے۔پیغمبر اس شیر دل عورت کی شجاعت سے بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ..نسیبہ (ام عمارہ) دختر کعب کی منزلت آج کے دن میرے نزدیک فلاں فلاں سے زیادہ بلند ہے۔ مغازی)

چند ان افراد کی فداکاری کے باوجود جو کہ رسول خدا کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔آپ شدید زخمی ہوئے۔

عتبہ نے چار پتھر پھینک کر آپؐ کے چند دانتوں کو شکستہ کر دیا۔ابن قمہ نے آپ کے چہرہ پرشدید زخم لگایا اور وہ زخم ایسا لگا کہ خود کی زنجیروں کی کڑیاں آپ کے گالوں میں پیوست ہوگئیں۔پیغمبر زخموں کی بنا پر کافی کمزور ہوگئے اور آپ نے ظہر کی نماز بیٹھ کرادا کی۔

میدان چھوڑ دینے والوں میں سب سے پہلے شخص جنھوں نے رسول خدا کو پہچاناوہ کعب بن مالک تھے انہوں نے چلا کر کہا کہ..پیغمبر زندہ ہیں۔لیکن رسول خدا نے ان کو حکم دیا کہ چپ رہو۔آنحضرت کو درہ کے دہانہ تک لے جایا گیاجب آپؐ وہاں پہونچے تو جو مسلمان وہاں سے بھاگ گئے

تھے۔بہت شرمندہ ہوئے۔ ابو عبیدہ جراح نے رسول خدا کے چہرہ میں در آنے والی زنجیر کی کڑیوں کو باہر نکالا علیؑ اپنی سپر میں پانی بھر کر لائے اور رسول خدا نے اپنا سر اور چہرہ دھویا۔

لشکر کی جمع آوری

جب رسول خدا درہ کے دہانے پر پہونچ گئے تو آپؐ نے مسلمانوں کو بلایا جب لشکر اسلام نے رسول خدا کو زندہ دیکھا تو گروہ، گروہ اور فرد، فرد ان کے گرد آنے لگے رسول خدا نے ان کو جہاد راہ خدا میں جنگ اور پہلی جگہوں پر واپسی کی دعوت دی۔

شکست کے بعد پھر سے اسلامی فوجیں منظم ہو گئیں اور افراد نیز سامان جنگ کی کمی کے باوجود، دوبارہ حملہ شروع کر دیا۔ جنگ کی آگ نے جنگ بھڑکانے والوں کو پھر سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اسلامی لشکر کی شجاعت و بہادری نے دوبارہ دشمن کے سیاہ قلب کو خوف و وحشت میں مبتلا کر دیا۔ مشرکین کے لشکر کے سردار ابوسفیان نے اس خطرہ کے باعث کہ کہیں مجاہدین اسلام آغازِ جنگ کی طرح پھر نہ ان پر جھپٹ پڑیں۔ جنگ بندی کے حکم کے ساتھ جنگ کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔

شہیدوں کے پاکیزہ جسم کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟

جنگ کے خاتمہ اور میدان جنگ کے خالی ہوجانے کے بعد قریش کی اوباش عورتیں اور مشرکین کے سپاہی، شہیدوں کے پاکیزہ اجسام کی طرف بڑھے اور اپنے انتقام کی آگ کو بجھانے کے لئے انہوں نے لرزا دینے والے مظالم کئے۔ شہیدوں کے طاہر جسم کو مثلہ کردیا، ابوسفیان کی بیوی ہند، ان کی عورتوں کی پیشرو تھی اور اس نے جناب حمزہ اور تمام شہیدوں کے اعضا کاٹ کر گلو بند اور دست بند بنالیا تھا۔ جب ہند جناب حمزہ کے جسد اطہر کے پاس پہونچی تو اس نے ان کے سینہ کو چاک کرکے ان کا جگر نکال کر دانت سے چبانا چاہا لیکن اس کو چبانہ سکی آخر میں اس نے زمین پر پھینک دیا۔

اس بد ترین جرم کے ارتکاب کے بعد وہ "ہند جگر خوار" کے نام سے مشہور ہو گئی۔
بجز حنظلہ جن کا باپ (ابوعامر) سپاہ مشرکین میں تھا، تمام شہیدوں کے جسم کو مثلہ کردیا گیا۔ سیرۂ حلبی ج ۲ ص ۲۴۴

طرفین کے نقصانات کا تخمینہ

جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف سے ستر آدمیوں نے جام شہادت نوش فرمایا اس میں سے چار افراد مہاجرین اور بقیہ انصار میں سے تھے۔ تقریباً ستر افراد زخمی ہوئے۔ مشرکین میں سے ۲۲ سے ۲۶ افراد تک ہلاک ہوئے جن میں آدھے افراد شمشیر علیؑ سے قتل ہوئے تھے۔ ارشاد مفید ص ۴۳

مفہوم شہادت

منافقین مدینہ میں سے "قرمان" نامی ایک شخص جب رسول خدا کے سامنے آیا تو آپؐ نے

فرمایا کہ "یہ جہنمی ہے"

جب جنگ احد چھڑی تو قزمان لشکر اسلام سے رو گردانی کر کے عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین سے جا ملا۔ جب وہ مدینہ آیا تو عورتوں نے اس کی سرزنش کی، اس کو غیرت محسوس ہوئی اور وہ اسلحہ سج کر احد کی طرف روانہ ہوا اس نے مردانہ وار جنگ کی اور نہایت شجاعت اور دلیری کے ساتھ چند مشرکین کو قتل اور زخمی کیا۔ جنگ کے آخری لمحات میں بہت زیادہ زخمی ہو کر میدان جنگ میں زمین پر گر پڑا مسلمان اس کی طرف دوڑے اور کہا۔ شہادت تمہیں مبارک ہو۔ اس نے کہا کہ میں کیوں خوش ہوں؟ میں نے صرف اپنے قبیلہ کے شرف کے لئے جنگ کی ہے اگر میرا قبیلہ نہ ہوتا تو میں جنگ نہ کرتا زخموں کے درد کو اس سے زیادہ تحمل نہ کر سکا۔ لہذا ترکش سے ایک تیر نکال کے اس نے خود کشی کر لی۔ مغازی ج ا ص ۲۲۳ و ص ۲۲۴

نفسیاتی سرد جنگ

لوگوں کے افکار و عقائد میں نفوذ کرنے کے لئے مساعد حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور افکار کے نفوذ اور تخریب کاری کے لئے شکست اور مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے زمانہ جیسا مناسب اور کوئی زمانہ نہیں ہے موقع کی تلاش) میں رہنے والے دشمن نے اس اصل پر تکیہ کرتے ہوئے شکست کے آخری لمحات کو اپنے عقائد کی نشر و اشاعت کے لئے غنیمت سمجھا اور اسلام مخالف نعروں کے ذریعہ سادہ لوح افراد کو دھوکہ دینے اور انہیں متاثر کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے کہ یہ ایسا موقع ہے جب غلط پروپگنڈہ نہایت آسانی کے ساتھ شکست خوردہ قوم کے دلوں میں اثر کر سکتا ہے۔

ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل نے "اعل ھبل" ھبل سرفراز رہے کا نعرہ بلند کیا۔ یعنی ہمارے بتوں نے ہم کو کامیاب کیا۔

رسول خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم کہو "اللہ اعلیٰ و اجل" خدا برتر اور بزرگ ہے۔

مشرکین کے نعرے بدل گئے ابوسفیان نے چلانا شروع کیا "نحن لنا العزیٰ و لاعزیٰ لکم" ہمارے پاس عزیٰ نامی بت ہے۔ لیکن تمہارے پاس نہیں ہے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ تم بھی بلند آواز سے کہو۔ "اللہ مولانا و لامولیٰ لکم".. اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔

مشرکین کا نعرہ دوبارہ بدل گیا ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا کہ .. یہ دن روز بدر کا بدل ہے" مسلمانوں نے پیغمبرؐ کے حکم سے کہا کہ یہ دونوں دن آپس میں برابر نہیں ہیں۔ ہمارے مقتولین بہشت میں اور تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ.. ہمارا اور تمہارا آئندہ سال مقام بدر میں وعدہ رہا۔ بحار الانوار ج ۲۰ ص ۴۴

کہاں جارہے ہو؟

جنگ کی آگ بجھ گئی، دونوں لشکر ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، مشرکین کے لشکر نے کوچ کا ارادہ کیا پیغمبر سوچنے لگے، دیکھیں یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟ آیا یہ لوگ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یا مکہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں؟ موضوع واضح ہونے کے لئے رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ ..اے علیؑ تم جا کر دشمن کی خبر لاؤ اگر تم نے دیکھا کہ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور اونٹوں کو کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں تو سمجھنا کہ مدینہ پر حملہ کا قصد ہے۔ اس صورت میں خدا کی قسم ہم ان سے لڑیں گے۔ اور اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے لے چلے تو سمجھنا کہ مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

حضرت علی دور سے دشمن کی تاک میں تھے اور دیکھ رہے تھے کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوگئے۔ اور اپنے دیار کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بحار الانوار ج ۲۰ ص ۹۷

احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب کا جائزہ

جنگ کے پہلے مرحلہ میں سپاہ اسلام کی فتح اور بعد کے مرحلہ میں ان کی شکست کی وجہ احد کے واقعات دیکھنے کے بعد بڑی آسانی سے واضح ہوجاتی ہے. لیکن یہاں وحی کی زبان سے مسلمانوں کی شکست کی وجوہ مختصراً بیان کی جاتی ہیں. وہ وجوہ مندرجہ ذیل ہیں.

۱-- جنگ کے لئے منظم نہ ہونا سردار کی نافرمانی، جنگی اعتبار سے اہم جگہ کو چھوڑ دینا مسلمانوں کی شکست کے اہم وجوہات ہیں. قرآن کہتا ہے کہ.. خدا نے (احد میں دشمنوں پر) فتحیابی کا تم سے سچا وعدہ کیا. اس موقع پر تم اس کے فرمان کے مطابق جنگ کر رہے تھے (اور یہ کامیابی جاری تھی) یہاں تک کہ تم سست ہوگئے اور اپنے کام میں نزاع کرنے لگے. جس چیز کو تم دوست رکھتے تھے (دشمن پر غلبہ کو) اس چیز کو تمھیں دکھا دیا گیا پھر اس کے بعد تم نے نافرمانی کی.(۱)

۲-- ایمان کی کمزوری اور دنیاپرستی، نئے نئے مسلمان ہونے والوں میں ایک گروہ نے دشمن کا پیچھا کرنے کے بجائے مال غنیمت جمع کرنے کو ترجیح دی اور اسلحہ رکھ کر غنیمت جمع کرنے لگا. قرآن مندرجہ بالا آیات کے آخر میں کہتا ہے کہ.. تم میں سے بعض دنیا طلب تھے اور بعض آخرت کے خواہاں، اس کے بعد اللہ نے تم کو ان سے منصرف کر دیا (اور تمہاری کامیابی شکست پر تمام ہوئی) تاکہ تم کو آزمائے۔

۳-- پیغمبرؐ کے قتل کی افواہ، اور وہ اس طرح کہ بعض مسلمان تو اسلام کی بنیاد ہی سے ناامید ہوگئے تھے قرآن اس سلسلہ میں کہتا ہے کہ.. محمد صرف رسول خدا ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں. تو کیا اگر وہ مر جائیں یا شہادت پاجائیں تو کیا تم اپنے جاہلیت کے دین پر پلٹ جاؤ گے.

۱۔ آل عمران ۱۵۲
۲۔ 〃 〃 〃
۳ 〃 〃 ۱۴۴

شہیدوں کی میت پر

لشکر مشرک کے میدان جنگ سے نکل جانے کے بعد رسول خدا لشکر اسلام کے مجاہدین کے ساتھ شہیدوں کی میت پر حاضر ہوئے تاکہ ان کو سپرد خاک کر دیں. جب حضرت نے شہیدوں کے مثلہ اجسام، خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ کے پارہ پارہ بدن کو دیکھا تو ان کا دل غم سے پاش پاش ہو گیا۔ اور مشرکین کی طرف سے آپ کے دل میں مزید غصہ اور نفرت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ وہاں مسلمانوں نے یہ عہد کیا کہ اگر دوسری لڑائی میں وہ مشرکین پر فتح پائیں گے تو ایک آدمی کے بدلے میں کافروں کے تیس اجسام کو مثلہ کریں گے. لیکن درج ذیل آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں نے اس خیال کو ترک کر دیا۔

اگر تم چاہتے ہو کہ ان کو سزا دو تو اپنی سزا میں میانہ روی اختیار کرو اور حد اعتدال سے خارج نہ ہو جاؤ اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ شرف النبی ص ۳۴۷

پھر رسول خدا حضرت حمزہ کے پاکیزہ جسم پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کے پہلو میں ایک ایک کو لٹا کر ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھتے ہیں اس طرح ستر نمازیں پڑھی گئیں۔ مغازی

حضرت حمزہ کی بہن "صفیہ" اپنے شہید بھائی کا جنازہ دیکھنے آئیں. تو ان کے بیٹے زبیر نے ان کو روکنا چاہا۔ (تاکہ بہن اس حال میں بھائی کو نہ دیکھے) لیکن جناب صفیہ نے فرمایا کہ "مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے۔ بخدا اگر میں ان کے سرہانے پہونچوں گی تو اپنے غمگین ہونے کا اظہار نہیں کروں گی اور راہ خدا میں اس مصیبت کو برداشت کروں گی. لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا وہ اپنے بھائی کے سرہانے آئیں اور ان کے لئے خدا سے دعائے مغفرت کی.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ قبریں کھودی جائیں اور ان اجسام کو ان میں دفن کر دیا جائے شہدا اپنے لباس کے ساتھ دفن ہوئے اور جس کے پاس مناسب لباس نہ تھا ان کے جسم کو ایک پارچہ سے ڈھک دیا گیا۔ اکثر شہدا کو اسی میدان جنگ میں سپرد خاک کیا گیا کچھ

لوگ اپنے شہدا کو مدینہ لے گئے۔اس طرح سے پہلا شہیدوں کا قبرستان مدینہ کے نزدیک کوہ احد کے دامن میں بنا۔ مغازی واقدی ج اص ۲۶۷

ان کو یہیں دفن کردوانکی دعا مستجاب ہوئی

ہند، عمرو بن حرام کی بیٹی، جس کے شوہر عمر بن جموح، بیٹے خلاد اور بھائی عبداللہ عمرو اس مقدس جہاد میں شہید ہوئے تھے۔احد میں آئیں تا کہ اپنے عزیزوں کے جنازہ کو مدینہ لے جائیں۔ہند نے ان تینوں کے جنازہ کو اونٹ پر رکھا اور مدینہ کا راستہ لیا۔مدینہ جاتے وقت کچھ عورتیں ملیں جو پیغمبرؐ کی صحیح خبر پانے کے لئے احد کی طرف آرہی تھیں۔عورتوں نے ہند سے رسول خدا کا حال دریافت کیا اس نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ ..الحمد للہ رسول خدا زندہ ہیں۔(گویا اس نعمت کے مقابل تمام مصیبتیں ہیچ تھیں) دوسرا مژدہ یہ ہے کہ خدا نے کافروں کے رخ کو پھیر دیا جبکہ وہ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے عورتوں نے اس سے پوچھا کہ ..یہ جنازے کس کے ہیں؟۔اس نے کہا کہ ..ایک میرا شوہر، دوسرا میرا بیٹا اور تیسرا میرا بھائی ہے۔

وہ عورت اونٹ کی مہار کو مدینہ کی طرف کھینچ رہی تھی لیکن اونٹ بڑی مشکل سے راستہ طے کر رہا تھا۔ان عورتوں میں سے ایک ـ نے کہا کہ ..شاید اونٹ کا بار بہت گراں ہے۔ہند نے جواب دیا۔ نہیں یہ اونٹ بہت آسانی سے دو اونٹوں کا بار اٹھاتا ہے۔ہند جب اونٹ کو احد کی طرف پلٹاتی تو اونٹ بڑی آسانی سے چلنے لگتا۔اس نے اپنے دل میں کہا کہ ..یہ کیا بات ہے؟ رسول خدا کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔حضرت نے ہند سے سوال کیا کہ۔جب تیرا شوہر گھر سے باہر نکلا تو اس نے خدا سے کیا مانگا تھا؟ ہند نے کہا کہ اے اللہ کے رسول وہ جب گھر سے باہر نکلے تھے تو اس وقت انکی دعا تھی۔خدایا مجھے میرے گھر واپس نہ پلٹانا۔رسول خدا نے کہا کہ.. تیرے شوہر کی دعا مستجاب ہوئی، خدا نہیں چاہتا کہ یہ جنازہ گھر کی طرف واپس جائے تم تینوں جنازوں کو احد ہی میں دفن کردو اور یہ جان لو کہ یہ تینوں افراد دوسری دنیا میں بھی ساتھ ہی رہیں

گے۔

ہند نے سسکتے ہوئے کہا کہ ۔۔اے اللہ کے رسول آپ خدا سے دعا کیجئے کہ میں بھی ان کے پاس رہوں۔ مغازی ج اص ۲۶۴-ص ۲۶۶

مدینہ کی طرف

جب رسول خدا اپنے شہید اصحاب کو دفن کر چکے تو انہوں نے مدینہ کی طرف روانہ ہوجانے کا حکم دیا۔ بہت سے مسلمان زخمی تھے۔ جناب فاطمہ زہراء کے ساتھ زخمیوں کے مداویٰ کے لئے احد میں جو چودہ عورتیں آئی تھیں وہ آنحضرت کے ساتھ تھیں۔

کچھ لوگ پیغمبرؐ کے دیدار اور استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے تا کہ رسول اللہ کی سلامتی کا اطمینان حاصل کریں۔ قبیلہ بنی دینار کی ایک عورت نے جب اپنے باپ، شوہر اور بھائی کے شہید ہوجانے کی خبر سنی تو اس نے کہا کہ۔۔ رسول خدا کی کیا خبر ہے؟۔ لوگوں نے بتایا کہ۔۔ رسول خدا ٹھیک ہیں۔ اس عورت نے کہا کہ۔۔ ذرا مجھے راستہ دیدو تا کہ میں خود ان کی زیارت کروں۔ اور جب اس نے پیغمبر اکرم کو زندہ و سلامت دیکھا تو کہا کہ۔۔ اے اللہ کے رسول جب آپ زندہ ہیں تو اب اسکے بعد ہر مصیبت آپ کے وجود کی وجہ سے ہیچ ہے۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۹

حمنہ بنت جحش رسول خدا کے پاس آئیں تو آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ۔۔"حمنہ" میں تجھے تعزیت دے رہا ہوں۔ انھوں نے پوچھا کہ کس کی تعزیت؟ آپ نے فرمایا۔۔ تمہارے ماموں حمزہ کی۔" حمنہ" نے کہا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون" خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے انہیں شہادت مبارک ہو۔ رسول خدا نے فرمایا۔ میں پھر تعزیت پیش کرتا ہوں۔ "حمنہ" نے کہا۔۔ کس کی تعزیت؟ رسول خدا نے فرمایا۔۔ تمہارے بھائی عبداللہ بن جحش کی۔ حمنہ نے کہا۔ خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ان کو بہشت مبارک ہو آنحضرت نے پھر فرمایا کہ۔۔ میں پھر تم کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ حمنہ نے پوچھا کہ۔۔ کس کی تعزیت؟ آپ نے فرمایا کہ۔۔

تمہارے شوہر مصعب بن عمیر کی۔ حمنہ نے ایک آہ سرد بھری اور گریہ کرنا شروع کیا۔ رسول خدا نے فرمایا کہ.. شوہر جو مقام عورت کے دل میں رکھتا ہے۔ وہ کسی کا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد لوگوں نے حمنہ سے پوچھا کہ تم اس قدر کیوں غمزدہ ہوگئیں؟ حمنہ نے کہا کہ.. میں نے اپنے بچوں کی یتیمی کو یاد کیا تو میرا دل بھر آیا   سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸

شہید عمرو بن معاذ کی ماں کبشہ آگے بڑھیں اور انہوں نے بڑے غور سے رسول اللہ کا چہرہ دیکھا اور اس کے بعد کہا.. اب جب میں نے آپ کو صحیح و سالم دیکھ لیا تو مصیبت کا اثر میرے دل سے زائل ہو گیا۔ رسول خدا نے ان کے بیٹے عمرو بن معاذ کی شہادت پر ان کو تعزیت پیش کی، دلاسہ دیا اور فرمایا کہ.. اے عمرو کی ماں میں تمہیں مژدہ سناتا ہوں اور تم شہیدوں کے اہل و عیال کو مژدہ سنادو کہ ان کے شہداء بہشت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور ہر ایک اپنے عزیزوں اور خاندان والوں کی شفاعت کرے گا۔ عمرو کی ماں نے کہا کہ.. اے پیغمبرؐ اب میں خوش ہوگئی۔ اور اس کے بعد عرض کی کہ.. اے پیغمبرؐ اس کے پس ماندگان کے لئے آپ دعا فرمائیے۔ رسول خدا نے اس طرح دعا کی۔ خدایا ان کے دلوں سے غم کو زائل کردے۔ ان کے مصیبت زدہ دل کے زخموں پر مرہم رکھ اور ان کے پس ماندگان کے لئے بہترین سرپرست قرار دے۔   مغازی ص ۳۱۵ - ص ۳۱۶

نماز مغرب کا وقت آن پہونچا

بلال نے اذان دی، رسول خدا مسجد میں اس حالت میں تشریف لائے کہ لوگ ان کے شانوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے نماز پڑھی واپسی پر دیکھا کہ نالہ و شیون کی آواز میں شہر مدینہ ڈوبا ہوا ہے۔ لوگ اپنے شہیدوں کی عزاداری اور ان پر رونے میں مصروف ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ "لیکن حمزہ کا کوئی نہیں ہے جو ان پر گریہ کرے۔ مدینہ کی عورتیں رسول خدا کے گھر آئیں اور مغرب سے رات گئے تک نوحہ و عزاداری میں مصروف رہیں۔

شہیدوں کی ایک جھلک

صرف ایک سجدہ وہ بھی محراب عشق میں خون بھرا سجدہ

انصار میں سے عمرو بن ثابت نامی ایک شخص جن کی عرفیت "اصیرام" تھی ہجرت کے بعد جب ان کے سامنے اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب رسول خدا احد کے لئے نکلے تو ان کے دل میں نور ایمان جگمگا اٹھا۔ انہوں نے تلوار اٹھائی اور نہایت سرعت کے ساتھ لشکر اسلام سے جا ملے، مردانہ وار جنگ کی اور زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے۔ جب مسلمانوں نے اپنے مقتول سپاہیوں کو میدان جنگ میں ڈھونڈھنا شروع کیا تو اس وقت ان کو بھی دیکھا کہ ابھی زندہ ہیں، لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ.. تم نے اپنے قبیلہ کی حمایت میں جنگ کی ہے یا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ.. میں مسلمان ہو گیا ہوں میں نے میدان جہاد میں قدم رکھ دیا ہے اور اب اپنے خون میں غلطاں ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ شہید ہو گئے، جب ان کا واقعہ رسول خدا سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا.. کہ وہ جنتی ہے۔ جی ہاں قبل اس کے کہ وہ نماز پڑھے اور خدا کے لئے سجدہ کرے، اس نے جنت کی راہ لی، اس نے صرف ایک سجدہ کیا وہ بھی خوں بھرا سجدہ محراب عشق میں۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۰

ایک مال دار عقلمند کی شہادت

"مخیرق" ایک یہودی دانش مند اور مال دار آدمی تھے خرمے کے درخت اور اچھے خاصے مال و متاع کے مالک تھے جب احد کا دن آیا تو انہوں نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ.. خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ محمد (ص) کی نصرت تم پر واجب ہے۔ یہودیوں نے عذر پیش کیا کہ آج شنبہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ۔ تمہارے پاس اب دوسرا شنبہ نہیں ہے۔ پھر انہوں نے لباس جنگ زیب تن کیا اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور احد کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے نکلنے سے پہلے

اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ.. اگر میں آج قتل کر دیا جاؤں تو میرے سارے مال کا اختیار محمد کو ہے، وہ جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اس کے بعد وہ احد کی طرف چل پڑے اور مجاہدین راہ خدا سے جا ملے، جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے. رسول خدا نے ان کی وصیت کے مطابق ان کے مال کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ابن اسحاق کی تحریر کے مطابق رسول خدا کے بہت سے اوقاف اور مدینہ میں جو امور خیریہ انجام دیئے ہیں وہ انہیں کے اموال سے تھے. (تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۳۱

ایک عارف بوڑھے کی شہادت

خیثمہ بوڑھے تھے مگر صاحب معرفت تھے ان کے بیٹے بدر کی لڑائی میں شہادت کے درجہ پر فائز ہو چکے تھے لشکر اسلام کی احد کی طرف روانگی سے قبل انہوں نے رسول خدا سے عرض کیا.. کل رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا، کہ وہ بہشت کے باغوں میں چلا جارہا ہے.. بہشت کے درختوں کے نیچے اس کی نہروں کے کنارے ٹہل رہا ہے۔ میرے بیٹے نے مجھ سے کہا کہ بابا جان۔ ہمارے پاس آجائیے کہ ہم نے خدا کے وعدہ کو سچا پایا، اے اللہ کے رسول میں اس بات کا مشتاق ہوں کہ اپنے بیٹے کے پاس پہونچ جاؤں اے پیغمبر خدا میری ڈاڑھی سفید ہے، میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے شہادت نصیب کرے. پیغمبرؐ نے فرمایا، خدایا اس شخص کی آرزو پوری کر دے۔ چنانچہ وہ احد کی جنگ میں شہید ہو گیا۔

حجلہء خون

حنظلہ ۲۵ سالہ جوان، جنگ احد کی آگ بھڑکانے والوں میں سے ایک شخص ابوعامر فاسق کے بیٹے تھے، جس وقت رسول خدا کی طرف سے جہاد کے لئے عام تیاری کا اعلان ہوا، اس وقت جناب حنظلہ، عبداللہ بن ابی کی لڑکی سے شادی کرنے جارہے تھے۔ ان کے باپ کے برخلاف جو کافر اور منافق تھا، یہ دولہا دلہن اسلام اور پیغمبرؐ پر مکمل ایمان رکھتے تھے. جس وقت محاذ جنگ پر جانے کی

دعوت کی صدا جناب حنظلہ کے کانوں سے ٹکرائی اس وقت وہ حیران ہو گئے کہ اب کیا کریں؟ ابھی تو شادی کے مراسم ادا ہوئے ہیں' اب وہ حجلۂ عروسی میں جائیں یا محاذ جنگ پر؟ انہوں نے بہتر سمجھا کہ رسول خدا سے اجازت لے لیں تاکہ شب زفاف مدینہ میں رہیں اور اس کے دوسرے دن میدان جنگ میں حاضر ہو جائیں۔

پیغمبر نے اجازت دیدی' صبح سویرے غسل کرنے سے پہلے' اپنی دلہن سے محاذ جنگ پہ جانے کے لئے خدا حافظ کہا' دلہن کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اپنے شوہر سے اس نے چند منٹ ٹھہرنے کو کہا اور اپنے ہمسایوں میں سے چار آدمیوں کو بلالائی تاکہ وہ اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان گواہ رہیں۔ حنظلہ نے دوسری بار خدا حافظ کہا اور محاذ جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

دلہن نے ان گواہوں کی طرف رخ کیا اور کہا کہ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان شگافتہ ہو گیا اور میرا شوہر اس میں داخل ہو گیا اس کے بعد آسمان پھر جڑ گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ شہادت کے درجہ پر پہونچے گا۔

جناب حنظلہ لشکر اسلام سے جاملے اور انہوں نے ابوسفیان پر حملہ کیا' ایک تلوار جو اس کے گھوڑے پر پڑی تو وہ وہیں ڈھیر ہو گیا' ابوسفیان کی چیخ پکار پر چند مشرکین اس کی مدد کو بڑھے اور اس طرح ابوسفیان کی جان بچ گئی۔ دشمن کے ایک سپاہی نے جناب حنظلہ کو نیزہ مارا' حنظلہ نے نیزہ کا شدید زخم لگنے کے باوجود اس نیزہ بردار پر حملہ کیا اور تلوار سے اس کو قتل کر ڈالا۔ نیزہ کے زخم نے آخر کار اپنا کام کر ڈالا اور جناب حنظلہ' حجلۂ خون میں عروس شہادت سے جاملے۔

پیغمبر نے فرمایا کہ..میں نے دیکھا کہ حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے تھے' اس وجہ سے ان کو حنظلہ غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۷۵

دولہا دلہن کا اخلاص اور ان کا ایمان واقعی بڑا تعجب انگیز ہے ہمارے محاذ جنگ پر لڑنے والے پیکر ایثار و قربان مجاہدین' ان کے خاندان والوں اور ان کی بیویوں کے لئے الہام بخش اور مقاومت کا نمونہ ہے۔

مدینہ میں منافقین کی ریشہ دوانیاں

جنگ احد کے سلسلہ میں عبداللہ بن ابی اور اس کے تمام منافق ساتھیوں نے سرزنش اور شماتت شروع کردی اور جو مصیبت مسلمانوں کے سروں پر آن پڑی تھی اس پر یہ لوگ خوش تھے. یہودی بھی بد زبانی کرنے لگے اور کہنے لگے کہ.. محمد سلطنت حاصل کرنا چاہتے ہیں، آج تک کوئی پیغمبرؐ اس طرح زخمی نہیں ہوا، وہ خود بھی زخمی ہوئے اور ان کے اصحاب بھی مقتول اور زخمی ہیں

وہ رات بڑی حساس رات تھی ہر آن یہ خطرہ منڈلا رہا تھا کہ کہیں منافقین اور یہود، مسلمانوں اور اسلام کے خلاف شورش نہ برپا کردیں اور اختلاف پیدا کرکے اس شہر کے سیاسی اتحاد و ثبات کو نہ ختم کردیں.

مدینہ سے ۲۰ کیلومیٹر دور "حمراء الاسد" میں جنگی مشق

یکشنبہ ۸ شوال سنہ ۳ ہجری قمری

ہر طرح کی داخلی و خارجی ممکنہ سازش کی روک تھام اور مکمل طور پر ہوشیار اور آمادہ رہنے کے لئے اوس و خزرج کے سربر آوردہ افراد نے مسلح افراد کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد اور خانہ پیغمبرؐ کے دروازہ پر رات بھر پہرہ دیا۔ یکشنبہ کی صبح کو رسول خدا نے نماز صبح ادا کرکے جناب بلال کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو دشمن کے تعاقب کے لئے بلائیں اور اعلان کریں کہ ان لوگوں کے سوا اور کوئی ہمارے ساتھ نہ آئے جو کل جنگ میں شرکت کرچکے ہیں.

بہت سے مسلمان شدید زخمی تھے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور جنگی لباس زیب تن کرکے اسلحہ سے آراستہ ہو کر تیار ہو گئے. پیغمبر نے پرچم علی کے ہاتھ میں دیا اور عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین معین فرمایا ۱۰ اس حیرت انگیز روانگی کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ قریش کے سپاہیوں نے مدینہ لوٹ کر (اسلام و مسلمانوں کا) کام تمام کردینے کا ارادہ کرلیا ہے.

رسول خدا حمراء الاسد تک پہونچے اور وہاں آپ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی وسیع میدان میں بکھر جائیں اور رات کے وقت اس وسیع و عریض زمین پر آگ روشن کر دیں، تاکہ دشمن کو یہ گمان ہو کہ ایک بہت بڑا لشکر ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ رسول خدا تین رات وہاں ٹھہرے رہے اور ہر رات اس عمل کو دھرایا جاتا رہا۔

اس جگہ معبد خزاعی نے پیغمبر کی خدمت میں پہونچ کر خبر دی کہ قریش دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں۔ پھر معبد نے ابوسفیان سے جا کر کہا کہ میں نے لشکر بے کراں اور غیظ و غضب سے تمتماتے چہرے دیکھے ہیں۔ ابوسفیان اس خبر سے وحشت زدہ ہوگیا اور مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باز رہا۔

اس جنگی مشق (پریڈ) نے مجاہدین اسلام اور اہل مدینہ کے حوصلوں کو بڑھایا، ان کے دل سے خوف کو دور کیا اور دشمن کے دل میں اور زیادہ خوف بٹھادیا۔ اور وہ اس طرح کہ جب تین دن کے بعد مسلمان مدینہ پلٹ کر آئے تو ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا ایک بہت بڑی فتح حاصل کر کے لوٹے ہیں۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۸

ابوعزہ شاعر کی گرفتاری

بلبل زباں ابوعزہ نامی شاعر جو کہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو کر آیا تھا رسول خدا نے بغیر تاوان کے اسے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ وہ کسی کو مسلمانوں کے خلاف نہیں ورغلائے گا۔ لیکن اس نے عہدشکنی کی اور جنگ احد کے لئے مشرکین کو اسلام کے خلاف لڑنے کی اپنے اشعار کے ذریعہ دعوت دیتا رہا۔ وہ حمراء الاسد میں لشکر اسلام کی اسیری میں آگیا اور دوبارہ معافی کا خواستگار ہوا۔ رسول خدا نے قبول نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ.. مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔ اس کے بعد آپ نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ سیرت حلبی ج ۲ ص ۲۵۹

جنگ احد کے بارے میں جو آیتیں نازل ہوئیں وہ سورہ آل عمران کی ۶۰ آیتیں (۱۲۰ سے ۱۷۹

تک) ہیں۔ اس سال جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے پیغمبر کا حفصہ بنت عمر کے ساتھ ماہ شعبان میں عقد اور زینب بنت خزیمہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہے۔ سیرت حلبی ج ۲ ص ۲۵۸

سریہ ابو سلمہ بن عبدالاسد

پنجشنبہ یکم محرم سنہ ۴ ہجری قمری میں

رسول خدا اس بات کو سوچ رہے تھے کہ شکست احد کی کمی کا جبران، فدا کاری، اور زبردست اور وسیع پیمانے پر جنگی اور سیاسی کوششوں سے ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف منافقین اور یہود اسلام کے داخلی نظام کو نقصان پہونچانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ حلیف و ہم عہد قبیلے اپنے کام میں سست پڑ گئے تھے۔ اگر رسول خدا ایک جنگی اور سیاسی قابل قدر مشق یا حملہ نہ کرتے تو مدینہ کی مثال اس مجروح کی ہوتی جو حجاز کے بیابان میں پڑا ہو اور اپنا دفاع نہیں کر سکتا ہے اور بدو مردہ خواروں اور قریش و بنی کنانہ اور ان کے حلیف عرب و یہود کے کینہ توز بھیڑیوں کے لئے لذیذ لقمہ بن جاتا ہے۔

اسی حالت میں قبیلہ طی کے ایک شخص نے پیغمبر کو خبر دی کہ "بنی اسد" مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کے مال کو لوٹنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ رسول خدا نے ابو سلمہ کو سردار لشکر بنایا اور پرچم ان کے ہاتھ میں دیکر ایک سو پچاس مجاہدین کو ان کے ہمراہ کیا اور حکم دیا کہ راتوں کو خفیہ راستوں سے سفر کریں اور دن میں پناہ گاہوں میں سو جائیں۔ اور دشمن کے سروں پر اچانک بجلی کی طرح گر پڑیں تاکہ دشمن کو دوسرے قبیلوں سے مدد لینے کی فرصت نہ مل سکے۔ ابو سلمہ، حضرت کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے اور مدینہ سے ۳۲۰ کیلومیٹر کی دوری پر مقام "قطن" کے اطراف میں پہونچے وہاں ان کو پتہ چلا کہ دشمن ڈر کے مارے بھاگ گئے ابو سلمہ نے اونٹوں اور بھیڑوں کے ایک باقی ماندہ گلہ کو جمع کیا اور بہت زیادہ مال غنیمت لیکر مدینہ پلٹ آئے۔ احد کے بعد اس کامیابی کا یہودیوں اور منافقین پر مثبت اثر ہوا دشمن کے اوپر منہ توڑ حملہ کرنے والے اور ہم

پیمان قبیلہ کے لئے دفاعی تکیہ گاہ کے عنوان سے لشکر اسلامی دوبارہ نمایاں ہوا۔ طبقات ابن سعد ج۲ص ۳۴

سریہ عبداللہ بن انیس انصاری

تاریخ، دوشنبہ ۵ محرم سنہ ۴ ہجری قمری کو

رسول خدا کو خبر ملی کہ "سفیان بن خالد" نے مقام "عرنہ" میں جانبازان اسلام سے لڑنے کے لئے کچھ لشکر آمادہ کر رکھا ہے۔ رسول خدا نے اس جنگی سازش کو ناکام بنانے کے لئے عبداللہ بن انیس کو حکم دیا کہ عرنہ جائیں اور اس کو قتل کر دیں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بعد میں نے تلوار سنبھالی اور چل پڑا۔ یہاں تک عصر کے وقت اس کے قریب پہونچ گیا۔ جب اس کے نزدیک گیا تو اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ "قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی ہوں، میں نے سنا ہے تم مسلمانوں سے جنگ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہو، میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ اس طرح ہم اس کے ساتھ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بالکل تنہا ہو گیا اور ہم نے اس پر مکمل طور پر دسترس حال کرلی تو ہم نے تلوار سے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا جب رسول خدا کے پاس پہونچے تو انہوں نے فرمایا کہ "ہمیشہ سرخ رو اور سر بلند رہو" طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۵۱

رجیع کا واقعہ

ماہ صفر سنہ ۴ ہجری قمری

پیغمبر اکرم دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے اور امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے جنگی دستوں کو بھیجنے کے ساتھ ساتھ مناسب موقع سے ثقافتی اور تبلیغاتی دستے بھی ان قبائل کی طرف بھیجتے رہتے تھے جو لاتعلق تھے۔ تا کہ اسلام کے معارف کی نشر و اشاعت ہو سکے اور کبھی خود قبائل کی درخواست پر بھی مبلغ بھیجے جاتے تھے۔

رجیع کا واقعہ احد کے بعد اس طرح پیش آیا کہ قبیلہ "عضل" اور "قارہ" کا ایک وفد رسول خدا کے پاس پہونچا اور آپ سے کہا کہ ہمارے قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اپنے اصحاب کی ایک جماعت آپ ہمارے یہاں بھیج دیں تا کہ وہ ہم کو قرآن اور احکام اسلام سکھائیں۔

رسول خدا نے فریضۂ الہیٰ کے بموجب چھ افراد کو ان کے ساتھ بھیجا اور مرثد بن ابی مرثد غنوی کو اس جماعت کا قائد معین فرمایا۔ مبلغین اسلام احکام الہیٰ پہونچانے کے لئے ان دونوں قبیلوں کی طرف روانہ ہوئے کہ انکے ایک ہاتھ میں اسلحہ اور دوسرے میں قرآن کے نوشتے اور سینہ میں علوم الہیٰ اور عشق خدا تھا۔ مکہ سے ۷۰ کیلو میٹر شمال کی جانب جب چشمہ رجیع پر پہونچے تو دونوں قبیلوں نے اپنا پیمان توڑ دیا اور ھذیل کی مدد سے ان پر حملہ کر دیا۔

معلمین قرآن نے اپنا دفاع کیا لیکن حملہ آوروں نے کہا کہ ..ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ ہم تم کو قریش کے ہاتھوں زندہ بیچ دیں گے اور اس کے مقابل ان سے کچھ چیزیں حاصل کریں گے۔ تین مبلغین نے کسی بھی طرح اپنے کو ان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور نہایت بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دوسرے تین افراد زید، خبیب اور عبداللہ نے اپنے کو ان کے حوالہ کر دیا۔ حملہ آور تینوں کو مکہ کی طرف لے گئے تا کہ ان کو قریش کے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ ابھی آدھے راستہ ہی پہونچے تھے کہ عبداللہ نے تلوار پر قبضہ کر کے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے دوسرے دو اسیروں کو مکہ کے بڑے لوگوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ زید کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے خریدا تا کہ وہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے خون کے انتقام میں قتل کر دے۔ اور خبیب کو عقبہ بن حارث نے آٹھ مثقال سونے کے عوض خریدا تا کہ وہ ان کو اپنے باپ کے انتقام میں دار پر چڑھا دے جو بدر میں مارا گیا تھا۔

زید کی حیات کے آخری لمہ میں، ابوسفیان آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد قتل ہو جائیں؟ زید نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ محمد کے پیر میں ایک کانٹا بھی چبھے یا ان کو کوئی آزار پہونچائے اور میں صحیح و سالم بچ جاؤں۔

ابوسفیان نے کہا کہ.. میں نے ابھی تک محمد جیسا کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب میں اس طرح کی محبوبیت رکھتا ہو.

خبیب نے بھی چند دنوں تک زندان میں رہ کر شہادت پائی. شہادت کے وقت انہوں نے اجازت مانگی تا کہ دو رکعت نماز ادا کرلیں. اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ. خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر گیا تو میں اور زیادہ نمازیں پڑھتا. پھر آسمان کی جانب رخ کرکے دعا کی. تختہ دار پر لٹکانے کے بعد ان کے سامنے کافروں نے یہ پیش کش رکھی کہ اسلام کو چھوڑ دیں. انہوں نے جواب میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دی اور کہا کہ. خدا کی قسم روئے زمین کی ساری چیزیں مجھے دے کر اگر یہ کہا جائے کہ اسلام چھوڑ دو. تو بھی میں اسلام نہیں چھوڑوں گا.

اس مجاہد اور شہید کا پاکیزہ جسم ایک مدت تک تختہ دار پر لٹکا رہا' آخر کار خفیہ طور پر کسی نے اتارا اور دفن کردیا. تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۳۰ و ص ۵۴۲

بئر معونہ کا واقعہ

صفر سنہ ۴ ہجری میں مدینہ میں کچھ نوجوان رسول خدا سے قرآنی و اسلامی علوم کا درس لیتے اور مسجد میں دینی بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے تھے. قرآن مجید سے ان کی واقفیت اتنی تھی کہ وہ مبلغ اسلام ہوسکتے تھے.

ایک دن قبیلۂ بنی عامر کا ابوبراء نامی ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ. اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ افراد کو نجد کی سر زمین پر بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعوت قبول کریں گے. آن حضرت نے فرمایا کہ.. میں نجد والوں سے اپنے اصحاب کے بارے میں ڈرتا ہوں. ابوبراء نے کہا کہ میں ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں وہ لوگ میری پناہ میں رہیں گے. رسول خدا نے اسلام سے آشنائی رکھنے والے چالیس (۲) معلمین قرآن کو منذر بن عمرو

کی سرکردگی میں ایک رہنما کے ساتھ سرزمین نجد کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہاں اسلامی حقائق کی تبلیغ کریں۔

جب یہ لوگ بئر معونہ پہونچے تو اس جماعت کے ایک شخص نے رسول خدا کا خط قبیلہ بنی عامر کے سردار کے سامنے پیش کیا۔ سردار قبیلہ نے رسول خدا کا خط پڑھے بغیر نامہ بر کو قتل کر دیا اور بنی عامر سے اس نامہ بر کے ساتھ آنے والوں کو قتل کرنے کے سلسلے میں مدد مانگی انہوں نے کہا کہ ہم ابوبراء کے امان کو نہیں توڑیں گے۔ اس نے فوراً قبائل بنی سلیم سے اس سلسلے میں نصرت چاہی انہوں نے ایک دستہ ان مبلغین اسلام سے مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔ ان چالیس افراد نے مردانہ وار ان کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص عمرو بن امیہ نامی، مجروح ہو گئے اور اس معرکہ کے بعد وہ کسی طرح مدینہ پہونچے۔

انہوں نے راستہ میں قبیلہ عامر کے دو افراد کو دیکھا اور اپنے شہید دوستوں کے انتقام میں ان دونوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ مدینہ پہونچے اور انہوں نے ان مبلغین کی شہادت کے واقعہ کو رسول خدا سے نقل کیا تو آپ بہت غمگین ہوئے اور ان مجرمین پر نفرین کی۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۳

سریہ عمرو بن امیہ

حادثہ رجیع کے بعد رسول خدا نے اس دردانگیز حادثہ میں شہید ہونے والے شہیدوں کے خون کا انتقام لینے اور جرائم کا ارتکاب کرنے والے ان اصلی مجرموں کو کیفر کردار تک پہونچانے کے لئے عمرو بن امیہ ضمری کو ایک آدمی کے ساتھ مامور کیا کہ وہ مکہ جاکر ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ وہ لوگ مکہ پہونچے اور رات کے وقت شہر میں داخل ہوئے لیکن مکہ والوں میں سے ایک شخص نے انہیں پہچان لیا، مجبوراً ان لوگوں نے شہر سے باہر نکل کر ایک غار میں پناہ لی اور واپسی میں انہوں نے دو قریش کے نمک خوار اور ایک جاسوس کو گرفتار کیا اور انہیں مدینہ لے آئے۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۴۲

غزوۂ بنی نضیر

تاریخ۔ ربیع الاول سنہ ۴ ہجری

مدینہ واپسی کے وقت واقعۂ بئر معونہ میں بچ جانے والے شخص عمرو بن امیہ کے ہاتھوں بنی عامر کے دو آدمیوں کے قتل نے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی کیونکہ اس نے غلطی سے بے قصور افراد کو قتل کر دیا تھا۔ جو عہد و پیمان بنی عامر نے رسول خدا سے کیا تھا اس کے مطابق مسلمانوں کو ان مقتولین کا خون بہا ادا کرنا چاہیئے تھا۔ ایک طرف بنی نضیر کے یہودی مسلمانوں کے ہم پیمان تھے اور بنی عامر سے بھی معاہدہ رکھتے تھے۔ لہذا اپنے پیمان کے مفاد کے مطابق ان لوگوں کو بھی خون بہا ادا کرنے میں مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیئے۔

بئر معونہ اور رجیع کے منحوس واقعہ کے بعد، جو کہ چند دنوں پہلے پیش آیا تھا۔ یہودی منافقین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگے تھے اور کہتے تھے کہ۔۔ جو پیغمبر خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے وہ شکست نہیں کھاتا۔ یہ لوگ ہر آن شورش برپا کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

اب بنی نضیر کے یہودیوں کی بری نیتوں سے خداوند عالم کے آگاہ کرنے کا بہترین وقت آگیا تھا۔ بنی نضیر سے رسول خدا عہد و پیمان کے مطابق مقتولین کی دیت ادا کرنے میں مدد طلب کرنے کے لئے اپنے چند اصحاب کے ساتھ بنی نضیر کے قلعہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ظاہراً تو رسول خدا کی پیش کش کا استقبال کیا لیکن خفیہ طور پر انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور یہ ارادہ کرلیا کہ مناسب موقع ہاتھ آیا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور پیغمبر کی شمع حیات کو گل کردیں۔

آنحضرت ایک گھر کی دیوار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے "عمرو" نامی ایک شخص کو بھیجا کہ وہ کوٹھے سے ایک پتھر آپ کے سر اقدس پر گرادے فرشتہ وحی نے رسول خدا کو آگاہ کر دیا۔ آپ اسی حالت میں جس حالت میں ان کے مشکوک افراد کی رفت و آمد کا نظارہ فرمارہے تھے،

اطمینان سے ان کے درمیان سے اٹھے اور اکیلے ہی مدینہ کی طرف چل دیئے۔ آنحضرت کے اصحاب جو آپ کی تاخیر سے پریشان ہو گئے تھے مدینہ لوٹ آئے۔ رسول خدا نے محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور ان لوگوں سے کہلوایا کہ مدینہ کو دس دن کے اندر چھوڑ دیں جب بنی نضیر کے سر بر آوردہ افراد نے اس پیغام کو سنا تو ان کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر آدمی اپنا نظریہ پیش کرنے لگا وہ لوگ مدینہ سے نکلنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ عبداللہ ابن ابی نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ یہیں ٹھہر و اور اپنا دفاع کرو میں دو ہزار افراد کو تمہاری مدد کے لئے بھیجتا ہوں اور بنی قریظہ کے یہودی بھی ہمارا تعاون کریں گے۔

منافقین کے لیڈر کے پیغام نے یہودیوں کو ہٹ دھرمی پر باقی رہنے اور اپنا دفاع کرنے کے ارادہ میں اور پکا بنا دیا اور ان کی تشویق ہوئی۔ لہذا قبیلہ بنی نضیر کے سردار "حیی بن اخطب" نے رسول خدا کے پاس پیغام بھیجا کہ ۔ ہم جانے والے نہیں ہیں آپ کو جو کرنا ہو کر لیجئے۔ رسول خدا نے ان تک کسی طرح کی مدد اور قوت پہونچنے سے پہلے ہی بنی نضیر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا چھ دن محاصرہ میں یہودیوں کا قلعہ کے باہر سے ہر طرح کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ آخر کار ان لوگوں نے منافقین اور بنی قریظہ کی کمک سے مایوس ہو کر مجبوراً اپنے آپ کو لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا۔ رسول خدا نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ اپنے منقولہ اموال میں سے جتنا وہ چاہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔

حریص یہودی جو بھی لے جا سکتے تھے انہوں نے اپنے اونٹوں پر لادا یہاں تک کہ گھر کے دروازوں کو چوکھٹ بازو کے ساتھ ساتھ اکھاڑ کر اونٹ پر لاد لیا۔ ان میں سے کچھ لوگ خیبر کی طرف اور کچھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دو ان میں سے مسلمان بھی ہوئے۔ یہودیوں کے غیر منقول اموال اور قابل کاشت زمینیں پیغمبر کے ہاتھ آئیں۔ آپ نے انصار کو بلایا ان کی سچی خدمتوں اور ایثار و قربانیوں کو سراہا اور فرمایا کہ .. مہاجرین تمہارے گھروں میں تمہارے مہمان ہیں ان کی رہائش کا بار تم اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہو۔ اگر تم راضی ہو تو بنی نضیر کے مال غنیمت کو میں مہاجرین کے

درمیان تقسیم کردوں وہ لوگ بھی تمہارا گھر خالی کردیں؟"سعد بن معاذ"اور "سعد بن عبادہ" قبیلہ اوس و خزرج" کے دونوں سرداروں نے جواب دیا۔ اے رسول اللہ ۔ مال غنیمت کو ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان بانٹ دیجئے اور وہ بدستور ہمارے گھروں میں مہمان رہیں۔ رسول اللہ نے بنی نضیر کے تمام اموال اور قابل کاشت زمینوں کو مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیااور انصار میں سے صرف دوافراد یعنی "سہل بن حنیف اور ابودجانہ" کو جو کہ بہت زیادہ تہی دست تھے، کچھ حصہ عنایت فرمایا۔ بنی نضیر کے یہودیوں کی پیمان شکنی کے بارے میں خاص کر سورہء "حشر" نازل ہوا۔ سیرت ابن ہشام

دہشت گردی کا انتقام

بنی نضیر کے واقعہ کے بعد "یامین بن عمیر" جو یہودی سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس سے رسول خدا نے کہا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارا چچا زاد بھائی میرے بارے میں کیا ارادہ رکھتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ میرا خاتمہ کردے؟ یامین نے ایک شخص کو دس دینار دیئے اور اس سے کہا کہ عمرو بن حجاش (وہی یہودی جس نے رسول خدا کے سر پر پتھر گرانے کا ارادہ کیا تھا) کو قتل کردے وہ شخص گیا اور اس نے اس ذلیل یہودی کو اس کی سزا تک پہونچادیا۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۰۳

غزوہ بدر موعد

یکم ذیقعدہ سنہ ۴ ہجری قمری کو

جنگ احد ختم ہوجانے کے بعد ابوسفیان نے جو کامیابی سے سرمست تھا۔ مسلمانوں کو دھمکایا کہ وہ آئندہ سال بدر میں ان سے مقابلہ کرے گا۔ ایک سال گزر چکا تھا اور مسلمان مختلف جنگوں میں کچھ نئی کامیابیاں حاصل کر چکے تھے اور ابوسفیان جو ڈر رہا تھا کہ کہیں کوئی جنگ نہ چھڑ جائے اور شکست سے دوچار ہونا پڑے۔ بدر تک پہونچنے کے لئے وہ ایک بہانہ تراش رہا تھا اور چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو منصرف کردے۔ ابوسفیان نے اس ہدف تک پہونچنے کے لئے ایک سیاسی چال چلی۔

نعیم نامی ایک شخص کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ مدینہ جائے اور افواہیں پھیلائے تا کہ لشکر اسلام کے حوصلے پست ہوجائیں۔ ابوسفیان کے فرستادہ نے مدینہ پہونچنے کے بعد اپنی نفسیاتی جنگ کا آغاز کر دیا موقع کی تلاش میں رہنے والے منافقین نے اس کی افواہوں کو پھیلانے میں مدد کی اور لشکر ابوسفیان کے عظیم حملہ کی جھوٹی خبر نہایت آب و تاب کے ساتھ لوگوں کے سامنے بار بار بیان کرنے لگے۔ لیکن اس نفسیاتی جنگ نے رسول خدا اور ان کے باوفا اصحاب کے دل پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں کیا۔ رسول خدا نے اس جماعت کے مقابل جو ذرا ہچکچاہٹ کا اظہار کر رہی تھی، فرمایا اگر کوئی میرے ساتھ نہیں جائے گا تو میں تنہا جاؤں گا۔ پھر رسول خدا نے پرچم اسلام علی کے سپرد کیا اور پندرہ سو افراد کے ساتھ مدینہ سے ۱۶۰ کیلومیٹر، بدر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس حالت میں کہ آپ کے ساتھ صرف دس گھوڑے تھے۔

اپنی سازش کی ناکامی اور مسلمانوں کی آمادگی کی خبر سنکر ابوسفیان بھی دو ہزار افراد کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا لیکن مقام "عسفان" میں خشک سالی اور قحط کو بہانہ بنا کر خوف و وحشت کے ساتھ مکہ لوٹ گیا۔

مسلمان جو بدر میں ابوسفیان کے انتظار میں وقت گزار رہے تھے۔ مقام بدر میں سیزن کے زمانہ میں انہوں نے اپنا تجارتی سامان فروخت کر دیا اور ہر دینار پر ان کو ایک دینار نفع ملا اور یہ لوگ سولہ دنوں کے بعد مدینہ پلٹ آئے۔

اس طرح سے کفار قریش کے دل میں خوف و وحشت کی لہر دوڑ گئی اور بدر کی شکست کے آثار محو ہو گئے۔ اس لئے کہ قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی تھی کہ اسلام کا لشکر اب شکست کھانے والا نہیں ہے۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۲۰

سنہ ۴ ہجری میں رونما ہونے والے دوسرے واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔۔ ۳ شعبان کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۸۹

۲۔۔ حضرت علی (ع) کی والدہ گرامی جناب فاطمہ بنت اسد کی وفات، کہ جن کے مادری حق کا بار

رسول خدا پر تھا۔

۳-۔ پیغمبر کی ایک بیوی زینب بنت خزیمہ کا انتقال۔

۴-۔ رسول خدا کا جناب ام سلمہ، ہند بنت ابی امیہ سے نکاح، جو رسول خدا کی بیویوں میں ایک پارسا اور عقل و دانش سے مالا مال بیوی تھیں، شیعہ اور سنی دونوں نے ان سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں۔

غزوۂ ذات الرقاع

بتاریخ، چہار شنبہ دسویں محرم سنہ ۵ ہجری کو

غزوہ بنی نضیر کے بعد رسول کو خدا یہ خبر ملی کہ قبیلہ غطفان یعنی بنی ثعلبۃ اور بنی محارب نے مسلمانوں سے جنگ کے لئے کچھ لشکر جمع کر رکھا ہے۔ رسول خدا نے اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے مدینہ میں جناب ابوذر کو اپنا جانشین بنایا اور خود چار سو کا لشکر لیکر نجد کی طرف روانہ ہوئے، آپ دشمن کے عظیم لشکر کے روبرو ہوئے مگر دشمن کو خوف و دہشت نے گھیر لیا اور کسی طرح کے ٹکراؤ سے پہلے ہی متفرق ہو گئے۔

اس سفر میں اس اضطراری حالت میں چونکہ دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لئے رسول خدا نے لشکر اسلام کے ساتھ نماز خوف ادا کی۔ پیغمبر کے سفر کی کل مدت ۱۵ روز تھی۔ سیرت ہشام ج ۲ ص ۲۱۳

غزوۂ دومۃ الجندل

روانگی یکشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۵ ہجری

مدینہ میں واپسی ۲۰ ربیع الثانی،

مخبروں نے رسول خدا کو خبر دی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں اور مسافروں کا راستہ روکنے کے علاوہ ان پر ظلم و ستم بھی ڈھا رہے ہیں ان کا قصد یہ ہے کہ مدینہ پر حملہ کر دیں۔ رسول خدا نے سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں اپنا جانشین معین فرمایا اور ہزار آدمیوں کے لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے۔

آنحضرت کے سپاہی راتوں کو راستہ طے کرتے اور دن کو دروں میں چھپ کر آرام کرتے

تھے۔ دشمن کو لشکر اسلام کی روانگی کا پتہ چل گیا۔ اوران پر ایسا رعب طاری ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اوراس علاقہ سے دشمن تیزی سے بھاگ گئے۔

رسول خدا اس علاقہ میں قیام پذیر رہے اور آپ نے مختلف دستوں کو اطراف و جوانب میں بھیجا، تا کہ خبر ملنے پر دشمنوں کی سازشوں کو نا کام بنادیں۔ آپ ۲۵ روز کے بعد مدینہ پلٹ آئے۔ لوٹتے وقت فراز نامی شخص سے، جس کا قبیلہ قحط سے متاثر ہوا تھا، آپ نے معاہدہ کیا اور ان کو اجازت دی کہ وہ مدینہ کے اطراف کی چراگاہوں سے استفادہ کریں۔

اس غزوہ کی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ سے دور دراز کے علاقوں تک جادہ پیمائی اورخشک و ہولناک صحراؤں سے عبور کرنے میں مسلمانوں کی طاقت کا مظاہرہ ہوا اور دوسری طرف اسلام مشرقی روم کی سرحدوں تک نفوذ کر گیا اور یہ فوجی تحریک رومیوں کی تحقیر کا موجب بنی۔ مسعودی کی تحریر کے مطابق، تاریخ اسلام میں روم کی بڑی طاقت کے ہاتھوں کی کھلونا حکومت کے ساتھ فوجی مقابلہ کے لئے یہ پہلا قدم تھا۔ التنبیہ والاشراف ص ۲۱۵

غزوۂ خندق (احزاب)

تقریباً ۲۳ شوال سنہ ۵ ہجری

بنی نضیر کے یہودی جنھوں نے اپنی کینہ توزی اور انتقام کے خیال سے مدینہ کو چھوڑا تھا، وہ خاموشی سے بیٹھ گئے، جب یہ لوگ خیبر پہونچے تو ان کے سردار حی بن اخطب اور کنانہ بن ابی الحقیق ابو عامر فاسق اور ایک دوسری جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے قریش اور ان کے تابعین کو رسول خدا سے جنگ کی دعوت دی، انہوں نے قریش سے کہا کہ محمد کی طرف سے تمہارے لئے بہت بڑا خطرہ ہے اگر فوراً انہوں نے پسپا کر دینے والے لشکر کی تیاری نہیں کی تو محمد ہر جگہ اور ہر شخص پر غالب آجائیں گے۔

ایک طرف بدر موعد میں قریش کی شکست و سرنگونی اور جنگی قرار داد کے مطابق لشکر اسلام

کے خوف سے انکا حاضر نہ ہونا اور لشکر اسلام کی پے درپے کامیابی نے قریش کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ بڑھتی ہوئی جنگی طاقت کے پیش نظر بنیادی طور پر اسلامی تحریک کی سر کوبی کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس وجہ سے قریش خود اس بات کی فکر میں تھے کہ وہ ایک عظیم لشکر فراہم کریں اور اب بہترین موقع آن پہونچا تھا۔ اس لئے کہ یہودیوں نے اعلان کر دیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ محمد کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں گے اس وجہ سے قریش کے سرداروں کے ساتھ کعبہ میں گئے اور وہاں انہوں نے قسم کھائی کہ ایک دوسرے کو بے سہارا نہیں چھوڑیں گے اور پیغمبر سے مقابلہ کے لئے آخری فرد کی زندگی تک ایک دل اور ایک زبان ہو کر ڈٹے رہیں گے۔

قریش نے یہودیوں کے سر برآوردہ افراد سے پوچھا کہ تم قدیم کتاب کے جاننے والے اور عالم دین ہو تم فیصلہ کرو کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد کا؟ یہودیوں کے نیر نگ باز سرداروں نے جواب دیا کہ.. تمہارا دین بہتر ہے اور تم حق پر ہو۔

یہ یہودی توحید پر اپنے ایمان کے باوجود ایسی بات کہہ کر سخت گناہ کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے اپنی سیاہ تاریخ میں ننگ و عار والے ایک بڑے دھبہ کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح کہ ایک یہودی مصنف ڈاکٹر اسرائیل اپنی کتاب "تاریخ یہودیان عربستان" میں لکھتا ہے کہ.. ہر گز یہ بات مناسب نہیں تھی کہ یہودی ایسی خطا کے مرتکب ہوتے ولو قریش ان کی خواہش کو رد کر دیتے' اس کے علاوہ ہر گز یہ بات صحیح نہیں تھی کہ ملت یہود بت پرستی کے پاس پناہ لیتی اس لئے کہ یہ روش توریت کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ حیات محمد ڈاکٹر ہیکل ص ۲۹۷

قرآن اس اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب سے کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ کس طرح بتوں اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافرین و مشرکین سے کہتے ہیں کہ تمہارا راستہ مومنین کی بہ نسبت حقیقت سے زیادہ نزدیک ہے۔

یہودی سرداروں سے مشرکین مدد کا وعدہ کر لینے اور روانگی کی تاریخ معین کر لینے کے بعد یہودیوں نے بھی ان سے وعدہ کیا کہ بنی قریظہ کے یہودیوں کو جو اس وقت ساکن مدینہ تھے' مدد

کے لئے بلائیں گے۔ اور لوگوں کو پیمان شکنی اور جنگ پر آمادہ کرنے کے بعد وہ لوگ قبیلہ غطفان کی طرف روانہ ہوئے، قبیلہ غطفان کے افراد نے ان کی ہمراہی کے علاوہ اپنے ہم عہد قبیلہ بنی سلیم کو مدد کے لئے بلایا۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۶۶

یہودیوں کی تحریک پر، تحریک اسلامی کی مخالفت میں یہ بہت بڑا متحدہ محاذ تیار ہو گیا اور مختلف جماعتوں اور گروہوں کے لوگ چاہے وہ مشرکین ہوں، مستکبرین ہوں، یہود و منافقین ہوں۔ مدینہ سے فرار کرنے والے ہوں، قریش کے مختلف قبائل کے افراد ہوں یا بنی سلیم بنی غطفان، بنی اسد، سب نے آپس میں ملکر اسلام کے خلاف جنگ لڑنے کو تدارک کا راستہ سمجھا تا کہ نور خدا کو خاموش کر دیں۔ جنگی اخراجات اور لازمی اسلحہ کی فراہمی یہود کی طرف سے تھی۔

لشکر احزاب کی مدینہ کی طرف روانگی

مختلف قبیلوں اور گروہوں سے اس جنگی عہد و پیمان میں شرکت کرنے والے افراد کی مجموعی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی اور لشکر کی کمان ابوسفیان کے ہاتھوں میں تھی۔

مختلف گروہ کے جنگجو افراد اسلحہ سے لیس روانگی کے لئے تیار تھے۔ اس زمانہ کے جنگی ایمونیشن اور ساز و سامان سے لیس اتنا بڑا لشکر سر زمین حجاز نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ماہ شوال سنہ ۵ ہجری میں ابوسفیان نے احزاب کے سپاہیوں کو تین الگ الگ دستوں میں یثرب کی جانب روانہ کیا۔

لشکر کی روانگی سے رسول خدا کی آگاہی

جب یہ لشکر مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا تو قبیلہ خزاعہ کے چند سوار نہایت سرعت کے ساتھ پیغمبر کے پاس پہونچے اور سپاہ احزاب کی روانگی کی خبر دی۔

رسول خدا نے آمادگی اور لشکر کی جمع آوری کے اعلان کے ساتھ جنگی ٹیکنیک اور دفاعی

طریقۂ کار کی تعیین کے لئے آپ نے اصحاب سے مشورہ فرمایا۔ اس جنگی مشورہ میں یہ بات پیش ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان سے جنگ کی جائے یا مدینہ کے اندر موجود رہیں اور شہر کو ایک طرح سے محصور بنا دیں؟ سلمان فارسی نے کہا، اے اللہ کے رسول جب ہم ایران میں تھے تو اس وقت اگر دشمن کے شہ سواروں کے حملہ کا خطرہ ہوتا تھا تو ہم شہر کے چاروں طرف خندق کھود دیتے تھے۔ دفاع کے لئے جو مجلس مشاورت منعقد ہوئی تھی اس میں سلمان کی رائے کو مان لیا گیا رسول خدا نے سلمان کے نقشہ کے مطابق خندق کھودنے کا حکم دیا۔ مغازی ج ۲ ص ۴۴۴

اس زمانہ میں مدینہ تین طرف سے طبیعی رکاوٹوں جیسے پہاڑوں، نخلستان کے جھنڈ اور نزدیک نزدیک بنے ہوئے گھروں سے گھرا ہوا تھا صرف ایک طرف سے کھلا اور قابل نفوذ تھا۔

رسول خدا نے دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ کے ایک قطعہ ارض کو کھودنے پر مامور کیا۔ جزیرۃ العرب کی گرم اور جھلسا دینے والی ہوا کے بر خلاف مدینہ، صحرا کی طرح سرد اور تکلیف دہ ہے، جس دن خندق کی کھدائی ہو رہی تھی اس دن صبح سویرے جب آفتاب بھی نہیں نکلا تھا، جاڑے کی سخت سردی میں تین ہزار مسلمان، لبوں پر، پر شور نعرہ اور دلوں میں حرارت ایمانی کے جوش و ولولہ کے ساتھ کام میں مشغول ہو گئے اور غروب آفتاب تک کام کرتے رہے رسول خدا بھی تمام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کام میں مشغول تھے۔ پھاؤڑے چلاتے مٹی کو زنبیل میں ڈال کر کاندھوں پر رکھ کر باہر لاتے تھے۔ سلمان نہایت تیزی سے چند آدمیوں کے برابر کام کر رہے تھے۔ مہاجر و انصار ہر ایک نے کہا کہ سلمان ہم میں سے ہیں، لیکن رسول خدا نے فرمایا، سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ سیرت حلبی ج ۳ ص ۳۱۳

خندق کھودتے کھودتے سلمان کے سامنے ایک بہت بڑا سفید پتھر آ گیا۔ خود انہوں نے اور دوسرے افراد نے بھی کافی کوشش کی مگر وہ پتھر اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ رسول خدا کو خبر ہوئی تو آپ خود تشریف لائے اور کلہاڑی سے اس پتھر پر ایک ضرب لگائی، اس ضرب کی وجہ سے ایک بجلی چمکی اور پتھر کا ایک حصہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ پیغمبر نے صدائے تکبیر بلند کی، جب دوسری اور تیسری

بار آپ نے کلہاڑی چلائی تو ہر ضرب سے بجلی چمکی اور پتھر کے ٹکڑے ہونے لگے، رسول خدا ہر بار صدائے تکبیر بلند کرتے رہے، جناب سلمان نے سوال کیا کہ آپ بجلی چمکتے وقت تکبیر کیوں کہتے ہیں؟

رسول خدا نے فرمایا. جب پہلی بار بجلی چمکی تو یمن اور صنعاء کے محلوں کو میں نے کھلتے دیکھا، دوسری مرتبہ بجلی کے چمکنے میں شام و مغرب کے کاخہائے سرخ کو فتح ہوتے دیکھا، اور جب تیسری بار بجلی چمکی تو میں نے دیکھا کہ کاخہائے کسری میری امت کے ہاتھوں مسخر ہو جائیں گے.

مومنین رسول خدا کے کئے ہوئے وعدے سے خوش ہو گئے اور انہوں نے "بشارت بشارت" کی آواز بلند کی. لیکن منافقین نے مذاق اڑایا اور کہا کہ. حالت یہ ہے کہ دشمن ہر طرف سے ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور ہم میں اتنی جرات نہیں ہے کہ ہم اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے باہر نکل سکیں اور محمد کاخہائے ایران و روم کی فتح کی گفتگو کر رہے ہیں. سچ تو ہے کہ یہ باتیں فریب سے زیادہ نہیں ہیں. (معاذاللہ) قرآن منافقین کے بارے میں کہتا ہے. منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری (نفاق) ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدے جو خدا اور اس کے رسول کر رہے ہیں یہ دھوکہ سے زیادہ نہیں ہیں. تاریخ طبری ج۲ ص ۵۶۹

منافقین خندق کھودنے میں مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے مگر ان کی کوشش تھی کہ کسی بہانے سے اپنے کاندھوں کو اس بوجھ سے خالی کر لیں اس طرح وہ اپنے نفاق کو آشکار کر رہے تھے.

خندق کی کھدائی تمام ہوئی اس کا طول ۱۲۰۰۰ ہاتھ تقریباً ۴/۵ کیلومیٹر گہرائی ۵ ہاتھ اور اس کی چوڑائی اتنی تھی کہ ایک سوار گھوڑے کو جست دیکر پار نہیں کرسکتا تھا. آخر میں خندق کے بیچ میں کچھ دروازے بنا دیئے گئے اور ہر دروازہ کی نگہبانی کے لئے ایک قبیلہ معین کر دیا گیا. زبیر بن عوام کو دروازہ کے محافظین کی سرپرستی پر معین کیا گیا. تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۵۰

مسلمانوں نے بھی خندق کے پیچھے اپنے لئے محاذ بنالئے اور شہر کے دفاع کے لئے تیر انداز مکمل آمادگی کے ساتھ موجود تھے.

مدینہ لشکر کفار کے محاصرے میں

کفر کا حملہ آور لشکر ابوسفیان کی سر کردگی میں خندق کھدجانے کے چھ دن بعد سیلاب کی طرح مدینہ پہونچ گیا۔ انہوں نے شہر کے چاروں طرف اور اپنے آگے ایک بڑی خندق دیکھی تو مسلمانوں کی اس دفاعی ٹیکنیک پر ان کو تعجب ہوا۔ جنگی دیدہ وروں نے کہا۔ یہ فوجی ٹیکنیک محمد نے ایرانیوں سے سیکھی ہے اس لئے کہ عرب اس ڈھنگ سے واقف نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے مجبوراً اپنے خیمے خندق کے سامنے لگالئے۔ دشمن کے لشکر کے خیموں سے سارا بیابان سیاہ ہو گیا۔ لشکر اسلام نے بھی خندق کے اس طرف خیمے لگالئے اور دشمن سے مقابلے اور ان کے حملے سے بچنے کے لئے تیار ہو گئے۔

بنی قریظہ کی عہد شکنی

لشکر احزاب اور اس کے کماندار ابوسفیان جن کے سروں میں مسلمانوں پر برق رفتاری سے کامیابی حاصل کرنے کا سودا سمایا ہوا تھا، خندق جیسی بڑی رکاوٹ کے سامنے آجانے سے اب راستہ کی تلاش میں لگ گئے تاکہ لشکر کو خندق کے پار پہونچا سکیں۔

حی بن اخطب یہودی جو قبیلۂ بنی نضیر کا شہر بدر کیا ہوا سردار اور جنگ کی آگ بھڑکانے کا اصلی ذمہ دار تھا۔ خندق کی موجودگی سے سپاہ احزاب کے حملہ کا ناکام ہوتے ہوئے دیکھ کر سب سے زیادہ خوف زدہ تھا، وہ کوشش کر رہا تھا کہ جلد سے جلد احزاب کی کامیابی کا کوئی راستہ مل جائے۔ اس نے مدینہ کے اندر سے محاذ کھولنے کا ارادہ کیا۔ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بنی قریظہ کے وہ یہودی جو مدینہ میں مقیم تھے، بہترین وسیلہ تھے۔ اس نے رئیس قبیلہ سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا، قلعہ بنی قریظہ کی طرف گیا اور قلعہ کے بند دروازوں کے پیچھے سے گفتگو کی، لیکن قبیلہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے جواب دیا کہ ہم نے محمد سے عہد و پیمان کیا ہے اور ہم یہ

معاہدہ نہیں توڑ سکتے اس لئے کہ سوائے سچائی اور وفاداری کے ان سے ہم نے اور کچھ نہیں دیکھا ہے.

حی، کعب کے احساسات کو بھڑکانے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے اپنے لئے قلعہ کا دروازہ کھلوالیا. قلعہ میں داخل ہوا اور بنی قریظہ کے بزرگ افراد کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ رسول خدا سے کئے ہوئے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیں اور اپنی فوجیں نیز دوسرے سامان حملہ آوروں کو دیدیں.

رسول خدا کو جب بنی قریظہ کے یہودیوں کی پیمان شکنی کی خبر ملی تو آپ نے قبیلہء اوس و خزرج کے دو بزرگ افراد سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو مزید تحقیقات کے لئے قلعہ بنی قریظہ روانہ کیا. وہ لوگ اس بات پر مامور تھے کہ اگر یہ رپورٹ صحیح ہو تو خفیہ طور پر اس نتیجہ کی اطلاع رسول خدا کو دیں. انہوں نے واپسی پر خفیہ کوڈ (عضل) و (قارہ) کے الفاظ کے ساتھ یہودیوں کی پیمان شکنی کی خبر آنحضرت کو دی. مغازی ج ۲ ص ۴۵۴

اضطراری حالت

اسلامی تحریک ایک حساس موڑ پر تھی ایک طرف دس ہزار دشمن کی فوج اسلحوں سے لیس شہر کے سامنے خیمہ زن اور ہر لحظہ اس بات کا امکان کہ خندق کو پار کرکے دشمن کہیں شہر میں کشت و خون کا بازار نہ گرم کردے. اور دوسری طرف قبیلہء بنی قریظہ کے خائن یہودی پیمان شکنی کرکے مسلمانوں کی پیٹھ میں پیچھے سے خنجر بھونکنے کے لئے آمادہ، نہتے مسلمان بچوں اور عورتوں پر شہر میں یہودیوں کے حملہ کا اندیشہ، کفار کے لشکر کا خندق عبور کر لینے کے خطرہ سے زیادہ تھا.

اس ہنگامہ میں منافقین، شیطانی قہقہوں، طعنوں اور اشارے و کنائے سے مسلمانوں کے زخم پر نمک پاشی، لوگوں کو دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی تشویق. اپنے گھروں کے دفاع کا سامان نہ ہونے کا بہانہ بنا کر فرار کا قصد اور اپنی دفاعی جگہوں کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر رہے تھے. قرآن اس سلسلہ میں کہتا ہے کہ..

"جب ایک گروہ (منافقین اور سیاہ قلب افراد) نے کہا کہ اے.

یثرب کے لوگو۔اب سرزمین یثرب تمہارے رہنے کی جگہ نہیں لہذا پلٹ جاؤ' اور ان میں سے ایک گروہ رسول خدا سے اجازت مانگ رہا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں' دفاع کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ایسی صورت میں ان کا ارادہ و مقصد فرار کے سوااور کچھ نہیں۔ احزاب : ۱۳

لیکن خدا و رسول پر ایمان رکھنے والے جاں باز نہ صرف یہ کہ ایسے طوفانوں سے لرزاں نہیں ہوئے بلکہ اور زیادہ مستحکم ہو گئے۔ قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے۔

(جب مسلمانوں نے احزاب کے لشکر کو دیکھا تو کہا کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا ہے اور اس واقعہ نے ان کے ایمان و تسلیم کو بڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا

اس حساس موقع پر رسول خدا مسلسل اپنی شعلہ بار تقریروں سے اسلام کے جاں بازوں کے حوصلے بڑھاتے رہے ان کے فرائض کو انہیں یاد دلاتے رہے اور فرماتے تھے۔اگر تم صبر سے کام لوگے اور خدا پر بھروسہ کرو گے تو کامیاب رہو گے۔ اور ان لوگوں کو خدااور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

ایسی حالت میں جاں بازان اسلام اپنے محاذ کی نگہبانی اور تحفظ کی خاطر خندق کے اس طرف بنی قریظہ کے شب خون مارنے کے خطرے کو ناکام بنانے کے لئے ۵۰۰ جاں بازوں کا ایک گشتی دستہ لیکر پوری تیاری کے ساتھ گشت لگاتے رہے اور راتوں کو اپنے نعرہ تکبیر سے دشمن کے دلوں میں خوف و ہراس ڈالتے رہے۔اس طرح غفلت کے عالم میں دشمن کو حملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا اور مدینہ سے حملہ کا خطرہ ٹل گیا۔

ایمان و کفر کا آمنا سامنا

خندق کے اس پار لشکر احزاب بہت دنوں تک یوں ہی پڑا رہا لیکن نہ پیادوں میں سے کوئی خندق عبور کرسکا اور نہ سواروں میں سے۔ آخر کار لشکر شرک میں سے پانچ آدمی ' عمرو بن عبدود' عکرمہ بن ابی جھل' ہبیرہ بن ابی وہب' نوفل بن عبداللہ' ضرار بن خطاب۔ جنگی لباس پہننے کے بعد یہ لوگ

مخصوص غرور و تکبر کے ساتھ اپنے اتحادیوں کے خیمے کے کنارے سے گزرے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ۔۔ آج پتہ چل جائے گا کہ حقیقی بہادر کون ہے؟۔

اس کے بعد انہوں نے ایڑ لگا کر اپنے گھوڑوں کو اس حصہ کی طرف سے اڑایا جو خندق کا کم چوڑا حصہ تھا۔ جانبازوں کا دفاع ان کو نہ روک سکا عمرو بن عبدود نے بلند آواز سے مبارز طلبی کی اور مذاق اڑانے والے لہجہ میں بولا۔ اے بہشت کے دعویدارو۔ کہاں ہو؟ کیا کوئی ہے کہ جسے میں بہشت کو روانہ کردوں یا وہ مجھے جہنم بھیج دے؟۔ وہ اپنی بات کی تکرار کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے کہا۔ میں نے اتنی آواز دی کہ میں تھک گیا اور میری آواز میں گرفتگی آ گئی ہے۔

اس موقع پر پیغمبر نے مسلمانوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا کوئی ہے جو اس کے شر کو ہمارے سروں سے دور کرے؟ علی نے آمادگی کا اعلان کیا۔ رسول خدا نے ان کو اجازت نہیں دی۔ اور اپنی بات پھر آپ نے دہرائی۔ مجاہدین اسلام کے درمیان سکوت کی حکمرانی تھی۔ کسی کے اندر بھی قریش کے بڑے پہلوان سے مقابلہ کی جرات نہ تھی تیسری بار آنحضرت نے پھر فرمایا اور اس موقع پر بھی علی ہی تھے جنہوں نے آمادگی کا اعلان کیا۔

نتیجہ میں پیغمبر نے علی کو اجازت دیدی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا اپنی تلوار ان کو عطا کی۔ جب علی قریش کے اس بہادر سے لڑنے کے لئے چلے تو رسول خدا نے فرمایا۔ اب کل ایمان کل شرک کے مقابل ہے۔

اس زمانہ کے آئین رزم کے مطابق اسلام و شرک کے دونوں بہادروں نے رجز خوانی کی۔ اس کے بعد تلوار نیام سے باہر نکال کر حملہ آور ہو گئے۔ جنگ کے وقت میدان میں اتنی گرد اڑ رہی تھی کہ دونوں میں سے کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یہاں تک کہ علی کے نعرہء تکبیر کی آواز گونجی، پیغمبر نے فرمایا۔ خدا کی قسم علی نے اس کو قتل کر دیا۔

واقعہ اس قدر برق آسا اور حیرت انگیز تھا کہ عمرو کے ساتھی اس کے قتل کو دیکھنے کے بعد فوراً فرار کر گئے۔ نوفل بن عبد اللہ خندق کو پار کرنے کے لئے کودتے وقت اس میں گر پڑا اور جان

بازان اسلام نے اس پر سنگ باری کر دی، وہ چلانے لگا کہ عرب کا قتل جواں مردی کے ساتھ ہوتا ہے. علی علیہ السلام نہایت سرعت سے خندق میں کود پڑے اور اس کو بھی قتل کر ڈالا.

خندق کے دن علی کی ضربت آئین اسلام کے استقرار کا سبب بنی اس لئے کہ اگر علی، عمرو بن عبدود کو قتل نہ کر دیتے تو لشکر احزاب کی مسلمانوں کے سلسلے میں جرات بڑھ جاتی اور ان میں سے دوسرے افراد بھی خندق کو پار کر کے حیات اسلام کا خاتمہ کر دیتے.

رسول خدا نے اس ضربت کی فضیلت میں فرمایا. روز خندق علی کی ضربت تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے. مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۲

اس کے دوسرے دن خالد بن ولید نے شکست کے جبران کے لئے خندق کے کم چوڑے حصہ کی طرف سے اپنے شہ سواروں کے دستہ کو خندق عبور کرانا چاہا لیکن مجاہدین اسلام کے مردانہ دفاع نے، جو غروب تک جاری رہا، دشمن کے ہر طرح کے ابتکار عمل کی قوت کو سلب کر لیا.

دشمن کی صفوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش

ایک طرف دشمن کے حوصلے بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے اور دوسری طرف مسلمان بھی بہت زیادہ دباؤ محسوس کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں رسول خدا نے کوشش کی کہ دشمن کی صفوں میں اختلاف پیدا ہو جائے اور احزاب کے فوجی اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے' اس غرض سے آپ نے قبائل غطفان کے سربر آوردہ افراد کے پاس پیغام بھیجا کہ۔ کیا تم لوگ اس کام کے لئے تیار ہو کہ مدینہ کے خرمہ کا تیسرا حصہ میں تم کو دیدوں اور تم اپنے خاندان کی طرف پلٹ جاؤ اور دوسرے قبیلوں میں بھی اس بات کی تبلیغ کرو کہ وہ جنگ سے دست بردار ہو جائیں؟۔ ان لوگوں نے مصلحت کے لئے نصف خرمہ کا مطالبہ کیا اور پیغمبر کے پاس مذاکرہ کے لئے حاضر ہو گئے۔ رسول خدا نے کاغذ، قلم اور دوات لانے کا حکم دیا تا کہ ۱/۳ کی قرارداد لکھی جائے۔ اس وقت مدینہ کے سربر آوردہ افراد سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ آ گئے' انھوں نے کہا کہ۔ اے رسول اللہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے یا آپ کا ذاتی نظریہ ہے۔ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ لیکن اگر آپ ہمارا نظریہ جاننا چاہتے ہیں تو ہم ان کو باج (ٹیکس) نہیں دیں گے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جب ہم مشرک تھے تو اس وقت خریدنے یا مہمان بننے کے علاوہ ہمارا خرما ان تک نہیں پہونچتا تھا۔ اب جب ہم اسلام سے سرفراز ہیں تو کیا ان کو ٹیکس ادا کریں۔ ہمارے اور ان کے درمیان تلوار کو فیصلہ کرنا چاہیئے۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۴

غطفان کے قبیلہ کے سربر آوردہ افراد جب خالی ہاتھ واپس جا رہے تھے اس وقت وہ آپ سے باتیں کرتے جا رہے تھے کہ۔۔ ان لوگوں نے جنگ جاری رکھنے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی اختیار ہی ںہیں کیا اور آخری فرد تک اپنے ہدف کے دفاع کے لئے تیار ہے اور ایک ہم ہیں کہ اس سخت سردی اور خشک بیابان میں اپنے اونٹ اور گھوڑوں کو فنا کر رہے ہیں۔

بنی قریظہ اور مشرکین کے درمیان پھوٹ

رسول خدا مشرکین کے ان قبائل کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کررہے تھے جو آپ کے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے تاکہ بنی قریظہ کے یہودیوں کے مشرکین سے تعلقات بگڑ جائیں اور آپ میں ایک دوسرے کو بدظن کرکے ان کے فوجی اتحاد میں تزلزل پیدا کردیں۔ اسی وقت ایک مناسب موقع بھی ہاتھ آگیا۔ دشمن کے محاذ کا ایک آدمی جس کا نام نعیم بن مسعود تھا مسلمان ہوگیا۔ وہ ایک طرف تو بنی قریظہ کے یہودیوں سے اچھے تعلقات رکھتا تھا۔ دوسری طرف مشرکین کے لئے مکمل طور پر قابل اطمینان تھا۔ وہ جس کے دل میں نور ایمان جگمگا رہا تھا، رات کے اندھیرے میں اپنے خیمہ سے باہر نکلا اور پیغمبر کے خیمہ میں پہونچ گیا۔ اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ لیکن میرے قبیلہ والے میرے مسلمان ہونے سے بے خبر ہیں آپ جو حکم فرمائیں میں اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ رسول خدا نے اس سے فرمایا۔ جہاں تک ہوسکے جنگ میں دشمن کے ارادہ کو کمزور بنادو۔ ان کو پراگندہ کردو اس لئے کہ جنگ ایک فریب ہے۔

نعیم بن مسعود محلہ بنی قریظہ میں پہونچا، پہلے یہ ان لوگوں کا ندیم رہ چکا تھا۔ اور کہا کہ۔ اے بنی قریظہ۔ تم اپنے ساتھ میری دوستی اور یکرنگی سے واقف ہو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں اور تمہارے بارے میں بدگمان نہیں ہیں۔

نعیم نے کہا کہ۔ جو بات میں تم سے کہنے جارہا ہوں اس کی شرط یہ ہے کہ تم میرے راز کو چھپا کر رکھوگے۔ اور وہ یہ کہ جنگ دشوار طلب ہے۔ اور قریش و غطفان جنگ میں سست پڑرہے ہیں۔ عمر بن عبدود ان کا پہلوان مارا گیا اور قبیلہ غطفان کے لوگ محمد سے خفیہ طور پر یہ سازباز کررہے ہیں کہ وہ مدینہ کے خرما کا آدھا محصول لے لیں اور اپنی راہ لیں، ایسی صورت میں اگر قریش و غطفان کو موقع ملا تو ممکن ہے فتحیاب ہوجائیں اور اگر ہار گئے تو اپنا بوریہ بستر لے کر اپنے وطن چلے جائیں

گے۔اس صورت میں تم ایسا کام نہیں کر سکتے. تمھارے بال بچے، گھر بار، کھیتی باڑی اور تمھارے نخلستان یہاں ہیں، قریش و غطفان کی شکست کی صورت میں محمد تم سب کا محاصرہ کرلیں گے۔اور تمھاری امانتیں تم کو نہیں دیں گے۔اس لئے تم قریش و غطفان کو ساتھ لے کر جنگ نہ کرو مگر یہ کہ ان کے سربر آوردہ افراد کو یرغمال بنا کر اپنے پاس رکھ لو۔اس طرح ان کو محمد کے ساتھ معاہدہء صلح کرنے کے لئے نہ چھوڑ دو تا کہ وہ تم کو بے سہارا چھوڑ کر اپنے کام میں لگ جائیں۔

بنی قریظہ کے یہودیوں نے کہا کہ تم ہم کو بہت پُر خلوص مشورہ دے رہے ہو۔ہم تمھارا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تمھارے نظریئے کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

نعیم وہاں سے ابوسفیان اور قریش و غطفان کے دوسرے برسر آوردہ افراد کے پاس آیا اور کہا۔ایک بات میں نے سنی ہے جو از راہ خیر خواہی تمہیں بتانا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اس راز کو چھپا کر رکھنا۔

ان لوگوں نے کہا۔

بہت خوب. کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

نعیم نے کہا۔بنی قریظہ محمد کے ساتھ اپنی پیمان شکنی پر پشیمان ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو بھول ان سے ہوئی ہے اس کا جبران کرلیں۔انہوں نے محمد کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم قریش و غطفان کے سرکردہ افراد کو پکڑ کر آپ کے حوالے کردیں گے تاکہ آپ ان کو قتل کردیں اس کے بعد جنگ کے خاتمہ تک باقی افراد کو ختم کرنے کے لئے ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے بھی یہ پیش کش قبول کرلی ہے اب ہوشیار رہنا اگر یہود تم سے ضمانت کے طور پر کچھ افراد مانگیں تو ایک آدمی بھی ان کے حوالہ نہ کرنا۔

ایک طرف احزاب کے سر کردہ افراد نے جو ٹھنڈی راتوں اور یثرب کے بے آب و گیاہ بیابان میں اپنی طاقتوں کو ضائع کر رہے تھے، بنی قریظہ کی طرف اپنے نمائندے بھیجے اور ان سے کہلوایا کہ۔

ہم تمہاری طرح اپنے گھر میں نہیں ہیں ہمارے چوپائے دانہ اور گھاس کی کمی کی بنا پر تلف ہوئے جارہے ہیں، لہذا جنگ کے لئے نکلنے میں جلد سے جلد ہمارے ساتھ تعاون کا اعلان کرو تا کہ مل جل کر مدینہ پر حملہ کردیں اور اس جنگ سے چھٹکارا مل جائے۔

یہودیوں نے جواب دیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آج شنبہ ہے اور ہم ایسے دن میں کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم اپنے اشراف میں سے کسی کو ہمارے حوالہ کردو تا کہ ہم اطمینان کے ساتھ محمد کے ساتھ جنگ کریں۔ اس لئے کہ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تم جنگ سے عاجز آجاؤ گے تو تم محمد کے ساتھ سازباز کرلو گے اور ہم کو بے سہارا چھوڑ دو گے۔ ہم تنہا ان سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے اس طرح کہیں کے نہ رہ جائیں گے۔

جب قریش اور غطفان کے نمائندے واپس آئے اور مذاکرات کے نتیجہ سے آگاہ کیا تو ان لوگوں نے کہا۔ بخدا نعیم ابن مسعود نے سچ کہا تھا۔ لہذا انہوں نے پھر سے پیغام بھیجا کہ ہم ایک آدمی کو بھی تمہارے حوالہ نہیں کریں گے اگر تم واقعی اہل نبرد ہو تو آؤ محمد سے جنگ میں ہماری مدد کرو۔

بنی قریظہ نے بھی اس پیغام کو سننے کے بعد ان کے بارے میں شک کیا اور کہا کہ۔ نعیم سچ کہہ رہا تھا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم کو محمد کے ساتھ الجھادیں اور خود اگر موقع مل جائے تو اس سے فائدہ حاصل کریں ورنہ ہم کو بے سہارا چھوڑ دیں اور اپنے شہر کی طرف واپس پلٹ جائیں۔ پھر ایسی صورت میں محمد سے مقابلہ کی سکت ہم میں نہیں ہے۔۔ بنی قریظہ کے یہودیوں نے قریش اور غطفان کے سرداروں کو پھر سے پیغام دیا کہ جب تک ہم کو کچھ لوگ ضمانت کے طور پر نہ دو گے اس وقت تک ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد سے جنگ نہیں کریں گے۔

دشمن کے درمیان تفرقہ پھیل گیا۔ دل خوف ہراس سے لبریز ہو گئے۔ ایک دوسرے کے بارے میں بد گمانی میں مبتلا ہو گیا اور جنگ جاری رکھنے کی تردید شروع ہو گئی اس طرح خدا نے ان

لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد سے باز رکھا۔ جاڑے کی اس سرد رات میں خدائی مدد لشکر توحید کو مل گئی اور خدا کے اذن سے۔ بہت تیز ہوائیں چلیں اور دشمنوں کے خیموں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا آگ بجھادی ان کی دیگ الٹ گئی اور شدید گرد و غبار نے فضا کو تاریک بنادیا۔ طبری ج ۲ ص ۵۷۸

دشمن کے درمیان لشکر اسلام کا سپاہی

مختلف احزاب کے سرداروں کے درمیان جو اختلاف ہوگیا تھا اس کی اطلاع ملنے کے بعد اسی سردی اور طوفان کے عالم میں رسول خدا نے جناب حذیفہ بن یمان کو معین فرمایا کہ وہ دشمن کے درمیان جا کر ان کے حالات کی اطلاع حاصل کریں۔

جناب حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نکلا اور رات کی تاریکی میں دشمن کے خیموں میں وارد ہوا وہاں میں دیکھا کہ شدید گرد و غبار اڑ رہا ہے اور خدا کے لشکر یعنی (ہوا) نے نہ کوئی دیگ چھوڑی ہے اور نہ کوئی خیمہ باقی رکھا ہے اور نہ آگ جل رہی ہے۔ میں احزاب کے سربر آوردہ افراد کے درمیان پہونچا اور وہیں بیٹھ گیا۔ ابوسفیان کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ہر آدمی اس بات سے ہوشیار رہے کہ اس کے پہلو میں جو بیٹھا ہے وہ کون ہے؟ حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا جو میرے پاس بیٹھا تھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں معاویہ ابن ابی سفیان ہوں۔ جو آدمی میرے بائیں جانب بیٹھا تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں عمرو بن عاص ہوں۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ۔ ہم اس سے زیادہ پائیداری کا مظاہرہ نہیں کر سکتے کہ اس شدید سردی میں یہاں ٹھہریں، ہماری سواریاں، ہمارے گھوڑے کمزور ہو گئے اور ہمارے آدمی بیمار پڑ گئے۔ دوسری طرف یہودیوں نے ہمارے ساتھ خیانت کی اور محمد کے ساتھ سازباز کرلی ہے۔ شدید طوفانوں کو دیکھو کہ جس نے ہمارے لئے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ یہ طوفان، ہماری آگ کو بجھا رہا ہے۔ ہمارے خیموں کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس بات کا خوف ہے کہ کہیں خود سپاہیوں میں داخلی جنگ نہ چھڑ جائے۔ اس بنا پر ہم کو اپنا اثاثہ باندھ کر مکہ پلٹ جانا چاہیئے۔

ابھی سپیدہء سحری نمایاں نہیں ہوا تھا کہ دس ہزار کے لشکر نے نہایت ذلت کے ساتھ فرار کو ثابت قدم رہنے پر ترجیح دی اور مکہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اس طرح خدا نے مسلمانوں کی قسمت میں نصرت اور دشمنوں کے نصیب میں بکھرنا اور شکست اٹھانا قرار دیا۔

۲۴ ذی القعدہ چہار شنبہ کی صبح کو پیغمبر اور لشکر اسلام کے سامنے کفار کی فوج میں سے کوئی بھی باقی نہ تھا۔ سب بھاگ چکے تھے۔ پیغمبر نے اجازت دیدی کہ مسلمان محاذ کو چھوڑ دیں اور شہر کی طرف لوٹ چلیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۴۲

شہداء اسلام اور کشتگان کفر

اس جنگ میں آپس کے ٹکراؤ اور تیر اندازی کے نتیجہ میں لشکر اسلام کے چھ آدمی درجہء شہادت پر فائز ہوئے ان میں سے ایک سعد بن معاذ تھے جن کے ہاتھ کی نس کو ایک تیر نے کاٹ ڈالا تھا وہ بنی قریظہ والے واقعہ تک زندہ تھے۔ چند روز بعد شہید ہوگئے۔ مشرکین احزاب میں سے بھی تین افراد قتل ہوئے جن میں سے دو کی ہلاکت علیؑ کے ہاتھوں ہوئی۔

جنگ احزاب کے بارے میں سورہء احزاب ۹ سے ۲۵ تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔

سپاہ احزاب کی شکست کے اسباب

۱۔۔ لشکر اسلام کا خندق کھودنا

۲۔۔ احزاب کے بہادر اور شجاع پہلوان "عمرو بن عبدود" کا قتل جس نے کفار کے حوصلوں پر برا اثر ڈالا

۳۔۔ لشکر اسلام کا ثبات قدم اور پائیداری اور اپنے محاذ کی باقاعدہ نگہبانی اور شہر مدینہ کی مکمل حفاظت

۴۔۔ محاصرہ کرنے والوں کے لشکر اور چوپایوں کے لئے آذوقہ کی کمی۔

۵۔۔ موسم کا ناساز گار ہونا اور جاڑوں کی شدید سردی میں حملے ہونا جو اہل مکہ کے لئے ناساز گار تھا۔

۶۔۔ دشمن کے جنگی اتحاد شیرازہ کا منتشر ہوجانا جو لشکر اسلام کے کمانڈر حضرت رسول خدا کی فراست کا نتیجہ تھا۔

۷۔۔ غیبی امداد۔ قرآن اس سلسلے میں کہتا ہے کہ ۰اے مومنو۔ تم پر جو خدا کی نعمتیں تھیں تم ان کو یاد کرو۰اس وقت جب تمہارے ساتھ جنگ کے لئے لشکر آیا ہوا تھا، تو میں نے "ہوا" کو بھیجا اور اس لشکر کو جس کو تم نہیں دیکھتے تھے اور تم جو کچھ کرتے ہو خدا اس سے آگاہ ہے۔ احزاب ۹

جنگ احزاب کا خاتمہ، قریش کے لئے مصیبتوں کا آغاز تھا۔اس لئے کہ ایک طرف تو قریش اور مشرکین میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی اور دیہاتی اعراب کے درمیان ان کی حیثیت بہت گر گئی تھی اور دوسری طرف جزیرۃ العرب میں تحریک اسلامی کی حالت روز بروز مستحکم و مضبوط ہوتی جا رہی تھی۰اس کے بعد ابتکار عمل لشکر اسلام کے ہاتھوں میں تھا۔ رسول خدا نے فرمایا کہ ۰اس کے بعد ان (قریش) سے ہم جنگ کریں گے یہ لوگ جنگ کی ابتداء نہیں کر سکتے۔

جنگ احزاب کے بعد قریش کے اقتصادیات بہت زیادہ کمزور ہوگئے تھے جبکہ حکومت اسلامی اقتصادی اعتبار سے مضبوط ہو گئی تھی۔ چنانچہ رسول خدا نے مکہ کے قحط زدہ افراد کے لئے مالی امداد روانہ فرمائی۔

غزوۂ بنی قریظہ

چہار شنبہ ۲۳ ذی القعدہ ۵ ہجری کو

احزاب کا شکست خوردہ لشکر مایوسی کے عالم میں مدینہ سے بھاگ گیا۔ خندق کھودنے اور بیرونی دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں ہفتوں کی مسلسل اور انتھک کوشش کے بعد مسلمان اپنے گھروں کو لوٹے تاکہ آرام کریں۔ لیکن مدینہ میں ابھی پورے طریقہ سے اطمینان برقرار نہیں ہونے پایا تھا کہ رسول خدا نے وحی کے ذریعہ اطلاع ملنے کے بعد بلال کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اس طرح عام اعلان کریں کہ۔ جو خدا اور رسول کا پیرو ہے وہ نماز عصر قلعہ بنی قریظہ کے

پاس پڑھے۔

اسی دن عصر کے وقت رسول خدا تین ہزار جاں بازوں کے ساتھ بنی قریظہ کے قلعہ کی طرف چل پڑے، لشکر اسلام کے آگے آگے مجاہدین اسلام کے علم کو اٹھائے ہوئے علیؑ چل رہے تھے۔ چنانچہ آپ بقیہ مسلمانوں کے پہونچنے سے پہلے ہی چند افراد کے ساتھ قلعہ کے پاس پہونچ گئے۔

لشکر اسلام نے قلعہ بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ ۱۵ روز تک رہا۔ اس مدت میں چند بار تیر اندازی کے علاوہ کوئی حملہ نہیں ہوا۔ بنی قریظہ کے یہودی سمجھ گئے کہ لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ لہذا اپنے نمائندے کو رسول خدا کے پاس بھیجا اور رسول خدا سے اس جگہ سے کوچ کرنے اور اپنے مال و اسباب کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی رسول خدا نے ان کی پیش کش کو رد کردیا۔ انہوں نے دوبارہ درخواست کی کہ ان کو مدینہ ترک کرنے اور اپنے اموال سے صرف نظر کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن رسول خدا جانتے تھے کہ اگر بنی قریظہ کے یہودیوں کو بھی بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ مسلمانوں کے چنگل سے نکلتے ہی دیہاتی اعراب کو بھڑکا کر مسلمان اور اسلام کے خلاف نئی سازشوں کا آغاز کردیں گے۔ جس طرح بنی قینقاع کی تحریک پر جنگ احد کی آگ بھڑکی اور بنی نضیر کی تحریک پر خندق (احزاب) کی ہمہ جانبہ سازش ہوئی۔ اس وجہ سے پیغمبر نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ تم بغیر کسی قید و شرط کے اپنے کو ہمارے حوالہ کردو۔ طبقات ابن سعد ج۲ ص۷۴

ایک مسلمان خیانت کرتا ہے

ایک طرف تو یہودی محاصرہ کی وجہ سے تنگ آچکے تھے اور دوسری طرف ان کے دل میں خوف و وحشت بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے دیرینہ دوست اور ہمسائے "ابولبابہ" کے متعلق رسول خدا سے درخواست کی کہ ابولبابہ کو مشورہ کے لئے ہمارے پاس بھیجئے۔ رسول خدا نے یہ درخواست قبول کرلی اور ابولبابہ کو اجازت دیدی کہ وہ قلعہ بنی قریظہ جائیں۔ جب ابولبابہ وہاں پہونچے تو یہودیوں

نے ان کے گرد حلقہ بنالیا' ان کی عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کردیا۔ ان کی آہ و زاری نے ابولبابہ کو متاثر کیا۔ ان کے مردوں نے ابولبابہ سے سوال کیا کہ کیااس میں صلاح ہے کہ ہم بلا قید و شرط اپنے کو رسول خدا کے سپرد کردیں یا صلاح نہیں ہے؟

ابولبابہ اپنے احساسات سے بہت زیادہ متاثر تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں' لیکن انگلی سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا کہ تم اپنے کو ان کے حوالے کردو گے تو تمہاری گردن اڑادی جائے گی۔

ابولبابہ اپنی اس بات سے' جس کے ذریعہ یہودیوں کو رسول خدا کے حوالہ کرنے سے منع کیا تھا۔

خدااور رسول کی بارگاہ میں بہت بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے تھے۔ ناگہان ان کو پتہ چلا کہ وہ تو بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوگئے' فوراً قلعہ سے باہر آئے' چونکہ رسول خدا کا سامنا کرتے ہوئے انہیں شرم آرہی تھی۔ اس لئے سیدھے مسجد میں پہونچے اور اپنے کو مسجد کے ایک ستون سے رسی کے ذریعہ باندھ دیا کہ شاید خدا ان کی توبہ قبول کرے۔ ابولبابہ کے واقعہ کی خبر لوگوں نے رسول خدا کو دی' آپ نے فرمایا کہ اگر مسجد جانے سے پہلے وہ میرے پاس آتے تو میں خدا سے ان کے لئے استغفار کرتا اب اسی حالت پر رہیں یہاں تک کہ خدا ان کی توبہ قبول کرے ابولبابہ کی خیانت کے بارے میں آیت نازل ہوئی کہ۔

(اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو دین کے کام میں خدا اور سول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانت میں خیانت نہ کرو در آں حالیکہ تم جانتے ہو۔ انفال ۲۷

ابولبابہ چھ دن تک' دن میں روزہ رکھتے نماز کے وقت ان کی بیٹی ستون سے ان کے ہاتھ پیر کھول دیتی۔ طہارت اور فریضہ کی ادائیگی کے بعد ان کو دوبارہ مسجد کے ستون سے باندھ دیتی تھی۔ یہاں تک کہ پیک وحی' بشارت کے ساتھ آن پہونچا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ان کی توبہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی کہ۔۔

(ان میں سے ایک دوسرے گروہ نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور نیک و بد اعمال کو باہم ملا دیا ہے۔ شاید خدا ان کی توبہ قبول کرے خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ توبہ : ۱۰۲

لوگوں نے خوشی میں چاہا کہ ابولبابہ کی رسیوں کو کھول دیں لیکن انہوں نے کہا کہ رسول خدا میری رسیوں کی گرہیں کھولیں گے جب آنحضرت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے ان کی رسی کی گرہوں کو کھول دیا۔ ابولبابہ تمام عمر نیکی اور اچھے عمل پر باقی رہے اور پھر کبھی بھی محلہ بنی قریظہ میں قدم نہیں رکھا۔(۱)

بنی قریظہ کا اپنے آپ کو رسول خدا کے حوالہ کرنا

یہودیوں سے مذاکرات اور گفتگو کسی منزل تک نہ پہونچ سکی۔ کچھ دن تک انہوں نے اپنے آپ کو رسول کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ رسول خدا نے لشکر اسلام کو آمادہ رہنے کا حکم دیا تا کہ حملہ کر کے ان کے قلعہ کو فتح کیا جائے۔ یہودیوں نے سمجھ لیا کہ لشکر اسلام کا حملہ اور ان کی کامیابی یقینی ہے، بھاگنے کا کوئی راستہ باقی نہیں ہے۔ مجبوراً قلعہ کے دروازوں کو کھول دیا اور بلا قید و شرط اپنے کو لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا۔ مغازی ج۲ ص ۵۰۹

علی اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے اور ان سے مکمل طور پر ہتھیار رکھوا لئے۔ پھر رسول خدا نے مردوں کو قید خانہ میں منتقل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری محمد بن مسلمۃ کے سپرد کی، عورتوں اور بچوں کو رسول خدا کے حکم کے مطابق دوسری جگہ نگرانی میں رکھا گیا۔ حوالۂ سابق

سعد بن معاذ کا فیصلہ

بنی قریظہ کے یہودی چونکہ قبیلۂ اوس کے ہم پیمان تھے لہذا انہوں نے پیش کش کی کہ ان کے بارے میں سعد بن معاذ فیصلہ کریں وہ لوگ اس فکر میں تھے کہ شاید گزشتہ دوستی کی بدولت

سعد بن معاذان کی سزامیں تخفیف کے قائل ہوجائیں گے۔

قبیلہء اوس کے لوگوں نے رسول خدا سے نہایت اصرار کے ساتھ یہ درخواست کی کہ اس گروہ کو آزاد کردیں، وہ لوگ قبیلہ خزرج سے رقابت کی بنا پر اپنی بات پر اصرار کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پیغمبر نے بنی قینقاع کو عبداللہ بن ابی خزرجی کی خواہش پر آزاد کر دیا تھا۔ رسول خدا نے ان لوگوں سے بھی فرمایا کہ۔۔ کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ تمہارے بزرگ سعد بن معاذان کے بارے میں فیصلہ کردیں؟ سب نے کہا کہ ہاں، اے اللہ کے رسول۔ ہم بھی ان کے فیصلہ کے سامنے سر جھکادیں گے۔ ارشاد مفید ص ۵۸

رسول خدا نے سعد بن معاذ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ اس وقت وہ ہاتھ کی رگ کٹ جانے سے زخمی حالت میں بستر پر اس "رمیدہ" نامی عورت کے خیمہ میں لیٹے تھے جس نے مجروحین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ اوس کے جوانوں نے ان کو چارپائی پر لٹایا اور رسول خدا کی خدمت میں لے چلے راستہ میں انہوں نے سعد سے درخواست کی کہ اپنے ہم پیمان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ۔ سعد کے لئے وہ زمانہ آن پہونچا ہے کہ جس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے سعد ڈرنے والا نہیں ہے۔

جب سعد لشکر گاہ میں پہونچے تو حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے بزرگ کے احترام میں کھڑے ہوجاؤ۔ حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے سعد نے رسول خدا کے مبنی بر عدالت حکم کے بعد مہاجر و انصار سے یہ عہد لیا کہ وہ جو حق سمجھیں گے اس کا اجراء ہوگا اور بنی قریظہ کے یہودیوں نے بھی اس کو قبول کیا۔

اس کے بعد سعد نے بہ آواز بلند اعلان کیا کہ۔۔ یہودیوں کے مرد قتل کردیئے جائیں عورتیں اور بچے اسیر بنالئے جائیں اور ان کے اموال کو ضبط کرلیا جائے۔

رسول خدا نے فرمایا کہ۔۔ سعد نے قانون الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

سعد کے فیصلہ کی دلیلیں

۱۔۔یہودیوں کی دینی کتاب (توریت) کا فیصلہ جو بلاشک و شبہ یہودیوں کو قبول ہو گا۔اس لئے کہ توریت میں آیا ہے کہ۔ جب تم جنگ کے ارادہ سے کسی شہر کا قصد کرو تو پہلے ان کو صلح کی دعوت دو اگر وہ لوگ جنگ کو ترجیح دیں تو شہر کا محاصرہ کرو اور جب شہر پر تسلط ہو جائے تو تمام مردوں کو تہ تیغ کر دو اور عورتوں، بچوں، جانوروں اور جو کچھ بھی شہر میں ہو اس کو مال غنیمت میں شامل کر لو۔(۲) توراۃ سفر تثنیہ فصل ۳۰

۲۔۔مدینہ میں وارد ہونے کے بعد پیغمبر کا یہودیوں سے معاہدہ۔ جس معاہدہ پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے اس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ جب یہود پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں یا اسلحہ اور سواری ان کے دشمنوں کو دیں تو پیغمبر کو ان کا خون بہانے ان کے اموال کو ضبط کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

۳۔۔سعد اور سارے دور اندیش مسلمان اس بات کو جانتے تھے کہ اگر وہ لوگ اس مہلکہ سے جان بچا کر نکل گئے تو قینقاع کے یہودیوں کی طرح، کہ جنھوں نے اپنی تحریک پر احد کی جنگ چھیڑ دی تھی اور بہت سے لوگوں کی شہادت کا سبب بن گئے تھے اور بنی نضیر کی طرح کہ جنھوں نے جنگ احزاب کا فتنہ کھڑا کر دیا اور قریب تھا کہ اسلام کی بنیاد کو اکھیڑ دیں۔ یہ لوگ بھی اسلام کے خلاف عظیم اتحادی لشکر بنالیں گے اور ان خطرناک عناصر کا زندہ رہنا اسلامی تحریک کے لئے مفید نہیں تھا۔

پیمان شکن ضرور شکستہ حالی کا شکار ہوتا ہے

رسول خدا نے حکم دیا کہ اسیروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔اس لئے زیادہ مقدار میں ٹھنڈا پانی ان کے سامنے رکھا گیا۔ پھر آنحضرت کے حکم کے مطابق خندق کھودی گئی اور سات سو (۷۰۰)

بد بخت جنگجو یہودیوں کو، جو صلح و آشتی، جیو اور جینے دو، کے خصوصی سلوک کے باوجود پیمان شکنی کے ذریعہ مسلمانوں کو نیست و نابود کردینے کا قصد رکھتے تھے۔ علی اور زبیر کی تلوار نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ لوگ قبیلہء اوس کے افراد کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ جی ہاں۔ عہد شکنی کرنے والا ضرور کیفر کردار تک پہونچتا ہے۔ قتل کئے جانے والوں میں ایک وہ عورت بھی تھی جس نے محاصرہ کے دنوں میں قلعہ کے اوپر سے پتھر گرا کر خلاد بن سوید کو شہید کر دیا تھا۔ مغازی ج۲ص۵۱۳

اس گروہ کے خاتمہ کے بعد مدینہ خائن عناصر کے وجود اور مسلح داخلی ریشہ دوانی کرنے والے اس گروہ سے پاک ہو گیا جو ملک میں رہ کر دوسروں کے مفاد میں کام کرتے تھے۔

اسیر اور مال غنیمت

بنی قریظہ سے جو مال غنیمت ہاتھ لگا تھا اس میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے، دھات اور چمڑے کی بنی ہوئی پندرہ سو سپر، بہت زیادہ لباس برتن اور گھر کے سامان، نیز بہت زیادہ شراب تھی جس کو زمین پر بہا دیا گیا۔ بحارالانوار ج۲۰ ص۲۱۲

رسول خدا نے مال غنیمت کا خمس نکالنے کے بعد بقیہ مال مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے سعد بن عبادۃ کو بنی قریظہ کے اسیروں کے ساتھ شام بھیجا تا کہ ان کو بیچنے کے بعد سپاہ اسلام کے لئے گھوڑے اور اسلحے مہیا کئے جائیں۔ یہ جنگ ۸ ذی الحجہ سنہ ۵ ہجری قمری کو تمام ہوئی۔

سنہ ۶ ہجری کا آغاز

یہ سال، سیاسی اور جنگی اعتبار سے تاریخ اسلام میں اہم ترین سال شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ لشکر احزاب کی شکست اور ہجرت کے پانچویں سال یہودیوں پر مسلمانوں کی کامیابی کے بعد لشکر اسلام کے حملے شروع ہوئے۔ اس طرح کہ اس سال ۲۴ جنگی دستے (سریہ) مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجے گئے اور ان میں سے بہت سے گروہ اہم کامیابی اور بہت زیادہ مال غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ اس سال چار غزوات واقع ہوئے کل ۲۸ جنگی حملے یا جنگی مہم اس سال واقع ہوئیں۔ اور صلح حدیبیہ کا اہم معاہدہ بھی اسی سال طے پایا۔ اب ہم اختصار کے ساتھ اس سال کے اہم جنگی واقعات بیان کر رہے ہیں۔

غزوۂ بنی لحیان

سنہ ۴ ہجری میں رجیع کا بد ترین واقعہ جو بنی لحیان کے ہاتھوں مبلغین اسلام کی شہادت پر منتہی ہوا اس نے رسول خدا کو اسی واقعہ کے عاملین کی تنبیہ کے لئے آمادہ کر دیا۔ اب دو سال کے بعد سہ شنبہ یکم ربیع الاول سنہ ۶ ہجری کو رسول خدا نے مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین معین فرمایا اور لشکر اسلام کے ہزار افراد کے ساتھ نزدیک ترین راستہ سے شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ایسا ظاہر کیا کہ جیسے آپ شام جا رہے ہوں۔ لیکن منزلیں طے کرنے کے بعد آپ داہنی طرف مڑ گئے اور نہایت تیزی سے بنی لحیان کی طرف آ گئے۔ مگر لشکر اسلام کی آمد سے دشمن پہلے سے آگاہ تھے وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ رسول خدا نے ایک جنگی مشق کی اور لشکر اسلام کے دستوں کے ساتھ راہ مکہ میں "عسفان" کی طرف روانہ ہوئے اور پھر آپ نے دو جاسوسوں کو مامور کیا کہ وہ قریش کی اطلاع

لائیں۔

جو قبائل قریب قریب آباد تھے اس جنگی مشق نے ان کے حوصلوں پر بڑا اثر کیا اور قریش کی شان و شوکت اور ان کا وقار ان کی نظروں سے گرگیا۔ لشکر اسلام اس مشق کے بعد واپس آ گیا۔

زمین پر فساد پھیلانے والوں کا قتل

تاریخ۔ شوال سنہ ۶ ہجری

قبیلہء عرینہ سے آٹھ آدمی مدینہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہیں آئی اور وہ بیمار پڑ گئے۔ رسول خدا نے ان کو اپنے اونٹوں کی چراگاہ پر بھیج دیا تاکہ وہ لوگ کھلی ہوا میں تازہ دودھ پی کر صحت مند ہو جائیں۔

چند دنوں تک جو' ان لوگوں نے اونٹوں کا دودھ استعمال کیا تو تندرست و توانا ہو گئے لیکن بجائے اس خدمت کی قدر دانی کے انہوں نے رسول خدا کے چرواہے یسار کو نہایت بیدردی سے قتل کر دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اور سر قلم کر دیا۔ زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے اور پھر رسول خدا کے تمام اونٹوں کو چرا لے گئے۔

آپ نے "کرز بن جابر" کو ۲۰ افراد کے ساتھ ان کا پیچھا کرنے کے لئے بھیجا۔ کرز اور اس کے ساتھی ان کو اسیر کر کے مدینہ لائے رسول خدا نے حکم دیا کہ زمین پر فساد پھیلانے والوں کے ہاتھ پیر کاٹ کر دار پر لٹکا دیا جائے۔ اور اس طرح سے ان کو خیانت کی سزا مل گئی۔ اور یہ آیت مفسدین کے لئے نازل ہوئی کہ۔

(ان لوگوں کی سزا' جو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتے اور زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا دار پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پیر اس طرح کاٹے جائیں کہ اگر داہنا پیر ہو تو بایاں ہاتھ ہو اور داہنا ہاتھ ہو تو بایاں پیر ہو۔ یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے ان کے لئے دنیا میں تباہی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ مائدہ ۳۳

غزوۂ بنی مصطلق یا مریسیع

شعبان سنہ ۶ ہجری

رسول خدا کو خبر ملی کہ بنی مصطلق، سپاہ اسلام سے جنگ کرنے کی غرض سے اسلحے اور طاقتیں جمع کرنے کی فکر میں ہیں۔ رسول خدا نے اس رپورٹ کی صحت کی تحقیق کے لئے "بریدۃ بن حصیدہ اسلمی" کو اس علاقہ میں بھیجا، بریدہ، بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے اور انجان بن کے قبیلہ کے سردار سے رابطہ قائم کیا اور واپسی پر ایک رپورٹ میں اس خبر کے صحیح ہونے کی تائید کی۔

رسول خدا نے ابوذر غفاری کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور ہزار جاں بازوں کے ساتھ دوشنبہ کے دن دوسری شعبان کو دشمن کی طرف چل پڑے اور چاہ مریسیع کے پاس خیمہ زن ہوئے اس غزوہ میں کچھ وہ منافقین بھی مال غنیمت کی لالچ میں لشکر اسلام کے ساتھ ہو گئے۔ جو کسی جنگ میں حضرت کے ساتھ نہیں تھے۔

مقام مریسیع میں دونوں لشکروں کی صفیں آراستہ ہوئیں۔ فرمان رسول خدا کے بموجب تھوڑی دیر تک تیر اندازی کے نتیجہ میں بنی مصطلق ہار گئے اور ان میں کا ایک آدمی بھی فرار نہ کر سکا ۔ان کے دس آدمی مقتول ہور بقیہ اسیر ہوئے۔ اور اس حملہ میں ایک مسلمان بھی شہید نہیں ہوا۔ اس جنگ میں دو ہزار اونٹ پانچ ہزار گوسفند ہاتھ آئے اور دو سو خاندان اسیر ہوئے۔

حادثہ

جنگ ختم ہونے کے بعد لوٹتے وقت ایک چھوٹا سا حادثہ پیش آگیا۔ اگر رسول خدا اس پر مخصوص مہارت کے ساتھ قابو نہ پا گئے ہوتے تو اسلام کے لئے ایک نیا خطرہ بن جاتا۔

پانی کے بارے میں جہجاہ غفاری غلامِ عمر بن خطاب جو مہاجرین میں سے تھے۔ اور سنان جھنی

سے رخت سفر باندھ کر نکل جائیں۔

کوچ کا حکم ہونے کے بعد لشکر اسلام ایک رات دن مسلسل چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب ان کے سر پر پہونچ گیا۔ اس وقت ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ جاں باز اسلام تھکن کی وجہ سے خاک پر پڑ رہے اور گہری نیند سو گئے۔ اس اطمینان اور خوشی کے ساتھ جو ایک لمبی اور غیر معمولی تھکن کے بعد روح و اعصاب کو حاصل ہوتی ہے۔ کدورتیں دلوں سے نکل گئیں اور کینہ کی آگ خود بخود بجھ گئی۔

باپ اور بیٹے میں فرق

عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے سمجھا کہ رسول خدا اس کے باپ کے قتل کا فرمان صادر کریں گے۔ تو فوراً رسول خدا کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے رسول اللہ۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ کوئی بھی میری طرح باپ سے نیک برتاؤ نہیں کرتا لیکن اگر آپ کا فرمان یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائے تو آپ حکم دیں میں خود قتل کروں گا۔

رسول خدا نے جواب دیا۔ نہیں تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ پیغمبر کے بزرگانہ سلوک نے ابن ابی کے دوستوں کے درمیان اس کی حیثیت و شخصیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ کھلم کھلا اس کی سرزنش کرنے لگے۔

رسول خدا نے عفو و درگزر کے حربہ سے خطرناک داخلی دشمن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ایک دن جناب عمر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ۔ جس دن تم اس کو قتل کرنے کے لئے کہہ رہے تھے اگر میں اس کو قتل کر دیتا تو اس کے دفاع میں بجلیاں کوندتیں۔ لیکن اگر آج ہم اس کے قتل کا حکم دیدیں تو لوگ اس کی جان کو آجائیں گے۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۶۰۸

جو انصار میں سے، آپس میں الجھ گئے. سنان نے مدد کے لئے آواز دی اے انصار. اور جھجاہ نے مدد کے لئے پکارا. اے مہاجرین. نزدیک تھا کہ بہت بڑا ہنگامہ کھڑا ہو جائے. منافقین کے سر دار عبداللہ بن ابی نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے بولا.

خدا کی قسم. ہمارا اور ان جلابیب کا معاملہ اس مثل جیسا ہے کہ. اپنے کتے کو موٹا کرو تاکہ وہ تمہیں کو کاٹ کھائے. لیکن خدا کی قسم جب ہم مدینہ پلٹ کے جائیں گے تو چونکہ ہم مدینہ کے با عزت لوگ ہیں اس لئے ان زبوں حال اور بے چارہ مہاجرین کو باہر نکال دیں گے. طبقات ج۲ص۶۴ منافقون : ۸

زید بن ارقم نے حضور کو خبر دی

زید بن ارقم نے جب عبداللہ بن ابی کی باتیں سنیں تو رسول خدا کے پاس گئے اور اس کی سازش آمیز اور منافقانہ باتوں کو پیغمبر کے سامنے نقل کر دیا. رسول خدا نے زید کی خبر کے بارے میں وحی کے ذریعہ اطمینان حاصل کر لینے کے بعد زید کے کان کو پکڑ کر کہا کہ. یہ اس شخص کے کان ہیں جس نے اپنے کانوں کے ذریعہ خدا سے وفا کی ہے.

عبداللہ بن ابی نے جب زید کی رپورٹ کی خبر سنی تو رسول اللہ کے پاس پہونچا اور حضرت کے سامنے جھوٹی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں ایسی بات نہیں کہی ہے اور چونکہ وہ اپنے قبیلہ کے درمیان بزرگوں اور صاحب احترام شخصیتوں میں شمار کیا جاتا تھا اس لئے انصار میں سے کچھ لوگ پیغمبر کے حضور میں پہونچے، ابی کے فرزند کی حمایت میں انہوں نے کہا کہ شاید زید نے ایسی بات کا وہم کیا ہو یا ان کے کانوں نے غلط سنا ہو. یہاں تک کہ سورہ منافقون کے نازل ہونے کے بعد اس پاک دل نوجوان کو اطمینان حاصل ہوا اور عبداللہ بن ابی ذلیل ہوا. تاریخ طبری ج ۲ ص ۶۰۶

عمر بن خطاب نے اس واقعہ کو سننے کے بعد رسول خدا سے خواہش ظاہر کی کہ عبداللہ بن ابی کو قتل کر دیا جائے. لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ.. ایسی صورت میں دشمن کہیں گے کہ. محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں مصلحت یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد نکل چلیں تاکہ باطل اندیشے دلوں

بنی مصطلق، اسلامی تحریک میں شامل

جب رسول خدا نے مال غنیمت اور اسیروں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا تو اس وقت رئیس قبیلہ "حارث بن ضرار" کی بیٹی "جویریۃ" ایک مسلمان کے حصہ میں آئیں انہوں نے اپنے آقا سے قرار داد کرلی کہ میں اتنی رقم لے کر آزاد ہوجاؤں گی لیکن ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ ان کی صرف ایک امید تھی، پیغمبر کا لطف و مہربانی، پیغمبر کے پاس آئیں اور کہا۔

(میں حارث کی بیٹی ہوں اور اسیر ہو کر آئی ہوں۔ اور اس وقت میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ کچھ پیسے ادا کر کے میں آزاد ہوجاؤں، اے اللہ کے رسول میں آئی ہوں کہ اس پیسے کو ادا کرنے میں آپ میری مدد فرمائیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ۔ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ میں تمہارے لئے اس سے بہتر کام انجام دوں؟ جن پیسوں کی تم قرض دار ہو اس کو میں ادا کردوں پھر تم سے شادی کرلوں۔ جویریۃ اس پیش کش سے مسرور ہوگئیں۔

جویریہ سے رسول خدا کی شادی کی خبر اصحاب میں پھیل گئی لوگوں نے بنی مصطلق کے پیغمبر کے رشتہ دار بن جانے کے احترام میں اپنے اسیروں کو آزاد کردیا۔ جب بنی مصطلق نے لشکر اسلام کا یہ بڑا پن اور در گزر دیکھا تو وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور ایک بابرکت شادی کی بناپر سب کے سب اسلامی تحریک میں شامل ہوگئے۔ تاریخ ج ۲ ص ۶۲

ایک فاسق کی رسوائی

بنی مصطلق کے مسلمان ہوجانے کے بعد رسول خدا نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو ان کی طرف زکاۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ بنی مصطلق نے جب یہ سنا کہ پیغمبر کا نمائندہ ان کی طرف آرہا ہے تو وہ ان کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے لیکن ولید ڈر گیا اور اس نے خیال کیا کہ وہ لوگ جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ لہذا اس نے مدینہ واپس آکر رسول خدا سے کہا کہ۔ وہ لوگ مجھے قتل

کر ڈالنا چاہتے تھے اور انہوں نے زکاۃ ادا کرنے سے بھی انکار کردیا۔

بنی مصطلق کے ساتھ دوبارہ جنگ کی باتیں لوگوں کی زبان پر چڑھ گئیں اس واقعہ کے بعد بنی مصطلق کا ایک وفد مدینہ آیا اور اس نے حقیقت بیان کی۔ اس واقعہ کے بارے میں آیت اتری۔

(اے ایمان لانے والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانی کی بنا پر لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہونچا دو پھر جب معلوم ہو کہ فاسق نے جھوٹ بولا تھا جو کچھ کیا ہے اس پر تم کو پشیمانی ہو۔ حجرات : ۶

پیغمبر کی بیوی پر تہمت (حدیث افک)

رسول خدا جب سفر میں جانا چاہتے (حتی جنگ کے لئے سفر میں بھی) تھے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ نکالتے تھے جس کے نام قرعہ نکل آتا تھا اس بیوی کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

غزوہ بنی مصطلق میں جناب عائشہ کے نام قرعہ نکلا آپ انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ جنگ سے واپسی کے وقت جب مدینہ کے قریب پہونچے تو وہیں ٹھہر گئے اور آرام کرنے لگے۔ اسی اثنا میں عائشہ اس بات کی طرف متوجہ ہوئیں کہ ان کا گلوبند گم ہو گیا ہے۔ اس کو ڈھونڈنے کے لئے آپ خیمہ گاہ سے دور چلی گئیں جب واپس پلٹیں تو لشکر اسلام کا قافلہ وہاں سے کوچ کرچکا تھا اور تنہا عائشہ رہ گئی تھیں۔ ایک متقی اور ایک نیک شخص جس کا نام "صفوان بن معطل" تھا وہ لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے اطلاعات حاصل کرنے کے لئے چلا کرتے تھے، وہاں پہونچے اور عائشہ کو دیکھا کہ وہ وہاں تنہا ہیں۔ نہایت ادب سے وہ اونٹ سے نیچے اترے، اونٹ کو زمین پر بٹھایا اور خود دور کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ عائشہ اونٹ کی پشت پر سوار ہو گئیں انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور راستہ میں ایک حرف بھی گفتگو کئے بغیر ان کو مدینہ لے آئے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہونچے تو منافقین نے عبد اللہ بن ابی کی قیادت میں صفوان اور عائشہ کے بارے میں تہمتیں تراشیں۔ ناواقف ان تہمتوں کو بے

اڑے مدینہ میں تہمتوں اور افواہوں کا بازار گرم تھا، اور ہر آدمی ایک الگ بات کہتا تھا۔ عائشہ بیمار ہو گئیں اور اس تہمت کے غم میں جو بے گناہی کے باوجود ان پر لگایا گیا تھا، روتی تھیں اور کسی وقت ان کو چین نہ تھا قریب تھا کہ اس موضوع پر فتنہ برپا ہوجائے کہ سورہ نور کی ۱۱ سے ۲۷ تک آیات نازل ہوئیں اور عائشہ کو یہ خوش خبری سنائی گئی کہ خدا تمہاری پاکیزگی پر گواہ ہے۔ طبری ج۲ص ۶۱۱

پھر رسول خدا نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری کی۔ جن لوگوں پر حد جاری کی گئی ان میں حسان بن ثابت اور حمنہ کا نام نظر آتا ہے۔ سیرت ابن ہشام ج۲۔ص ۳۰۹

ابن اسحاق کہتا ہے کہ بعد میں معلوم ہوا کہ صفوان بن معطل دراصل مردانگی ہی سے عاری تھا اور عورتوں کے ساتھ نزدیکی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ مرد پارسا کسی جنگ میں شہید ہو گیا۔ حوالہ سابق ج۳ ص ۳۱۹

صلح حدیبیہ کا پیمان

ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری

راہ مکہ میں

لشکر اسلام کی پے درپے کامیابی اور مشرکین مکہ کی گوشہ گیری نے پیغمبر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دوسری بار جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کی حیثیت و وقار کے استحکام کے لئے اقدام کریں۔ آپ نے حکم دیا کہ مسلمان سفر حج کے لئے تیار ہوجائیں اور ہمسایہ قبائل جو ابھی تک حالت شرک پر باقی تھے ان سے آپ نے مسلمانوں کے ساتھ اس سفر میں چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے عذر پیش کیا اور ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔

اس سفر میں عبادی اور معنوی خصوصیتوں کے علاوہ مسلمانوں کے لئے وسیع اجتماعی اور سیاسی مصلحتیں بھی تھیں۔ اس لئے کہ عرب کے متعصب قبائل نے مشرکین کے غلط پروگنڈہ کی بنا پر یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس خانہ کعبہ کے لئے جو سلف کی یادگار اور ان کے افتخار کا مظہر ہے، رسول

خدا کسی طرح اس کی قدر و منزلت کے قائل نہیں ہیں اور اس وجہ سے اسلام کی اشاعت سے شدت کے ساتھ ہراساں تھے۔ اب غلط خیالات کے پردے چاک ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ رسول خدا، حج کو ایک فریضہ واجب جانتے ہیں۔ ایک طرف اگر قریش مانع نہیں ہوئے اور زیارت کعبہ کی توفیق ہو گئی تو یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی ہو گی کہ وہ چند سال کے بعد ہزاروں مشرکین کی آنکھوں کے سامنے اپنی عبادت کے مراسم ادا کریں گے۔ دوسری طرف قریش مسلمانوں کے مکہ میں داخل ہونے سے اگر مانع ہوئے تو اعراب کے جذبات طبیعی طور پر مجروح ہو جائیں گے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو فریضہ حج انجام دینے کے لئے کیوں نہ آزاد چھوڑا۔ یہ سفر چونکہ جنگی سفر نہ تھا اس لئے رسول خدا نے حکم دیا کہ ایک مسافر صرف ایک تلوار اپنے ساتھ رکھے اور بس۔

رسول خدا نے قربانی کے لئے ستر اونٹ مہیا کئے۔ پھر رسول اللہ چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام ذوالحلیفہ میں احرام باندھا۔

آپ نے عباد بن بشر کو ۲۰ مسلمانوں کے ساتھ ہر اول دستہ کے عنوان سے آگے بھیج دیا تا کہ جو راستے میں تھے ان لوگوں کے کانوں تک لشکر اسلام کی روانگی کی خبر پہونچا دیں اور اگر ان لوگوں نے کوئی سازش کی تو اس کی خبر رسول خدا کو دیں۔ طبقات ابن سعد ج۲ ص ۹۵

قریش کا موقف

جب قریش رسول خدا کی روانگی سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے بتوں (لات و عزیٰ) کی قسم کھائی کہ ان کو مکہ میں آنے سے روکیں گے۔ قریش کے سرداروں نے رسول خدا کو روکنے کے لئے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ مقام "کراع الغمیم" بھیجا انہوں نے وہاں مورچے سنبھال لیئے۔ رسول خدا قریش کے موقف سے آگاہی کے بعد چونکہ یہ چاہتے تھے۔ کہ خونریزی کے ذریعہ اس مہینہ اور حرم کی حرمت مجروح نہ ہو اس لئے آپ نے راہنما سے فرمایا کہ کارواں کو اس راستہ سے لے چلو کہ جس راستہ میں خالد کا لشکر نہ ملے۔

راہنما قافلہ اسلام کو نہایت دشوار گزار راستوں سے لے گیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ مکہ سے ۲۲ کیلومیٹر دور حدیبیہ کے مقام پر پہونچ گئے۔ آنحضرت نے سب کو یہ حکم دیا کہ یہیں اتر پڑیں اور اپنے خیمے لگالیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۲۲

قریش کے نمائندے پیغمبر کی خدمت میں

قریش نے چاہا کہ آنحضرت کے آخری مقصد سے باخبر ہوجائیں اس لئے انہوں نے اپنے یہاں کی اہم شخصیتوں کو رسول کی خدمت میں بھیجا۔

قریش کی نمائندگی میں پہلے گروپ میں "بدیل بن خزاعی" قبیلہ خزاعہ کے افراد کے ساتھ آیا۔ جب وہ رسول خدا سے ملا تو آپ نے فرمایا۔ میں جنگ کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو خانہ خدا کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ نمائندے واپس چلے گئے اور انہوں نے یہ اطلاع قریش کو پہونچادی۔ لیکن قریش نے کہا۔ خدا کی قسم۔ ہم ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ خواہ زیارت خانہ خدا ہی کی غرض سے کیوں نہ آئے ہوں۔ دوسرے اور تیسرے نمائندے بھیجے گئے اور انہوں نے بھی بدیل ہی والی رپورٹ پیش کی۔

قریش کے تیسرے نمائندہ حلیس بن علقمہ عرب کے تیر اندازوں کے افسر نے کہا کہ۔ ہم نے ہرگز تم سے یہ معاہدہ نہیں کیا کہ۔ ہم خانہ خدا کے زائرین کو روکیں گے۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ محمد کو آنے نہ دوگے تو میں اپنے تیر انداز ساتھیوں کے ساتھ تمہارے اوپر حملہ کرکے تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔ قریش اپنے اندر اختلاف رونما ہونے سے ڈر گئے اور انہوں نے حلیس کو اطمینان دلایا کہ ہم کوئی ایسا راستہ منتخب کریں گے جو تمہاری خوشنودی کا باعث ہوگا۔

قریش کا چوتھا نمائندہ عروۃ بن مسعود تھا۔ جس پر قریش اطمینان کامل رکھتے تھے۔ وہ جب رسول خدا سے ملا تو اس نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی باتوں میں قریش کی طاقت کو زیادہ اور اسلام کی قوت کو کم کرکے پیش کرے اور مسلمانوں کو جھک جانے اور بلا قید و شرط واپس جانے پر

آمادہ کرے۔ لیکن جب وہ واپس گیا تو اس نے قریش سے کہا کہ ۔میں نے قیصر و کسریٰ اور سلطان حبشہ جیسے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے مگر جو بات محمد میں ہے وہ کسی میں نہیں ہے۔

میں نے دیکھا کہ مسلمان ان کے وضو کا ایک قطرہ پانی بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے وہ لوگ تبرک کے لئے اس کو بھی جمع کرتے ہیں اور اگر ان کا ایک بال بھی گر جائے تو ان کے اصحاب اس کو فوراً تبرک کے لئے اٹھا لیتے ہیں۔ لہذا اس خطرناک موقع پر نہایت عاقلانہ ارادہ کرنا۔[1]

رسول خدا کے سفراء

رسول خدا نے ایک تجربہ کار شخص کو جس کا نام "خراش" تھا اپنے اونٹ پر سوار کیا اور قریش کے پاس بھیجا۔ لیکن ان لوگوں نے اونٹ کو پئے کر دیا۔ اور نمائندۂ پیغمبر کو قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ مگر یہ حادثہ تیر اندازان عرب کے ایک دستہ کی وساطت سے ٹل گیا۔

قریش کی نقل و حرکت یہ بتارہی تھی کہ ان کے سر میں جنگ کا سودا سمایا ہوا ہے۔ رسول خدا مسئلہ کو صلح کے ذریعہ حل کرنے سے مایوس نہیں ہوئے۔ لہذا آپ نے قریش کے پاس ایسے شخص کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا جس کا ہاتھ کسی بھی جنگ میں قریش کے خون سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ لہذا آپ نے عمر بن خطاب کو حکم دیا کہ وہ قریش کے پاس جائیں۔ انہوں نے عذر ظاہر کیا۔ رسول خدا نے عثمان بن عفان کو، جن کی اشراف قریش سے قریب کی رشتہ داری تھی۔ اشراف قریش کے پاس بھیجا۔ عثمان قریش کے ایک آدمی کی پناہ میں مکہ میں وارد ہوئے اور پیغمبر کے پیغام کو قریش کے سربر آوردہ افراد تک پہونچایا۔ انہوں نے پیش کش رد کرنے کے ساتھ ساتھ عثمان کو بھی اپنے پاس روک لیا انہیں واپس جانے کی اجازت نہیں دی۔ مسلمانوں کے درمیان یہ افواہ اڑ گئی کہ قریش نے عثمان کو قتل کر دیا۔[2]

1۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۲۵

2۔ ایضاً ص ۳۲۸ - ۳۲۹

بیعتِ رضوان

پیغمبر کے نمائندہ کی آنے میں تاخیر کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان عجیب اضطراب اور ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس بار مسلمان جوش و خروش میں آ کر انتقام پر آمادہ ہو گئے. پیغمبر نے ان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے فرمایا، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے تا وقتیکہ کام کو ایک ٹھکانے نہ لگادیں۔ اس خطرناک وقت میں اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے ضروری ہتھیار اور سازو سامان نہ تھا پھر بھی رسول خدا نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے اصحاب کے ساتھ عہد و پیمان کی تجدید کریں. آنحضرت ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے اور تمام اصحاب نے سوائے ایک کے آپ کے ہاتھ پر بعنوان بیعت ہاتھ رکھا اور قسم کھائی کہ خون کے آخری قطرہ تک اسلام کا دفاع کریں گے.

یہ وہی بیعت رضوان ہے جس کے بارے میں قرآن میں اس طرح آیا ہے کہ.

(خداوند عالم ان مومنین سے، جنہوں نے تمہارے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی ہے، خوش ہو گیا اور ان کے وقار و خلوص سے آگاہ ہو گیا اللہ نے ان کے اوپر ان کی روح کے سکون کی چیز نازل کی اور اجر کے عنوان سے عنقریب ان کو فتح عطا کرے گا. سورۂ فتح : ۱۸

بیعت کی رسم ختم ہوئی ہی تھی کہ عثمان پلٹ آئے اور قریش کے وہ جاسوس جو دور سے بیعت کا واقعہ دیکھ رہے تھے ہاتھ پیر مار کر رہ گئے. قریش کے سربر آوردہ افراد نے "سہیل بن عمرو" کو صلح کی قرارداد معین کرنے کے لئے بھیجا. سیرت ابن ہشام ج ۳۔ص ۳۳۰

صلح نامہ کا مضمون

جب سہیل بن عمر و رسول خدا کی خدمت میں پہونچا تو یوں گویا ہوا، قریش کے سربر آوردہ افراد کا خیال ہے کہ آپ اس سال یہاں سے مدینہ واپس چلے جائیں اور حج و عمرہ کو آئندہ سال پر اٹھا رکھیں.

پھر مذاکرات کا باب کھل گیا اور سہیل بن عمرو بات بات پر بے موقع سخت گیری سے کام

ے کر پریشانی کھڑی کرتا رہا۔ جب کہ پیغمبر چشم پوشی کے رویہ کو اس لئے نہیں چھوڑ رہے تھے کہ کہیں صلح کا راستہ ہی بند نہ ہو جائے۔ مکمل موافقت کے ایک سلسلہ کے بعد رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ صلح نامہ لکھو علی (ع) نے رسول کے حکم سے صلح نامہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہیل نے کہا کہ ہم اس جملہ سے آشنا نہیں ہیں آپ بسمک اللھم لکھیں۔ (یعنی تیرے نام سے اے خدا) رسول خدا نے موافقت کی پھر علی نے پیغمبر کے حکم سے لکھا کہ۔ یہ وہ صلح ہے جسے رسول خدا محمد (ص) انجام دے رہے ہیں۔

سہیل بولا۔ ہم آپ کی رسالت اور نبوت کو قبول نہیں کرتے اگر اس کو قبول کرتے تو آپ سے ہماری لڑائی نہ ہوتی۔ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔ بحارالانوار ج ۲ ص ۳۳۳-ص ۳۳۵

رسول خدا نے علیؑ کو حکم دیا کہ اس جملہ کو مٹادیں لیکن علی نے فرمایا کہ۔ میرے ہاتھوں میں آپ کا نام مٹانے کی طاقت نہیں ہے۔ رسول خدا نے اپنے ہاتھوں سے اس جملہ کو مٹادیا

۱۔ قریش اور مسلمان دونوں اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے۔ تا کہ اجتماعی امن وامان اور عربستان میں عمومی صلح قائم ہو جائے۔

۲۔ جب کوئی قریش کا آدمی مسلمانوں کی پناہ چلا جائے گا تو محمد اس کو واپس کر دیں گے لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی قریش کی پناہ میں آجائے گا تو قریش پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کو واپس کریں۔

۳۔ مسلمان اور قریش دونوں، جس قبیلہ کے ساتھ چاہیں عہد و پیمان کر سکتے ہیں۔

۴۔ محمد اور ان کے اصحاب اس سال مدینہ واپس جائیں لیکن آئندہ سال زیارت خانہء خدا کے لئے آسکتے ہیں۔ مگر اس کی شرط یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں۔ اور مسافر جتنا ہتھیار لے کر چلتا ہے اس سے زیادہ ہتھیار اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۲

۵۔ وہ مسلمان جو مکہ میں مقیم ہیں اس پیمان کی رو سے اپنے مذہبی امور کو آزادی سے انجام دے

سکتے ہیں اور قریش کو انہیں آزار پہونچائیں گےاور نہ ہی اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے مذہب سے پلٹ جائیں ان کے دین کا مذاق نہیں اڑائیں گے۔اس طرح وہ مسلمان جو مدینہ سے مکہ وارد ہوں ان کی جان و مال محترم ہے۔ بحارالانوارج۲۰ص۳۵۰

اس قرارداد کی دو کاپیاں کی گئیں ایک کاپی رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوئی۔اس کے بعد آپ نے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیااور خود آپ نے وہیں سر مونڈا پھر ۱۹ دن کے بعد آپ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مخالفین صلح

پیمان صلح کچھ مسلمانوں خصوصاً مہاجرین کی ناراضگی کا باعث ہوا ہر چیز سے زیادہ صلح نامہ کی دوسری شرط سے مسلمانوں کو تکلیف ہوئی کہ جس میں مسلمانوں کے پاس پناہ لینے والوں کو واپس کر دینے کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ مخالفین صلح میں سب سے آگے عمر بن خطاب تھے واقدی کی روایت کے مطابق عمر اور ان کے ہمنوا افراد رسول خدا کی خدمت میں پہونچے اور کہا کہ۔اے اللہ کے رسول کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ جلد ہی آپ مکہ میں وارد ہوں گے اور کعبہ کی کنجی لے لیں گے اور دوسروں کے ساتھ عرفات میں وقوف کریں گے؟ اور اب حالت یہ ہے کہ نہ ہماری قربانی خانہ خدا تک پہونچی اور نہ ہم خود پہونچے۔ رسول خدا نے عمر کو جواب دیا کہ۔ کیا میں اسی سفر میں خانہ خدا تک پہونچنے کے لئے کہا تھا؟ عمر نے کہا۔ ،،نہیں،، پھر رسول مقبول نے عمر کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ،، آیا احد کا دن بھول گئے۔ جس دن تم بھاگ رہے تھے اپنے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور میں تمہیں پکار رہا تھا؟ کیا تم احزاب کا دن بھول گئے؟ کیا تم فلاں دن بھول گئے؟،،

،،مسلمانوں نے کہا اے اللہ کے رسول جو آپ نے سوچا ہے وہ ہم نے نہیں سوچا ہے۔ آپ خدا اور اس کے حکم کو ہم سے بہتر جانتے ہیں،،

اسی طرح جب صلح نامہ لکھا گیا تو عمر اپنی جگہ سے اٹھ کر رسول خد کے پاس آئے اور کہا،،

اے اللہ کے رسول۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا" بے شک ہم مسلمان ہیں" عمر نے کہا کہ " پھر دین خدا میں ہم کیوں ذلت اور پستی برداشت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔اس کے حکم کی مخالفت ہر گز نہیں کروں گا۔اور وہ بھی ہم کو تباہ نہیں کریگا۔

عمر بن خطاب نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی حدیبیہ کے دن کی طرح اسلام کے بارے میں شک نہیں کیا۔ مغازی واقدی ج۲ص ۶۰۷

ابوبصیر کی داستان اور شرط دوم کا ختم ہوجانا

ابوبصیر نامی ایک مسلمان جو مدت سے مشرکین کی قید میں زندگی گزار رہے تھے مدینہ بھاگ آئے قریش نے پیغمبر کے پاس خط لکھا اور یاد دلایا کہ صلح حدیبیہ کی شرط دوم کے مطابق ابوبصیر کو آپ واپس کردیں خط کو بنی عامر کے ایک شخص کے حوالہ کیا اور اپنے غلام کو اس کے ساتھ کردیا۔ رسول خدا نے جو معاہدہ کیا تھا اس کے مطابق ابوبصیر سے کہا تمہیں مکہ لوٹ جانا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے ساتھ حیلہ بازی سے کام لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ میں مطمئن ہوں کہ خدا تمہاری اور دوسروں کی آزادی کا وسیلہ فراہم کرے گا۔

ابوبصیر نے کہا کہ کیا آپ مجھ کو مشرکین کے سپرد کررہے ہیں تاکہ وہ مجھ کو دین خدا سے بھکادیں؟ رسول خدا نے پھر وہی بات دھرائی اور ان کو قریش کے نمائندہ کے سپرد کردیا۔ جب وہ لوگ مقام ذوالحلیفہ میں پہونچے تو ابوبصیر نے ان محافظین میں سے ایک کو قتل کردیا۔ اور اس کی تلوار اور گھوڑے کو غنیمت کے طور پر لے لیا اور مدینہ لوٹ آئے۔ جب رسول خدا کی خدمت میں پہونچے تو کہا۔ "اے اللہ کے رسول آپ نے اپنے عہد کو پورا کیا اور مجھے اس قوم کے سپرد کردیا میں نے اپنے دین کا دفاع کیا تاکہ میرا دین برباد نہ ہو"

ابوبصیر چونکہ مدینہ میں نہیں رہ سکے اس لئے آپ صحرا کی طرف چلے گئے اور دریائے سرخ کے ساحل پر مکہ سے شام کی طرف جانے والے قافلوں کے راستہ میں چھپ گئے اور دریائے سرخ کے

ساحل پر مکہ سے شام کی طرف جانے والے قافلوں کے راستہ میں چھپ گئے جو لوگ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور قرارداد کے مطابق مدینہ نہیں آسکتے تھے وہ ابوبصیر کے پاس چلے جاتے تھے رفتہ رفتہ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ گروہ قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرکے ان کو نقصان پہونچانے لگے۔ قریش نے اس آفت سے بچنے کے لئے پیغمبر کو خط لکھا اور ان سے عاجزانہ طور پر یہ خواہش کی کہ ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بلالیں اور پناہ گزینوں کو واپس کرنے والی شرط صلح نامہ کے متن سے حذف ہوجائے۔ سیرت ابن ہشام ج۳ص ۳۳۷

صلح حدیبیہ کے نتائج کا تجزیہ

۱-- پے درپے جنگ ایک دوسرے سے براہ راست ملاقات سے رکاوٹ بنی ہوئی تھی لیکن اس صلح نے فکروں کے آزادانہ ارتباط اور اعتقادی بحث و مباحثہ کا راستہ کھول دیا۔ یہ عرب معاشرہ میں اسلام کی نئی منطق اور دلوں میں اسلام کے نفوذ کی وسعت کا ذریعہ بنی اور وہ اس طرح کہ صلح حدیبیہ والے سال پیغمبر کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ اور فتح مکہ والے سال دس ہزار افراد رسول خدا کے ساتھ تھے۔

۲-- صلح کے ذریعہ داخلی امن و امان قائم ہوجانے کے بعد اسلام کی عالمی تحریک کو سرحدوں کے پار لے جانے اور عالمی پیغام کو نشر کرنے کے لئے رسول خدا کو موقع مل گیا۔

۳-- یہ صلح درحقیقت تحریک اسلامی کو مٹانے کے لئے وجود میں آنے والے ہرطرح کے نئے جنگی اتحاد کے لئے مانع بن گئی۔ لہذا لشکر اسلام کے لئے ایک ایسا موقع ہاتھ آگیا کہ وہ اپنے بڑے دشمنوں جیسے خیبر کے یہودی کو اپنے راستہ سے ہٹاسکیں۔

خاص کرصلح کے فوائد کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ،، پیغمبر کی زندگی میں کوئی واقعہ صلح حدیبیہ سے زیادہ فائدہ مند نہیں تھا۔ فروغ ابدیت ج ۲ص ۶۰۰

پیغمبر اسلام کے عالمی پیغام کا اعلان

محرم سنہ ۷ ہجری قمری

صلح حدیبیہ کے معاہدہ نے رسول خدا کو جنوب (مکہ) کی طرف سے مطمئن کر دیا اور اس اطمینان کے سبب عرب کے سربر آوردہ افراد کا ایک گروہ، اسلام کا گرویدہ ہو گیا۔ اس موقع پر اسلام کے عظیم رہنما نے فرصت کو غنیمت جانا اور اس زمانہ کے زمامداران حکومت، قبائل کے سردار اور اس وقت کے عیسائی مذہب کے رہبروں سے مذاکرہ اور مکاتبہ کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اپنے آئین کو جو ایک عالمی آئین ہے خدا کے حکم سے دنیا کی قوموں کے سامنے پیش کیا۔

رسول خدا نے جو خط، دعوت اسلام کے عنوان سے سلاطین، قبائل کے روساء اور اس زمانہ کی سیاسی و مذہبی نمایاں شخصیتوں کو تحریر فرمائے تھے وہ آپ کی دعوت کی حکایت کرتے ہیں۔

اس وقت ان ۱۸۵ خطوط کے متن موجود ہیں جن کو پیغمبر نے تبلیغ یا دعوت اسلام کے لئے بعنوان میثاق و پیمان لکھا تھا۔ الوثائق السیاسیہ

یہ خط دعوت و تبلیغ میں روش اسلام کو بتاتے ہیں کہ جس کی بنیاد منطق اور برہان پر ہے نہ کہ جنگ و شمشیر پر، جو حقائق ان خطوط میں پوشیدہ ہیں اور دلائل و اشارات و نصیحتیں اور راہنمائی جو رسول خدا نے دوسری قوموں کے سامنے پیش کی ہے، وہ اسلام کے عالمی پیغام ہونے اور ان کی دعوت کے طریقہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ڈپلومیٹک نکات کی رعایت

سلاطین کے پاس اور مختلف علاقوں میں رسول خدا کے بھیجے ہوئے افراد اور سفراء معارف

اسلامی سے آگاہ اور اس پر تسلط رکھنے کے ساتھ ساتھ ادب و سخن میں نظریہ رکھتے تھے اور اس زمانہ کے لوگوں کے معاشرتی اور دینی آداب و رسوم سے واقفیت رکھتے تھے۔ اس زمانہ کی طاقتوں کا سامنا کرنے میں عین یقین اور لہجہ کی صفائی کے ساتھ ان کی ظاہری وضع قطع بھی ڈپلومیٹک نکات کی رعایت کی حکایت کرتی تھی۔

رسول خدا نے ان خطوط کے ساتھ جس میں آپ کا عالمی پیغام منعکس تھا۔ ایران، روم، حبشہ، مصر، یمامہ، بحرین، اردن، اور حیرہ کی طرف ایک دن میں چھ چیدہ افراد کو روانہ فرمایا۔ طبقات ابن سعد

رسول خدا ان خطوط پر مہر (محمد رسول اللہ) جو کہ آپ کی انگوٹھی پر کھدا ہوا تھا'' لگایا کرتے تھے۔ ان خطوط کو بند کر کے مخصوص موم (لاک) سے چپکا دیا کرتے تھے۔ حوالۂ سابق

جس زمانہ میں آپ ان خطوط کو لکھ رہے تھے، اس زمانہ میں ایران و روم دو بڑی طاقتیں حکمراں تھیں اور دونوں اپنے اپنے ملک کا رقبہ بڑھانے کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بہت زبردست رقیب تھے اور ان دونوں طاقتوں نے سیاست کی نبض کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ قیصر روم کے نام رسول خدا کے خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول خدا کی طرف سے روم کے عظیم قیصر کے نام

سچائی اور ہدایت کا اتباع کرنے والوں پر سلام، میں تم کو دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام کو قبول کرلو تا کہ صحیح و سالم رہو اور خدا بھی تم کو (خود تمہارے ایمان کا اور تمہارے زیر نگین افراد کے ایمان کا) دوہرا اجر دے گا۔ اے اہل کتاب۔ میں تم کو اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ سوائے خدائے واحد کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ قرار دیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو رب نہ بنائے اور جب وہ لوگ رو گردانی کریں تو کہو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ آل عمران: ٦٤

محمد رسول اللہ تاریخ یعقوبی ج ٢ ص ٧٧

عبد اللہ بن حذافہ نے پیغمبر کا خط ایران کے دربار میں پہونچایا۔ جب مترجمین نے بادشاہ کے سامنے خط پڑھا تو وہ بھڑک اٹھا کہ محمد کون ہے جو اپنے نام کو میرے نام سے پہلے لکھتا ہے؟ اور پورا خط پڑھنے سے پہلے ہی اس نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

رسول خدا کا قاصد مدینہ واپس آیا اور اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا۔

"خدایا اس شخص نے میرا خط پھاڑ ڈالا تو اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

خسرو پرویز کی دوی گستاخی اور یمن کے لوگوں کا مسلمان ہونا

ساسانی بادشاہ نے طاقت کے نشہ میں چور ہو کر اپنے ہاتھ کی کٹھ پتلی یمن کے حاکم "باذان" کو لکھا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ مکہ میں کسی قریش نے نبوت کا دعوی کیا ہے تم دو دلیر آدمیوں کو وہاں بھیجو تا کہ وہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لائیں۔

حاکم یمن "باذان" نے مرکز کے حکم کے مطابق اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز روانہ کیا۔ جب وہ لوگ طائف پہونچے تو وہاں کے ایک شخص نے ان کی مدینہ تک راہنمائی کی وہ دونوں افراد مدینہ پہونچے اور باذان کا خط پیغمبر کو دیا۔ آپ کی عظمت وہیبت اور آپ کے اطمینان نے تعینات افراد کو وحشت میں ڈال دیا۔

جب پیغمبر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو لرزنے لگے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "کل میں اپنا نظریہ تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ اس کے دوسرے دن جب والیان یمن جواب لینے کے لئے پیغمبر کی خدمت میں پہونچے تو آپ نے فرمایا کہ "پروردگار عالم نے مجھے خبر دی ہے کہ کل رات جب رات کے سات گھنٹے گزر چکے تھے (۱۰ جمادی الاول سنہ ۷ ہجری کو) "خسرو پرویز" اپنے

بیٹے "شیرویہ" کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا تخت سلطنت پر قابض ہو گیا پھر رسول اللہ نے ان کو بیش قیمت ہدیہ دے کر یمن روانہ کیا۔ انہوں نے یمن کی راہ لی اور باذان کو اس خبر سے مطلع کیا

باذان نے کہا کہ "اگر یہ خبر سچ ہے تو، پھر یقیناً وہ آسمانی پیامبر ہے اور اس کی پیروی کرنی چاہیے' ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ شیرویہ کا خط حاکم یمن کے نام پہونچا اس میں لکھا تھا کہ "آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے خسرو پرویز کو قتل کر دیا اور ملت کا غم و غصہ اس بات کا باعث بنا کہ میں اس کو قتل کر دوں اس لئے کہ اس نے فارس کے اشراف کو قتل کر ڈالا اور بزرگوں کو متفرق کر دیا۔ جب میرا خط تمہارے ہاتھ میں پہونچے تو تم لوگوں سے میری بیعت لو اور اس شخص سے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور جس کے خلاف میرے باپ نے حکم دیا تھا' ہرگز سختی کا برتاؤ نہ کرنا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی نیا حکم تم تک پہونچے۔

شیرویہ کے خط نے اس خبر کی تائید کر دی جو رسول خدا نے عالم غیب سے اور وحی کے ذریعہ دی تھی۔ ایرانی نژاد حاکم باذان اور ملک یمن کے تمام کارندے جو ایرانی تھے، مسلمان ہو گئے اور یمن کے لوگ رفتہ رفتہ حلقۂ بگوش اسلام ہونے لگے۔ باذان نے رسول خدا کے نام ایک خط میں اپنے اور حکومت کے کارندوں کے اسلام لانے کی خبر پہونچا دی۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۴۶

بادشاہ حبشہ نجاشی کے نام پیغمبر کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے زمامدار حبشہ نجاشی کے نام ۔ تم پر سلام ہو، ہم اس خدا کی تعریف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی خدا نہیں' وہ خدا کہ جو بے عیب اور بے نقص ہے۔ اس کے بندے اس کے فرماں بردار اس کے غضب سے امان میں ہیں خدا اپنے بندوں کے حال کو دیکھنے والا اور گواہ ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب مریم کے فرزند عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جو پاکیزہ اور

زاہدہ مریم کے بطن میں تھے، خدا نے اسی قدرت سے جس سے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ان کو بغیر باپ کے ماں کے رحم میں پیدا کیا۔

میں تم کو ایک لاشریک خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم سے یہی چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ اسی خدا کے مطیع اور فرماں بردار رہو اور میرے پاکیزہ آئین کی پیروی کرتے رہو۔ اس خدا پر ایمان لاؤ جس نے مجھ کو رسالت پر مبعوث فرمایا۔

میں پیغمبر خدا ہوں، تم کو اور تمہارے لشکر والوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور اب اس خط اور سفیر کو بھیج کے میں اپنے اس عظیم فریضہ کو پورا کر رہا ہوں جو میں نے لے رکھا تھا اور تم کو پند و نصیحت کر رہا ہوں۔ سچائی اور ہدایت کے پیروؤں پر سلام۔

محمد رسول اللہ

نجاشی نے رسول خدا کے خط کو لیا آنکھوں سے لگایا۔ تخت سے نیچے اترا اور تواضع کے عنوان سے زمین پر بیٹھ گیا اور اس نے کلمہء شہادتین زبان پر جاری کیا اور پھر آنحضرت کے خط کے جواب میں اس نے لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط محمد رسول خدا کی طرف، نجاشی کی جانب سے ہے۔ اس کا درود و سلام آپ پر ہو جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور جس نے میری ہدایت کی حضرت عیسیٰ کے بشر اور پیغمبر ہونے کے مضمون کا خط آپ کا ملا۔ زمین و آسمان کے خدا کی قسم جو آپ نے بیان ___ فرمایا وہ حقیقت ہے۔ میں نے آپ کے دین کی حقیقت سے آگاہی حاصل کی اور مہاجر مسلمانوں کی مقتضیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی ضروری خدمت عمل میں آئی۔ اب میں اس خط کے ذریعہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے وہ فرستادہ اور سچے ہیں جس کی تصدیق آسمانی کتابیں کرتی ہیں۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی (جعفر بن ابی طالب) کے سامنے اسلام و ایمان و بیعت کے مراسم انجام دیئے اور اپنا پیغام و سلام پہونچانے کے لئے اپنے بیٹے "زارھا" کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور میں اعلان کرتا

ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی کا ضامن نہیں ہوں. آپ اگر حکم دیں تو میں خود آپ کی خدمت پرفیض میں حاضر ہوجاؤں آپ پر درود و سلام ہو.

نجاشی تاریخ طبری ج۳ ص ۲۴۸

دوسرے زمامداران حکومت کا موقف

مصر و یمامہ کے سربراہان مملکت میں سے ہر ایک نے تحفوں کے ساتھ رسول خدا کے خط کا جواب دیا لیکن ان میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوا.

مقوقس، مصر کے حاکم نے تحفوں کے ساتھ رسول خدا کے خط کا محترمانہ جواب دیا یمامہ کے حاکم نے جواب میں لکھا کہ میں اس شرط پر مسلمان ہونے کو تیار ہوں کہ رسول خدا کے بعد حکومت میرے ہاتھ میں ہو. اس پیش کش کی موافقت رسول خدا نے نہیں کی اور آپ نے فرمایا کہ یہ الٰہی امر ہے. طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۳

لیکن بحرین کا حاکم مسلمان ہو گیا اور رسول خدا نے اس کو اسی طرح باقی رکھا۔ اردن کے حاکم نے رسول خدا کے پیغمبر کے سامنے اپنی جنگی طاقت کا مظاہر کیا وہ مدینہ پر لشکر کشی کی فکر میں تھا اس وجہ سے اس نے مرکزی حکومت (روم) سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا لیکن جب اس نے قیصر روم کی بدلی ہوئی نگاہوں کو دیکھا تو اس بارے میں سب کچھ سمجھ گیا اور تمام سیاسی لوگوں کی طرح اس نے بھی اپنا موقف بدل دیا. سفیر پیغمبر کی دلجوئی کی اور تحفے اس کے حوالے کئے. سیرت حلبی ج ۳ ص ۲۵۵

خیبر کے یہودیوں سے جنگ کے اسباب

اسلام شروع ہی سے یہودیوں کی سازشوں اور کام بگاڑنے اور رخنہ اندازی کا شکار تھا. یہودیوں کا ایک گروہ مدینہ سے ۱۶۵ کیلو میٹر دور شمال میں خیبر نامی ایک ہموار اور وسیع جگہ پر سکونت

پذیر تھا کہ جہاں انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے نہایت مضبوط اور مستحکم سات قلعے بنا رکھے تھے' ان کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی ان میں جوان اور جنگجو افراد بہت زیادہ تھے۔

صلح حدیبیہ نے رسول خدا کو اس بات کا موقع دیا کہ عالمی پیغام کا اعلان کرنے کے علاوہ اس جزیرہ میں یہودیوں کے آخری خطرناک اڈہ کو بھی صاف کر دیں۔ اس لئے کہ پہلی بات تو یہ کہ سیاسی اور جنگی نکتۂ نظر سے خیبر ایک مشکوک اڈہ سمجھا جاتا تھا اور خیبر کے یہودیوں ہی نے جنگ احزاب کی آگ بھڑکائی تھی اس لئے ممکن تھا کہ وہ دوبارہ مشرکین کو بھڑکا دیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایران و روم ایسی بڑی طاقتوں سے یہودیوں کے بہت قریبی تعلقات تھے۔ اور ہر لحہ یہ اندیشہ تھا کہ ان بڑی طاقتوں کے ورغلانے یا ان کی مدد سے یہ لوگ اسلام کی جڑ کھود دیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ' صلح حدیبیہ کی وجہ سے یہودی یہ سوچنے لگے تھے کہ تیاری کے لحاظ اور جنگی اعتبار سے کمزور ہونے کی بنا پر انہوں نے یہ صلح نامہ قبول کیا ہے' لہٰذا وہ اس فکر میں تھے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریک اسلام کو ناگہانی چوٹ پہونچائی جائے۔ ہر چند کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ نے قریش و یہود کے جنگی اتحاد کے امکان کو ختم کر دیا تھا لیکن دوسرے قبائل تھے جو یہودیوں کے امکانی حملہ میں اہم ثابت ہو سکتے تھے۔ یہ وجوہات تھے جو اس بات کا سبب بنے کہ رسول خدا یہودیوں کی سرکوبی کے لئے پیش قدمی کریں اور آتش فتنہ کو خاموش کر دیں۔

لشکر توحید کی روانگی

یکم ربیع الاول سنہ ۷ ہجری قمری

رسول اکرم سولہ سو جاں بازوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور ہمیشہ کی طرح دشمن کو غافل رکھنے کے لئے مقام رجیع پہونچے۔ یہ ایک چشمہ ہے جو کہ خیبر و غطفان کی سرزمین کے درمیان واقع ہے اور غطفان کی ملکیت ہے۔ چنانچہ اس طرح آپ نے دشمن کو بھی غافل بنا دیا اور دو جنگی ہم

پیمان یعنی خیبر کے یہودیوں اور غطفان کے اعراب کے درمیان جدائی ڈال دی۔

اطلاعات کی فراہمی

رسول خدا نے روانگی سے قبل لشکر اسلام کے آگے عباد بن بشیر کو چند سواروں کے ساتھ دشمن کے لشکر کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں کو یہ کامیابی ملی کہ انہوں نے ایک یہودی جاسوس کو گرفتار کر لیا اور اس کو دھمکا کے اس سے یہودیان خیبر کے جنگی اہم راز اور یہودیوں کی خوف زدگی کی اطلاع حاصل کر لی۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۴۰

خیبر کا مضبوط قلعہ راتوں رات مسلمانوں کے محاصرہ میں آگیا۔ صبح سویرے خیبر کے یہودی مسلمانوں کے حملہ اور محاصرہ سے غافل قلعہ سے باہر نکلے اور اپنا بیلچہ وغیرہ لے کر اپنے کھیتوں اور نخلستانوں کی طرف چل پڑے کہ اچانک مسلمانوں پر نظر پڑی جو خیبر کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ڈر کے مارے قلعۂ خیبر کی طرف بھاگے اور آواز دی "محمد ہم سے لڑنے آئے ہیں"۔ مغازی ج ۲ ص ۶۴۲

جنگی اعتبار سے مناسب جگہ پر لشکر گاہ کی تعیین

ابتدا میں لشکر اسلام نے خیموں کو نصب کرنے کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کیا لیکن یہ جگہ بہت زیادہ مرطوب ہونے کے علاوہ صحت و صفائی کے اعتبار سے بھی نامناسب اور یہودیوں کے تیروں کی زد پر واقع تھی۔ جب یہ جگہ جنگی اعتبار سے مناسب معلوم نہ ہوئی تو رسول خدا نے اپنے اصحاب سے مشورہ کر کے نخلستان کی پشت پر مناسب ترین رجیع نامی جگہ کو لشکر گاہ کے لئے معین فرمایا اور کچھ سپاہیوں کو اس جگہ کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا۔ انہوں نے بھی باری باری لشکر گاہ کی نگہبانی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ حوالۂ سابق

لشکر کے لئے طبی امداد رسانی کا انتظام

زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے والی نسیبہ نامی عورت چند ایسی عورتوں کے ساتھ جو اس فن سے آشنا تھیں مدینہ سے لشکر اسلام کے ہمراہ آئی تھیں اور لشکر گاہ کی پشت پر جنگی مجروحین کی مرہم پٹی کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا اور وہ عورتیں اور جانبازوں کی مدد کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ مغازی ج۲ ص ۶۸۵

جدید اطلاعات

مقام رجیع میں ایک سپاہی نے جو بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا تھا اپنے کو لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا اور کہنے لگا کہ وہ اگر کچھ خبریں لشکر اسلام کو دے تو کیا اس کو امان ملے گی؟ جب اس کو امان دی گئی تو اس نے بہت سے جنگی راز فاش کر دیئے۔ اس نے بتایا کہ یہودیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے۔ پھر ان لوگوں کی رہنمائی اس نے قلعوں اور حصاروں تک کی

خیبر میں سات قلعے تھے جن کے نام ہیں۔ ناعم، قموص، کتیبہ، نطاۃ، شق، وطیح، سلالم، ان قلعوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ رجیع کو لشکر گاہ کے عنوان سے منتخب کر لینے اور وہاں سات دن ٹھہرنے کے بعد لشکر اسلام دن میں قلعوں پر حملہ کرتا اور راتوں کو اپنی قیام گاہ پر واپس آجاتا تھا۔ جنگ کے پہلے دن جانبازان اسلام کے پچاس آدمی تیروں سے مجروح ہوئے علاج کے لئے ان کو اس خیمہ میں پہونچایا گیا جو اسی لئے نصب کیا گیا تھا۔

بالآخر سات دنوں کے بعد ناعم نامی پہلا قلعہ فتح ہوا اس کے بعد رفتہ رفتہ سارے قلعے لشکر اسلام کے قبضہ میں آ گئے۔

ان قلعوں میں سے ایک قلعہ کی فتح میں وہ یہودی عورت اسیر ہوئی جس نے لشکر اسلام کے لئے اطلاعات فراہم کرنے میں مدد دی تھی۔ رسول اکرم نے اس کو اس کے شوہر کے حوالہ کر دیا۔

سردار کے حکم سے روگردانی

جب رسول خدا حصار ناعم کے قریب پہونچے تو آپ نے لشکر کو صف آرا کیا اور فرمایا کہ جب تک میرا کوئی حکم نہ پہونچے اس وقت تک اپنی مرضی سے جنگ نہ کرنا۔ اس موقع پر ایک سپاہی نے خود سرانہ طور پر ایک یہودی پر حملہ کر دیا لیکن یہودیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ جاں بازوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ یہ شہید محسوب ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ "منادی بہ آواز بلند اعلان کر دے کہ جو اپنے کمانڈر کے حکم سے سرتابی کرے۔ بہشت اس کے لئے نہیں ہے۔" مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۴۹

دوسری جنگی ٹیکنیک

سارے لشکر اسلام کی کمان رسول خدا کے ہاتھوں میں تھی اور آنحضرت کے فرمان کے مطابق ایک عمدہ جنگی ٹیکنیک کے ساتھ لشکر اسلام ایک ایک قلعہ کا محاصرہ کرتا جارہا تھا اور اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ جس قلعہ کا محاصرہ ہوچکا ہے اس کا رابطہ دوسرے قلعہ سے منقطع ہوجائے اور اس قلعہ کو فتح کر لینے کے بعد دوسرے قلعہ کا محاصرہ کرتا تھا۔

وہ قلعے جن کا ایک دوسرے سے ارتباط تھا، یا وہ قلعے جن کے اندر کے جنگجو زیادہ مقاومت کا ثبوت دیتے تھے وہ قلعے ذرا دیر میں فتح ہوتے تھے۔ لیکن وہ قلعے جن کا آپس میں رابطہ بالکل منقطع ہوجاتا تھا وہ کمانڈروں کے رعب و خوف سے کم مقاومت کر پاتے تھے اور ان کو فتح کرنے میں قتل و خونریزی بھی کم ہوتی تھی۔ تاریخ التمدن الاسلامی ج ا ص ۶۱

علی علیہ السلام فاتح خیبر

قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہوگئے صرف دو قلعہ باقی رہ گئے اور یہودی ان قلعوں کے اوپر سے مسلمانوں پر بڑی تیزی سے تیر برسا رہے تھے۔ رسول خدا نے اپنے اصحاب میں سے ایک صحابی (ابو بکر) کو لشکر کی سرداری دیکر قلعہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا اور ان کے ہاتھوں میں پرچم دیا۔ لیکن وہ بغیر

پیش قدمی کے شکست کھا کر پلٹ آئے۔

دوسرے دن پیغمبر نے پرچم لشکر دوسرے صحابی (عمر) کے حوالہ کیالیکن وہ بھی پیش قدمی نہ کرسکے اور شکست کھا کر واپس آ گئے۔

تیسرے دن رسول خدا نے پرچم کو سعد بن عبادۃ کے حوالہ کیالیکن وہ بھی شکست سے دوچار ہوئے خود وہ اوران کالشکر بھی زخمی ہو گیااور وہ بھی بیٹھ رہے۔

رسول خدا نے کہا کہ ،، کل میں علم اس کے حوالے کروں گا جس کو خدااور اس کارسول دوست رکھتا ہو گااور وہ بھی خدااور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ شکست کھانے والااور بھاگنے والانہیں ہے، خدااس کے دونوں ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔

رات ختم ہوئی صبح نمودار ہوئی۔ رسول خدا نے علی (ع) کو بلانے کے لئے بھیجا آپ، آنحضرت کی خدمت میں تشریف لائے جبکہ آپ کی آنکھوں میں درد تھاچنانچہ فرمایا،، حضور نہ میں دشت کو دیکھ پا رہاہوں اور نہ کوہ کو،، پھر آپ پیغمبر کے قریب پہونچے آنحضرت نے فرمایا،،اپنی آنکھیں کھولو،، رسول خدا نے اپنا لعاب دہن علی کی آنکھوں میں لگایا تو آنکھیں شفایاب ہوگئیں پھر آپ نے پرچم علی کو دیااوران کی کامیابی کے لئے دعا کی، امیر المومنین علی قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علی کی سرکردگی میں جب لشکر قلعہ کے نزدیک پہونچا تو مرحب کے بھائی حارث نے اپنے مشاق اور تیز رفتار شہ سواروں کیساتھ لشکر اسلام پر حملہ کیا، مسلمان بھاگے علی تنہا اپنی جگہ جمے رہے، علی کی تلوار کی ضرب نے اپنا کام کیااور حارث ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ یہودیوں پر خوف و وحشت طاری ہوگیااور وہ قلعہ کے اندر بھاگ گئے قلعہ کے دروازہ کو مضبوطی سے بندکرلیا۔ مسلمانوں نے جب یہ منظر دیکھا تو پھر میدان میں پلٹ آئے، ایسے موقع پر خیبر کا مشہور پہلوان حارث کا بھائی اپنے بھائی کی موت سے بے تاب ہو گیا، اسلحہ میں غرق، غصہ میں بھرا رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر کود پڑا۔

وہ کہہ رہا تھا ،،خیبر مجھے جانتا ہے میں مرحب ہوں اسلحہ میں غرق، آزمودہ کار پہلوان ہوں،

کبھی میں نیزے سے وار کرتا ہوں کبھی شمشیر سے جب شیر غصہ کے عالم میں ہوتے ہیں (اس وقت بھی) کوئی میری ممنوعہ جگہ سے قریب نہیں ہوتا۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۵۳ و ۵۴

علی نے اس کے جواب میں فرمایا۔

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے میں بہادر ہوں اور کچھاروں کا شیر ہوں ارشاد مفید ص ۶۷

اس کے بعد زبردست جنگ شروع ہوئی، شمشیر علی مرحب کے سر میں در آئی اس کی سپر پتھر کے خود اور اس کے سر کو دنتوں تک دو ٹکڑے میں تقسیم کردیا۔ یہ ضربت ایسی خطرناک تھی کہ اس کو دیکھ کر۔ یہودیوں کا ایک گروہ بھاگ کھڑا ہوا اور قلعہ کے اندر جا چھپا اور بقیہ افراد علی کے ساتھ دست بدست جنگ میں مارے گئے۔

علی نے شیر کی طرح یہودیوں کا پیچھا قلعہ کے دروازہ تک کیا پھر قلعہ کے دروازہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے اکھاڑ لیا اور اس کو جنگ کے اختتام تک سپر کی طرح استعمال کرتے رہے پھر اس کو اس خندق کے اوپر رکھ دیا۔ جو قلعہ کے چاروں طرف کھدی ہوئی تھی مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۵۵

یہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ لشکر اسلام کے آٹھ سپاہی اس کو نہ اٹھا سکے حضرت علی اس اعجازی قوت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''میں نے ہرگز بشری قوت سے اس کو نہیں اکھاڑا ہے بلکہ خداداد قوت کے زیر اثر اور روز جزا پر ایمان کی بنا پر یہ کام کیا ہے بحارالانوار ج ۲۱ ص ۲۶

علی کی شجاعت، بہادری اور ان کے ہاتھوں کی طاقت سے خیبر کی فتح اور دوسروں کی ناطاقتی کے بارے میں۔ بہت سی حدیثیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں ان ماخذوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

طرفین کے خسارے کا تخمینہ

آخری قلعہ کی فتح کے بعد یہودی ہار گئے، لشکر اسلام کی جیت ہوئی اس جنگ میں یہودیوں کے ۹۳ سے زیادہ بڑے بڑے، جنگجو افراد ہلاک ہوئے جبکہ شہداء اسلام کی تعداد ۲۰ افراد سے آگے نہ بڑھی۔۱۰ اسی طرح قلعوں میں حملہ کے نتیجہ میں کچھ یہودی لشکر اسلام کی اسیری میں آئے۔

اسیروں کے ساتھ اچھا برتاؤ

قلعوں میں سے جب ایک قلعہ فتح ہوا تو حی ابن اخطب کی بیٹی صفیہ اور ایک دوسری عورت اسیر ہوئی تو بلال ان دونوں کو ادھر سے رسول کی خدمت میں لائے۔ جہاں یہودیوں کے مقتولین کی لاشیں پڑی تھیں۔ پیغمبر اٹھے اور انہوں نے صفیہ کے سر پر عبا ڈال دی اور ان دونوں عورتوں کے آرام کے لئے لشکر گاہ میں ایک جگہ معین فرمادی پھر بلال سے سخت لہجہ میں کہا'' کیا تمہارے دل سے بالکل مہر و محبت ختم ہو گئی ہے کہ تم نے ان دونوں عورتوں کو ان کے عزیزوں کے پاس سے گزارا؟ "صفیہ کے دل پر پیغمبر کی محبت نے بڑا اثر کیا بعد میں صفیہ پیغمبر کی باوفا بیویوں کے زمرہ میں شامل ہوئیں۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۷۳

کامیابی کے بعد درگزر

تاریخ کے فاتحین نے جب بھی دشمن پر کامیابی حاصل کی تو انہوں نے شمشیر انتقام سے اپنے کینہ کی آگ کو بجھایا اور دشمن کی تباہی میں بڑی بے رحمی کا ثبوت دیا ہے لیکن خدا رسیدہ افراد نے کامیابی کے موقع پر دشمنوں کے ساتھ نہایت لطف و محبت کا سلوک کیا ہے۔ فتح خیبر کے بعد، خیبر کے جن افراد نے زیادہ مال صرف کر کے احزاب کی عظیم شورش برپا کی تھی اور اسلام کو خاتمہ

کے دہانہ پر لا کھڑا کیا تھا ان کے سروں پر پیغمبر رحمت کے لطف و عطوفت کا سایہ رہا آپ نے ان کو یہ اجازت دی کہ وہ لوگ سر زمین خیبر کی آمدنی کا آدھا حصہ مسلمانوں کو دیں.

آنحضرت نے فتح کے موقع پر نیزہ کے زور سے ہر گز ان پر اسلام مسلط نہیں کیا یہاں تک کہ آپ نے ان کے مذہبی شعائر اور رسوم کی ادائیگی پر بھی کوئی پابندی عائد نہ کی. حوالۂ سابق

خیبر کی غنیمتیں

قلعہ خیبر فتح کر لینے اور یہودیوں کو خلع سلاح کرنے کے بعد کافی مقدار میں ہتھیار اور جنگی ساز و سامان، یہودیوں کے جمع کئے ہوئے خزانے کہ جن میں بہت زیادہ زیورات، کھانے کے برتن، کپڑے بہت سے چوپائے اور کھانے پینے کے دوسرے بہت زیادہ سامان ہاتھ لگے. جو کہ لشکر اسلام کو غنیمت کے طور پر ملے.

رسول خدا نے حکم دیا کہ سپاہیوں میں سے ایک شخص جانبازان اسلام کے درمیان اعلان کرے کہ ''ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ مال غنیمت کو، بیت المال میں لا کر جمع کر دے. چاہے وہ ایک سوئی اور تاگا ہی کیوں نہ ہو. اس لئے کہ خیانت ننگ و عار ہے اور قیامت میں اس کی سزا آگ ہے. مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۸۰

پھر عادلانہ تقسیم کے لئے تمام مال غنیمت ایک جگہ جمع ہوا اور آنحضرت نے حکم دیا کہ اس میں سے کچھ نقد کی صورت میں لوگ تبدیل کر لائیں.

"فروہ" جو مال غنیمت بیچنے کے کام پر مامور کئے گئے تھے، انہوں نے مال غنیمت میں سے ایک دستار دھوپ سے بچنے کے لئے اپنے سر پر باندھ رکھی تھی. وہ فراغت کے بعد بے خبری کے عالم میں اپنے خیمے میں چلے گئے وہاں ان کو ایک دم دستار کا خیال آیا تو فوراً ہی خیمے سے باہر نکلے اور اس دستار کو مال غنیمت کے ڈھیر میں رکھ دیا. جب رسول خدا کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا'' یہ آگ کی ایک دستار تھی جو تم نے اپنے سر پر باندھ رکھی تھی. حوالۂ سابق

مال غنیمت میں خیانت کی سزا

سپاہیوں میں سے "کرکرہ" نامی ایک شخص رسول خدا کے مرکب کی نگہبانی پر مامور تھا لوٹتے وقت اس کو ایک تیر لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ رسول خدا سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا" کرکرہ "شہید ہے؟ آپ نے فرمایا" وہ بھی مال غنیمت میں سے عبا چرانے کے جرم میں اب آگ میں جل رہا ہے"

اس موقع پر ایک شخص نے پیغمبر سے کہا کہ "میں نے بغیر اجازت کے ایک جوڑا جوتا مال غنیمت سے لے لیا ہے" آنحضرت نے فرمایا" واپس کر دو۔ ورنہ قیامت میں آگ کی صورت میں یہ تمہارے پیروں میں ہو گا۔ حوالۂ سابق

مال غنیمت کی تقسیم

خمس نکالنے کے بعد، جانبازان اسلام کے درمیان مال غنیمت تقسیم ہوا۔ ان عورتوں کو جنھوں نے لشکر اسلام کی کمک اور ان کی تیمار داری کی تھی رسول خدا نے بیش قیمت گلوبند وغیرہ عطا فرمائے۔ حوالۂ سابق

ایک شخص کو ایک خرابہ سے دو سو درہم ملے پیغمبر نے اس کا خمس نکال لیا اور بقیہ اس کو دیدیا۔

لشکر اسلام خیبر سے کوچ کرنے والا ہی تھا کہ جعفر ابن ابی طالب حبشہ سے واپس آگئے جب آپ نے رسول خدا کو مدینہ میں نہیں دیکھا تو خیبر کی طرف چل پڑے۔ آنحضرت جعفر کی واپسی پر بہت خوش ہوئے سات قدم ان کے استقبال کے لئے بڑھے اور فرمایا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس بات کے لئے زیادہ خوشی مناؤں فتح خیبر کے لئے یا جعفر کی واپسی کے لئے[1]

[1]: مغازی واقدی جلد ۲ ص ۶۸۳ - زاد المعاد جلد ۳ ص ۳۳۳ - سنن ابی داؤد (۲۷۴۵) صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۷

خیبر کے حملہ کے نتائج

خیبر کا حملہ، اسلام سے ٹکرانے کے لئے یہودیوں کی اقتصادی اور جنگی اہم طاقتوں کے گھٹ جانے کا باعث بنا۔ اس حملے کے دوسرے نتائج میں یہ ہے کہ، یہودیوں کے ایک دوسرے گروہ کے ہتھیار ڈال دینے کی بدولت مشرکین کی فوج میں خوف و ہراس پھیل گیا اور تحریک اسلام کی مزید پائیداری ہوئی۔

خیبر میں لشکر اسلام کی کامیابی کے اسباب

۱۔۔ حملہ کے نقشہ اور موثر جنگی ٹیکنیک کا استعمال

۲۔۔ پیغمبر اسلام کی دقیق اور حکیمانہ سپہ سالاری اور لشکر اسلام کا سپہ سالار کے حکم پر مکمل عمل۔

۳۔۔ جنگی حکمت والی مناسب جگہ پر ڈٹے رہنا

۴۔۔ خیبر کے کامل محاصرہ تک لشکر اسلام کی مکمل پوشید گی

۵۔۔ دشمن کے حالات کی اطلاع اور ہر قلعہ میں لشکر کی تعداد و کیفیت کے بارے میں مکمل معلومات

۶۔۔ علیؑ کی بے امان جنگ، ایسی جنگ کہ دشمن کے نقصانات میں سے آدھا نقصان دست زبردست حیدر کرار کی توانائی کا نتیجہ تھا۔

فدک

خیبر سے ایک منزل اور مدینہ سے ۱۴۰ کیلومیٹر دور کچھ یہودی فدک نامی ایک قصبہ میں رہتے تھے۔ یہ لوگ خیبر کے یہودیوں کے انجام سے ڈر گئے اور خدا نے ان کے دل میں خوف و دہشت بڑھا دی اس وجہ سے انھوں نے پیغمبر کے نمائندہ کے جواب میں ایک شخص کو قرار داد صلح طے کرنے کے لئے رسول خدا کے پاس بھیجا اور آنحضرت سے یہ معاہدہ کیا کہ آدھا فدک وہ ان کے حوالہ کردیں گے۔ اور اس میں کھیتی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی آمدنی ان کے حوالہ کریں گے۔ مغازی ج۲ص۷۰۶

رسول خدا نے فدک فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو عطا کر دیا۔ فدک کی سالانہ آمدنی، ۲۴۰۰۰ درہم تھی جناب فاطمہ (س) اس آمدنی کا بیشتر حصہ بے سہارا لوگوں کی امداد اور اجتماعی مصالح ایسے امور خیر میں صرف کرتی تھیں۔ پژوہشی عمیق از زندگانی علیؑ ص ۲۶۱ - ۲۶۶۔

غزوہء وادی القری سنہ ۷ ہجری قمری

خیبر کی جنگ ختم ہونے کے بعد رسول خدا مدینہ سے ۳۵۰ کیلو میٹر دور وادی القری کی طرف روانہ ہوئے جو کہ یہودیوں کا ایک ___ اہم مرکز شمار کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ ان کا قلعہ چند دنوں تک لشکر اسلام کے محاصرہ میں رہا۔ انجام کار فتح و کامرانی کے بعد آنحضرت نے ان کی زمینوں کو انہیں کے قبضہ میں رہنے دیا اور وہی معاہدہ جو خیبر کے یہودیوں سے ہوا تھا ان سے بھی طے پایا۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۶ و ۱۷

تیماء (سنہ ۷ ہجری قمری)

مسعودی کی تحریر کے مطابق "تیماء" کے لوگ یہودی اور رسول خدا کے دشمن تھے جب ان لوگوں نے وادی القری کے فتح کی خبر سنی تو رسول خدا سے صلح کرلی اور جزیہ دینے پر تیار ہو گئے اس طرح سے جزیرۃ العرب سے یہودیوں کی طرف سے جنگی خطرہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔

خیبر کے سرایا

خیبر کی فتح کے بعد رسول خدا اپنے دیرینہ دشمن کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور مدینہ میں وہ اطمینان و سکون ہوا جو پہلے نہ تھا۔ صفر سے لے کر ذی القعدہ تک چند مہینوں کی مدت میں آپ نے صرف چھ گروہ اطلاعات حاصل کرنے کے لئے یا ان بکھرے دستوں اور جماعتوں کی تنبیہ و سزا کے لئے جنھوں نے داخلی امن و امان میں رخنہ ڈال رکھا تھا۔ روانہ فرمائے ان سرایا کے علاوہ اور کوئی دوسرا جنگی حملہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔

مکہ کی طرف (عمرۃ القضاء)

یکم ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری قمری کو

صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد صلح نامہ کی شرط کے مطابق مسلمان عمرہ کے ارکان بجالانے کے لئے تین روز تک مکہ میں ٹھہرنے کے مجاز ہوئے۔ رسول خدا لشکر اسلام کے دو ہزار افراد کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان میں وہ افراد بھی تھے جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ جو خیبر میں شہید ہوگئے یا وفات پاگئے اور کچھ دوسرے لوگ بھی تھے جو اس سفر میں شریک ہونے کے لئے آمادہ ہوگئے تھے۔

قرارداد کے مطابق چونکہ ایک مسلمان سوائے ایک تلوار کے (جو مسافر کا اسلحہ سمجھا جاتا تھا) اپنے ساتھ زیادہ ہتھیار نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لئے رسول خدا نے ممکنہ خطرہ سے بچنے کے لئے لشکر اسلام کے ایک سردار کو دو سو جاں بازوں کے ساتھ کافی اسلحہ کے ساتھ آگے بھیج دیا تاکہ وہ لوگ "مرالظہران" پر مکہ سے ۲۲ کیلومیٹر شمال میں ٹھہریں اور درہ میں آمادہ رہیں۔

مسلمان، مکہ کے قریب پہونچے، رسول خدا ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور عبداللہ ابن رواحہ اس کی مہار تھامے ہوئے تھے اور فخر کے ساتھ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

دو ہزار مسلمان خاص شان و شوکت کے ساتھ جبکہ ان کی آواز فرط شوق سے لرز رہی تھی "لبیک اللھم لبیک" کی آواز بلند کرتے جا رہے تھے۔ اب برسوں بعد، کعبہ کی زیارت کی توفیق ان لوگوں کو نصیب ہوئی تھی۔

قریش نے شہر مکہ خالی کردیا تھا وہ پہاڑ کی بلندیوں سے مسلمانوں کی جمعیت کو دیکھنے میں مشغول تھے۔ مسلمانوں کی صدائے لبیک کی پرشکوہ گونج نے ان کے دلوں پر وحشت طاری کردی تھی، عمرہ ادا کرنے کے بعد احتیاطی فوج کے دستہ نے اپنی جگہ دوسرے گروہ کو دے دی انہوں نے عمرہ کے فرائض انجام دیئے۔

مکہ میں سہ روزہ اقامت کی مہلت تمام ہوئی۔ قریش نے ایک شخص کو رسول خدا کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ جتنی جلدی ہو سکے مکہ سے نکل جائیں۔

اس سفر میں رسول خدا نے مکہ کے شمال میں ۱۲ کیلو میٹر کے فاصلہ پر مقام "سرف" میں جناب میمونہ سے عقد فرمایا اور اس طرح آپ نے قریش کے درمیان اپنی حیثیت اور زیادہ مضبوط کرلی۔ عمرۃ القضاء کے بعد سنہ ۷ ہجری میں اور چار دوسرے سرایا پیش آئے۔

جنگ موتہ

یکم جمادی الاول سنہ ۸ ہجری قمری

عالمی استکبار سے پہلا مقابلہ

رسول اکرم نے بادشاہ "بصری" کے پاس ایک سفیر بھیجا فرستادۂ رسول خدا جب سرحد شام میں سرزمین موتہ پر پہونچا تو اس دیار کے حاکم نے سفیر کو قتل کردیا اور ماہ ربیع الاول میں جو ۱۶ مبلغین پیغمبر کی طرف سے مقام "ذات اطلاح" کے سفر پر مامور کئے گئے تھے وہ اس سرزمین کے لوگوں کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے۔ ان میں سے ایک آدمی زخمی ہوا اور لاشوں کے بیچ گر پڑا۔ پھر کسی طرح وہ مدینہ پہونچا۔ طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۸

یہ دونوں واقعات اس بات کا سبب بنے کہ رسول خدا موتہ کی طرف ایک لشکر روانہ فرمائیں۔ جہاد کا فرمان صادر ہوتے ہی تین ہزار مسلمان جمع ہوگئے رسول خدا نے لشکر کے سپہ سالاروں کو درج ذیل ترتیب دی۔

جب تک زید بن حارث زندہ ہیں وہ تمہارے سپہ سالار رہیں گے۔ اگر زید شہید ہوگئے تو پھر جعفر ابن ابی طالب اور اگر وہ بھی شہید ہوگئے تو عبداللہ بن رواحہ اور اگر وہ بھی شہید ہوگئے تو مسلمان اپنے درمیان سے خود ہی ایک سپہ سالار کا انتخاب کرلیں۔

کیوں روتے ہو؟

لشکر کی روانگی کے وقت اہل مدینہ رسول خدا کے ساتھ جانبازان اسلام کو رخصت کرنے کے لئے جمع ہوئے عبداللہ ابن رواحہ گھوڑے پر سوار تھے اور آگے اپنے بیٹے کو سوار کئے ہوئے تھے اور اسی حالت میں شدت کے ساتھ گریہ فرما رہے تھے۔ لوگوں نے سوچا کہ وہ زن و فرزند کی محبت اور ان سے جدائی کے غم میں یا موت کے خوف سے رو رہے ہیں۔ عبداللہ ابن رواحہ جب لوگوں کے گمان کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے سر اٹھایا "اے لوگو۔ میرا گریہ زندگی اور زن و فرزند و خاندان کی محبت میں نہیں ہے میں شہادت سے نہیں ڈرتا ہوں اور نہ اس وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ میرے گریہ کا سبب قرآن کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔

وان منکم الّا واردُھا کان علیٰ ربّک حتماً مقضیاً ثم ننجی الّذین اتّقوا و نذر الظالمین فیھا

"تم میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہے گا جز اس کے کہ دوزخ میں جائے اور یہ تمہارے پروردگار کا حتمی حکم ہے۔ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہم ان افراد کو جو خدا ترس اور با تقوا تھے، نجات دیں گے اور ستم گاروں کو اس میں چھوڑ دیں گے تا کہ وہ گھٹنوں کے بل آگ میں گر پڑیں۔

مجھے اطمینان ہے کہ مجھے جہنم میں لے جایا جائے گا۔ لیکن مجھے یہ کیسے پتہ چلے کہ نجات دی جائے گی۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۵

پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ شہر کے دروازہ تک مجاہدین کو رخصت کیا اور فرمایا۔ "دفع اللہ عنکم و ردکم سالمین غانمین" یعنی خدا تمہارا دفاع کرے اور تم کو سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس پلٹائے۔ لیکن عبداللہ ابن رواحہ نے جواب میں شعر پڑھا جس کا مطلب تھا۔ میں خداوند رحمان سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس سے شمشیر کی ایسی ضربت کا خواہاں ہوں جو میری حیات کو ختم کردے۔ حوالہ سابق

خدا حافظ کہتے وقت عبداللہ بن رواحہ نے پیغمبر سے نصیحت کرنے کی خواہش کی، حضرت

نے فرمایا" جب تم ایسی سرزمین پر پہونچو جہاں اللہ کی عبادت کم ہوتی ہے تو اس جگہ زیادہ سجدہ کرو"

عبداللہ نے کہا کچھ اور نصیحت فرمائیں، رسول خدا نے فرمایا" خدا کو یاد کرو، خدا کی یاد مقصد تک پہونچنے میں تمہاری مدد گار ہے۔ مغازی واقدی ج۲ ص ۷۱۱

رسول خدا نے لشکر کے امیروں کو حکم دیا کہ" خدا کے نام سے اس کی راہ میں جنگ کرو اور جو خدا کا انکار کرے اس سے لڑو۔ دھوکہ بازی نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو۔ جب مشرکین سے سامنا ہو تو تین چیزوں میں سے ان کو ایک کی دعوت دو اور وہ ان میں سے جب کسی ایک کو قبول کرلیں تو ان سے دست بردار ہو جاؤ۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اگر وہ قبول کرلیں تو ان سے جنگ نہ کرو۔ دوسرے ان سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ اپنی زمین سے چلے جائیں اور ہجرت کریں۔ اگر وہ قبول کرتے ہیں تو ان کے لئے وہی حقوق ہیں جو دوسروں کے لئے ہیں۔ تیسرے اگر ان دونوں باتوں کے قبول کرنے سے انکار کریں تو جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو اگر ان تمام باتوں سے سرتابی کریں تو خدا سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو۔ حوالۂ سابق ج ص ۷۵۷

دو طاقتوں کی جنگ

لشکر اسلام موتہ کی جانب روانہ ہوا۔ جنوب عمان میں ۲۱۲ کیلومیٹر دور مقام "معان" پر پہونچتے ہی خبر ملی کہ بادشاہ روم "ہرقل" ایک لاکھ سپاہیوں کو "بلقاء" کے علاقہ میں سرزمین "مآب" تک بڑھا لایا ہے۔ اور اس علاقہ کے ایک لاکھ عرب جنگجو رومیوں کی مدد کے لئے لشکر روم سے آملے ہیں۔

یہ خبر امیرانِ لشکر کے آپس میں مشورہ کا سبب بنی۔ شروع میں تو ان کا یہ ارادہ تھا کہ اس واقعہ کی خبر پیغمبر کو دی جائے اور ان سے معلوم کیا جائے کہ کیا کرنا چاہیئے لیکن عبداللہ ابن رواحہ نے اپنی شجاعانہ اور تند تقریر سے ان کو اس فکر سے باز رکھا۔ آپ نے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے کہا "اے لوگو۔ خدا کی قسم، جو چیز تمہیں اس وقت ناپسند ہے اسی کو طلب کرنے کے لئے تم نکلے ہو یہ وہی شہادت ہے جس کے شوق میں تم نے سفر کی زحمت برداشت کی ہے ہم نے کیا بڑے گروہ،

کثیر جماعت اور دشمن کے لشکرِ فروان سے جنگ نہیں کی؟ ہم ایمان کی طاقت سے لڑتے ہیں جس کی بدولت خدا نے ہم کو بزرگی دی ہے۔ اٹھو اور اپنے راستہ پر چل پڑو ہمارے سامنے دو اچھے (احد الحسنین) راستے ہیں۔ یا فتح یا شہادت سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۷

عبداللہ ابن رواحہ کی شعلہ بار تقریر کے بعد لشکر اسلام ٹڈی دل لشکر کی طرف چل پڑا اور بلقاء کی سرحد پر روم کا دو لاکھ کا لشکر تین ہزار مجاہدین سے روبرو ہوا۔

لشکر اسلام کی بے امان جنگ شروع ہوئی اور اللہ والے جو شہادت کو بقاء کا راز سمجھتے تھے۔ شہادت کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔

لشکر اسلام کے دلبر سردار جعفر ابن ابی طالب کی شہادت

جنگ کے شور و غل میں جعفر ابن ابی طالب نے پرچم اپنے ہاتھ میں لیا اور مردانہ وار قلبِ لشکرِ کفر پر حملہ کر دیا اور ان کے نرغہ میں گھر گئے آپ نے اپنے گھوڑے کو پے کر دیا تا کہ وہ ان کے ہاتھ نہ آسکے اور پیادہ لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا داہنا ہاتھ کٹ گیا پرچم کو آپ نے بائیں ہاتھ میں سنبھالا تھوڑی دیر بعد آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا اس کے بعد آپ نے پرچم کو سینے سے لگا لیا۔ یہاں تک شہادت کی سعادت سے مشرف ہوئے خدا نے ان کے کٹے ہوئے دونوں ہاتھوں کے بدلے ان کو دو پر عنایت کئے تا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کریں اس لئے آپ "جعفر طیار" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۰

عبداللہ بن رواحہ اور زید ابن حارثہ کی شہادت

جعفر کی شہادت کے بعد زید ابن حارثہ نے پرچم اٹھایا اور لشکر کفر پر حملہ کر دیا اور دلیرانہ جنگ کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ تیسرے سردار لشکر عبداللہ ابن رواحہ نے پرچم اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک سوچتے رہے کہ جنگ جاری رکھی جائے یا نہیں، آخر کار رجز پڑھتے ہوئے سپاہ دشمن پر حملہ آور

ہوئے۔

اے نفس، اگر تو ابھی قتل نہیں ہو گا تو بالآخر مر ہی جائے گا۔

جو تیری آرزو تھی اس کا وقت بھی آ گیا ہے۔

اگر ان دونوں کے راستے پر چلو گے تو نجات ملے گی۔

یہ رجز پڑھ کر عبداللہ دلیرانہ انداز میں قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے ان کی تلوار کافروں کے سروں پر موت کے شعلے برسانے لگی۔ آخر کار عبداللہ بھی اپنے رب سے جا ملے اور انہیں اسی انداز میں شہادت نصیب ہوئی جس میں انہوں نے خداوند عالم سے طلب کی تھی کہ ان کے جسم کو ٹکڑوں بنا دیا جائے۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۱

جنگ سے بیٹھ رہنا

عبداللہ ابن رواحہ کی شہادت کے بعد سپاہیوں کی رائے اور پیش کش سے خالد ابن ولید سردار لشکر بنے۔ خالد نے جنگ کو بے نتیجہ دکھا۔ رات آنے تک کم و بیش پراگندہ طور پر جنگ ہوتی رہی، رات کو جب دونوں لشکر جنگ سے رک گئے تو خالد نے لشکر گاہ کے پیچھے بہت سے سپاہیوں کو بھیجا تاکہ وہ صبح کو خوب شور و غل مچاتے ہوئے یہاں مقیم لشکر سے آملیں۔ صبح کو رومیوں نے یقین کر لیا کہ مدینہ سے ایک عظیم امدادی لشکر آن پہونچا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی تلوار کی طاقت اور ان کے کے جذبہ شہادت کو وہ دیکھ چکے تھے اس لئے جنگ میں انہوں نے پس و پیش کیا اور حملہ سے باز رہے بلکہ وہ مسلمانوں کے حملہ کے منتظر رہے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ خالد کا حملہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ عملی طور پر جنگ بندی ہو گئی۔ خالد نے ایک بار جنگ سے بیٹھ رہنے کے ذریعہ مسلمانوں کو دشمن کے دو لاکھ جنگجوؤں کے چنگل سے بچالیا۔

جنگ میں رومیوں کی جنگی ٹیکنیک سے مسلمانوں کی آگاہی اور روم کی مغرور سپاہ کے دل میں، شہادت کے شیدا لشکر اسلام کا رعب و دبدبہ بیٹھ جانا۔ یہ تھے اس جنگ کے نتائج۔

اس حادثہ میں قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگ مظلومانہ طریقہ سے قتل کر دیئے گئے اور اس طرح صلح حدیبیہ کا عہد و پیمان ٹوٹ گیا۔ کیونکہ قریش رسول خدا کے ہم پیمان قبیلہ کے خلاف جنگ میں کود پڑے۔ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۲

تجدید معاہدہ کی کوشش

ابوسفیان اس بات کو بھانپ گیا کہ یہ گستاخی بغیر سزا یوں ہی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ در حقیقت قریش نے لشکر اسلام کے لئے خود ہی حملہ کا مواقع فراہم کر دیا تھا۔ اس لئے وہ لوگ فوراً ہی مدینہ پہونچے کہ شاید معاہدہ کی تجدید کرلیں۔

ابوسفیان مدینہ میں اپنی بیٹی رسول خدا کی زوجہ "ام حبیبہ" کے گھر پہونچا چونکہ باپ اور بیٹی نے کئی سال سے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے باپ کا خیال تھا کہ بیٹی بڑے اچھے انداز سے استقبال اور پذیرائی کرے گی اور اس طرح وہ اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ لیکن جب رسول خدا کے گھر میں وارد ہوا اور چاہا کہ بستر پر بیٹھ جائے تو بیٹی نے بے اعتنائی کے ساتھ بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے تعجب سے پوچھا کہ ”تم نے اس کو لپیٹ کیوں دیا؟“ بیٹی نے جواب دیا کہ ”آپ مشرک ہیں اور نجس ہیں اور میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ آپ رسول خدا کی جگہ بیٹھیں۔

ابوسفیان نے صلح نامہ کی مدت بڑھانے کے لئے رسول خدا سے رجوع کیا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جواب میں صرف خاموش رہے ابوسفیان نے بزرگوں میں سے ہر ایک سے وساطت کے لئے رابطہ قائم کیا۔ مگر نفی میں جواب ملا۔ علیؑ کی راہنمائی میں ابوسفیان مسجد کی طرف آیا اور یک طرفہ صلح نامہ کی مدت میں اضافہ کا اعلان کیا پھر غصہ اور مایوسی کے عالم میں بغیر کسی نتیجہ کے مکہ واپس پلٹ گیا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۸ و ۳۹

ستم رسیدہ قبیلہ خزاعہ کے افراد نے اپنی صدائے مظلومیت پیغمبر کے کانوں تک

فتح مکہ

قریش کی عہد شکنی

روانگی کی تاریخ: ۱۰رمضان سنہ ۸ ہجری قمری

فتح کی تاریخ: ۱۹رمضان سنہ ۸ ہجری قمری

رسول خدا اس فکر میں تھے کہ مکہ ، یہ خانۂ توحید جو مشرکین کے گھیرے میں ہے اس کو آزاد کرادیں۔ لیکن اس سے صلح حدیبیہ مانع تھی۔ مسلمان نہیں چاہتے تھے کہ اس معاہدہ کو کچل کر مکہ فتح کریں جس کی رعایت کے لئے انہوں نے اپنے کو پابند بنایا تھا۔ لیکن جب کسی امت کا وقت قریب آتا ہے اور مہلت کی مدت ختم ہوجاتی ہے تو الٰہی قانون کے مطابق ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ ایک قوم یا گروہ کا خاتمہ ہوجائے اور ان کے مد مقابل کے لئے کامیابی کا راستہ کھل جائے۔

موتہ کی جنگ اس بات کا سبب بنی کہ قریش مسلمانوں کو کمزور سمجھنے لگے اور صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑنے کی سوچنے لگے۔ اس لئے کہ جب رومیوں کے مقابلہ سے مسلمانوں کے بیٹھ رہنے کی خبر مکہ میں پہونچی تو قریش نے اس کو لشکر اسلام کی کمزوری پر محمول کیا اور مسلمانوں کے ہم پیمان اور ہمدرد قبیلوں پر ان کی جرأت بڑھ گئی۔

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق کوئی بھی قبیلہ دونوں گروہوں، قریش یا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرسکتا تھا۔ خزاعہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور بنی بکر نے قریش سے معاہدہ کیا سنہ ۸ ہجری میں خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان جھگڑا ہوا قریش نے اس حملہ میں خزاعہ کے خلاف بنی بکر کی خفیہ طریقہ سے مدد کی، چہرہ پر نقاب ڈال کر ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔

حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

پیغمبر کے حکم سے لشکر تیار ہوا اور اس کی سپہ سالاری عمرو بن عاص کے سپرد ہوئی۔ کیوں کہ ان کی بڑی ماں قبیلہ بلی سے تھیں رسول خدا نے چاہا کہ عمر عاص کو سپہ سالاری دیکر اس گروہ کے قلب کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے عمرو بن عاص دن میں کمین گاہ میں چھپے رہتے اور راتوں کو سفر کرتے جس وقت دشمن کے قریب پہونچے تو پتہ چلا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ رسول خدا نے ابوعبیدہ جراح کو دو سو افراد کے لشکر کے ایک دستہ کے ساتھ ان کی مدد کے لئے بھیجا عمرو بن عاص کے لشکر نے ابوعبیدہ کے امدادی لشکر کے ساتھ قبائل بلی، عذرہ اور بلقین کے تمام رہائشی علاقہ کا دورہ کیا لیکن دشمن پہلے ہی آگاہ ہو کر اس علاقہ سے بھاگ چکے تھے۔ صرف آخری مقام پر لشکر اسلام اور لشکر کفر کے درمیان ایک گھنٹہ تک ٹکراؤ ہوا جس میں ایک مسلمان زخمی ہوا اور دشمن شکست کھا کر فرار کر گیا۔[1] [2]

---

[1]:۔ مغازی واقدی جلد ۲ ص ۷۷۰۔ ۷۷۹، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۳۲۔ ۳۲ ملخص۔

[2]:۔ شیعہ مدارک میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔ رسول خدا نے صحابہ میں سے تین افراد ابوبکر، عمر اور عمرو بن عاص) کو اس سریہ کا امیر مقرر فرمایا۔ لیکن وہ لوگ جنگی کامیابی حاصل نہ کر سکے اس لئے آنحضرتؐ نے چوتھی بار علیؑ کو امیر بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا اور آنحضرتؐ نے علیؑ اور سپاہیوں کو مسجد احزاب تک رخصت کیا۔

علیؑ صبح سویرے دشمن پر حملہ آور ہوئے، دشمن ایک گروہ کثیر کے ساتھ حملہ روکنے کے لئے آگئے۔ لیکن علیؑ کی بے امان جنگ و پیکار نے دشمن کے دفاعی حملہ کو ناکام بنا دیا اور دشمن کو شکست دینے کے بعد علیؑ کامیاب و سرفراز ہو کر مال غنیمت اور اسیران جنگ کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں پلٹے پروردگار عالم سورۂ والعادیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً فالمغیرات صبحاً فأثرن بہ نقعاً فوسطن بہ جمعاً۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو نتھنوں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں پھر صبح دم حملے کرتے ہیں۔ (کفار کے دیار میں وہ) گرد و غبار بلند کرتے ہیں اور دشمن کے دل میں گھس جاتے ہیں۔

ارشاد شیخ مفید ص ۹۰/۸۹۔ مجمع البیان جلد ۱۰ ص ۵۲۸۔ بحار الانوار جلد ۲۱ ص ۷۶۔ ۷۷، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۴۲۔ ۱۴۰۔

لشکر مدینہ واپس آیا، لوگ نہایت برانگیختہ اور غیظ و غضب کے عالم میں تھے۔ اور سپاہی ملول و خاموش، لوگ آگے بڑھے اور خاک اٹھا کر سپاہیوں کے چہروں پر ڈالنے اور شور کرنے لگے کہ "اے فراریو، تم لوگ خدا کے راستے سے فرار کرتے ہو؟ سپاہی اپنے گھروں میں چلے گئے اور ملامت کے خوف سے ایک مدت تک گھروں سے باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ نماز جماعت میں بھی نہیں آتے تھے۔ پیغمبر نے فرمایا" یہ لوگ فراری نہیں ہیں اور انشاء اللہ حملہ کرنے والے ہو جائیں گے مغازی ج ۲ ص ۷۶۵

رسول خدا جعفر ابن ابی طالب کے سوگ میں

مسلمان خصوصاً جعفر کی موت سے رسول خدا بے حد غمگین تھے۔ جعفر کے شہید ہونے کی وجہ سے آپ شدت کے ساتھ گریہ کر رہے تھے جعفر کے گھر والوں کی تسلی کی لئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے فرمایا کہ "میرے بچے، عون و محمد و عبداللہ کہاں ہیں؟"۔ جناب جعفر کی بیوی "اسماء" جعفر کو بیٹوں کو رسول خدا کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرت نے شہید کے بچوں کو پیار کیا، گلے لگایا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر ڈاڑھی پر بہنے لگے۔ جعفر کی بیوی نے پوچھا۔ "اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ میرے بچوں پر اس طرح نوازشیں کر رہے ہیں جیسے کسی یتیم پر ہوتی ہیں گویا ان کے باپ اس دنیا میں نہیں رہے؟"

رسول خدا نے فرمایا، ہاں وہ قتل کر دیئے گئے۔ پھر فرمایا، اے اسماء ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زبان سے کوئی ناروا بات نکالو اور سینہ کوبی کرو میں تم کو مژدہ سناتا ہوں، خدا نے جعفر کو دو، پر عنایت کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ بحار الانوار ج ۲۱ ص ۵۶ و ۵۷

جنگ ذات السلاسل

جمادی الثانی سنہ ۸ ہجری قمری میں

رسول خدا کو یہ اطلاع ملی کہ قبائل "بلی" اور "قضاعہ" کے کچھ لوگ جمع ہو گئے ہیں اور مدینہ پر

پہونچانے کے لئے عمرو ابن خزاعہ کو رسول خدا کی خدمت میں بھیجا وہ مدینہ میں وارد ہوا اور سیدھے مسجد کی طرف پہونچا اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اس نے مخصوص انداز سے ایسے دردناک اشعار پڑھے جو قبیلۂ خزاعہ کے استغاثہ اور مظلومیت کی حکایت کر رہے تھے۔ آپ کا جو معاہدہ خزاعہ سے تھا اس کے واسطہ سے پیغمبر کو اس نے قسم دلائی اور ان سے فریاد رسی کا طلب گار ہوا کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔

رسول خدا آدھی رات کو ہم جب "وتیرہ" کے کنارے تھے اور ہم میں سے کچھ لوگ رکوع و سجود میں تھے تو مشرکین نے ہم پر حملہ کر دیا۔ در آں حالانکہ ہم مسلمان تھے، انہوں نے ہمارا قتل عام کیا۔ سیرت ابن ہشام ج۴ ص ۳۹

عمرو کے جاں گداز اشعار سے رسول خدا کا دل درد سے تڑپ اٹھا۔ لہذا آپ نے فرمایا، "اے عمرو ہم تمہاری مدد کریں گے"

لشکر اسلام کی آمادگی

رسول خدا نے روانگی کا مقصد بتائے بغیر لشکر اسلام کو آمادہ رہنے کا حکم دیا اور قریبی قبائل اور مدینہ والوں کو اس میں شریک کیا آپ نے مجموعی طور پر دس ہزار جانبازوں کو روانگی کے لئے آمادہ کر لیا کسی کو خبر نہیں تھی کہ واقعی اس آمادگی کا مقصد کیا ہے؟ اور لشکر کا آخری ہدف کہاں جا کر تمام ہو گا؟ اس لئے کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ حدیبیہ کا معاہدہ ابھی تک باقی ہے۔

راستوں کو کنٹرول کرنے کے لئے چیک پوسٹ

رسول خدا دشمن کو غافل رکھنے کے لئے نہایت خفیہ طریقہ سے قدم اٹھا رہے تھے اور بہت باریک بینی سے کام لے رہے تھے اس کام کے لئے آپ کے حکم سے مدینہ کے تمام راستوں پر پہرے بیٹھا دیئے گئے تھے اور مشکوک افراد کی رفت و آمد پر کڑی نگاہ رکھی جا رہی تھی کہ کہیں ایسا

نہ ہو کہ قریش کے جاسوس لشکر اسلام کی روانگی سے آگاہ ہو جائیں۔

حضور نے دعا کی خدایا۔ آنکھوں کو اور خبروں کو قریش سے پوشیدہ کردے تا کہ ہم ان کے سروں پر اچانک ٹوٹ پڑیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۹

ایک جاسوس جال میں

سخت حفاظتی تدابیر کے باوجود، حاطب ابن ابی بلتعہ نامی ایک مسلمان نے اس لالچ میں آ کر کہ اگر اس نے قریش کی کچھ خدمت کر دی تو اس کے وابستگان مکہ میں گزند سے محفوظ رہیں گے اور یہ سمجھ کر کہ رسول خدا شاید مکہ کا ہی قصد رکھتے ہوں، ایک خط قریش کو لکھا تا کہ ان کو خبر کر دے اور یہ خط اس نے سارہ نامی ایک عورت کے حوالہ کیا جو پہلے ایک گانے والی تھی۔ اور کچھ پیسے بھی دیئے تا کہ وہ دوسرے راستوں سے مدینہ سے مکہ جائے اور یہ خط قریش کے سرکردہ افراد تک پہونچا دے۔

جبرئیل امین نے آ کر پیغمبر کو یہ خبر پہونچا دی اور رسول خدا نے بلا تاخیر علی ابن ابی طالب کو زبیر کے ساتھ اس عورت کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا وہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف چلے اور راستہ میں مقام "خلیقہ" میں اس عورت کو گرفتار کر کے اس کے سامان کی تلاشی لی لیکن کوئی خط نہیں ملا، سارہ نے بھی کسی خط یا کسی خبر کے اپنے ساتھ رکھنے کا شدت سے انکار کیا۔ لیکن علی نے بہ آواز بلند کہا کہ ،،خدا کی قسم، پیغمبر کبھی بھی غلط بات نہیں کہیں گے لہذا جتنی جلدی ہو سکے خط نکال دے ورنہ میں تجھ سے خط نکلوالوں گا،، عورت نے جب دھمکی کو یقینی سمجھا تو کہنے لگی،، آپ لوگ ذرا دور ہٹ جائیں میں خط دے رہی ہوں اس وقت اس نے اپنے جوڑے میں سے ایک خط نکالا اور علیؑ کے حوالہ کر دیا۔

رسول خدا نے خط لکھنے والے کو طلب کیا اور اس سے پوچھ تاچھ شروع کی اس نے خدا کی قسم کھائی اور کہا کہ اس کے ایمان میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے لیکن چونکہ میری بیوی بچے مشرکین قریش کے ہاتھوں میں اسیر ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس خبر کے ذریعہ میرے گھر

والوں کی تکلیف میں کچھ کمی ہو جائے۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۰ و ۴۱

ایسا واقعہ پھر نہ دہرایا جائے اس غرض سے چند آیتیں نازل ہوئیں ایک آیت میں اشارہ ہوتا ہے۔ "اے ایمان والو۔ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ اور ان کے ساتھ محبت اور دوستی نہ جتاؤ۔ ممتحنہ آیت ۱

پیغمبر نے اس کی جاہلانہ خطا کو معاف کر دیا اور اس کی توبہ قبول کر لی۔

مکہ کی جانب

کہاں جانا ہے اور کس مقصد سے جانا ہے یہ تو معلوم نہ تھا اس کے علاوہ حکم صادر ہونے کے وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کس وقت جانا ہے۔ رمضان کی دسویں تاریخ سنہ ۸ ہجری کو روانگی کا حکم صادر ہوا۔

رسول خدا نے مدینہ کے باہر لشکر اسلام کا معائنہ کیا پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا اور مدینہ سے تھوڑے سے فاصلہ (حد ترخص) پر پانی مانگ کر اپنا روزہ افطار کیا اور سب کو حکم دیا کہ اپنا روزہ افطار کر لیں۔ بہت سے لوگوں نے افطار کر لیا لیکن ایک گروہ نے یہ سوچا کہ اگر روزہ کی حالت میں جہاد کریں تو اس کا زیادہ اجر ملے گا۔ رسول اللہ اس گروہ کی حکم عدولی سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ لوگ گنہگار اور سرکش ہیں۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۰۲

لشکر اسلام بغیر کسی توقف کے تیزی سے بڑھتا رہا۔ دس ہزار جانبازوں نے مدینہ سے مکہ کا راستہ ایک ہفتہ میں طے کیا اور رات کے وقت مکہ سے ۲۲ کیلو میٹر شمال کی جانب "مر الظہران" پہونچ کر وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۲

دشمن کو ڈرانے کے لئے جنگی مشق

پیغمبر نے "مرالظہران" میں حکم دیا کہ دس ہزار کا لشکر پورے میدان میں بکھر جائے اور ہر آدمی آگ جلائے تاکہ لشکر اسلام کی عظمت نمایاں ہو اور مشرکین قریش کے دل میں زیادہ سے زیادہ خوف پیدا ہوجائے اور وہ سمجھ لیں کہ اب اس عظیم لشکر سے مقابلہ کی طاقت ان میں نہیں ہے اور ہر طرح کے مقابلہ سے ناامید ہوجائیں، تاکہ مکہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہوجائے اور حرمت خانۂ خدا محفوظ رہ جائے۔

رات کے اندھیرے میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ صحرا آگ کا ایک وسیع و عریض جنگل نظر آرہا تھا۔ لشکر اسلام کے ہمہمہ کی آواز دشت میں گونج رہی تھی۔

"ابوسفیان، حکیم ابن حزام" اور بدیل ابن ورقاء دیکھنے اور پتہ لگانے کے لئے مکہ سے باہر نکلے۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۱۴

دوسری جانب عباس ابن عبدالمطلب جو مقام "جحفہ" سے پیغمبر کے ہمرکاب تھے۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ کیا ہی بہتر ہو اگر طرفین کے فائدہ کے لئے کام کیا جائے تاکہ خونریزی نہ ہو۔

لہذا سفید گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ کی طرف چلے کہ شاید کسی کے ذریعہ لشکر اسلام کے حملہ اور محاصرہ کی خبر قریش کے سربر آوردہ افراد کے کانوں تک پہونچا سکیں اور ان کو دلاوران اسلام کی عظیم طاقت اور بے پناہ جرات و ہمت سے آگاہ کرکے ہر طرح کے مقابلہ کی بات سوچنے سے باز رکھیں۔

عباس نے رات کی تاریکی میں ابوسفیان کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا "میں نے ابھی تک اتنی آگ اور اتنے سپاہی نہیں دیکھے ہیں"

ابوسفیان کا ساتھی کہہ رہا تھا "یہ سب قبیلہ خزاعہ والے ہیں جو جنگ کے لئے جمع ہو گئے

ہیں"

ابوسفیان نے کہا کہ "ایسی آگ روشن کرنا اور اس طرح لشکر تشکیل دینا خزاعہ کے بس کی بات نہیں ہے۔"

عباس نے ان کی بات کاٹی اور کہا کہ ابوسفیان۔

ابوسفیان نے عباس کی آواز پہچان لی اور فوراً کہا "عباس تم ہو" کیا کہہ رہے ہو۔ عباس نے جواب دیا "خدا کی قسم۔ یہ آتش رسول خدا کے لشکر نے روشن کی ہے وہ ایک طاقتور اور نہ ہارنے والا لشکر لے کر قریش کی طرف آئے ہیں۔ اور قریش میں ان سے مقابلہ کرنے کی ہر گز طاقت نہیں ہے۔

عباس کی باتوں سے ابوسفیان کے دل میں اور زیادہ خوف پیدا ہوا خوف کی شدت سے کانپتے ہوئے اس نے کہا "عباس، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں مجھ کو بتاؤ میں کیا کروں؟ عباس نے جب دیکھا کہ ان کی بات موثر ثابت ہوئی تو فرمایا "اب صرف چارہ یہ ہے کہ تم میرے ساتھ رسول خدا کی ملاقات کے لئے آؤ اور ان سے امان طلب کرو ورنہ سارے قریش کی جان خطرہ میں ہے"

اس کے بعد آپ نے اس کو اپنی سواری پر سوار کیا اور لشکر گاہ اسلام کی طرف لے چلے۔

مشرکین کا پیشوا، مومنین کے چنگل میں

عباس نے، ابوسفیان کو سپاہ اسلام کی عظیم لشکر گاہ سے گزارا سپاہیوں نے عباس اور پیغمبر کی مخصوص سواری کو، جس پر عباس سوار تھے، پہچانا اور ان کے گزرنے سے مانع نہیں ہوئے بلکہ ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا آدھے راستے میں عمر کی نظر ابوسفیان پر پڑی اور انہوں نے چاہا کہ اسی جگہ اس کو قتل کر دیں۔ لیکن چونکہ عباس نے ان کو امان دی تھی اس لئے وہ اپنے ارادہ سے باز رہے یہاں تک کہ عباس اور ابوسفیان رسول خدا کے خیمہ کے پاس پہونچ کر گھوڑے سے اترے۔ عباس خیمہ میں داخلہ کی اجازت لینے کے بعد پیغمبر کے خیمہ میں آئے۔ پیغمبر کے سامنے عباس اور عمر میں

کچھ لفظی جھڑپ ہوئی۔ عمر یہ اصرار کر رہے تھے کہ ابوسفیان دشمن خدا ہے اور اس کو اس وقت قتل ہوجانا چاہیئے لیکن عباس کہہ رہے تھے کہ میں نے اسے امان دی ہے۔ پیغمبر نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو ایک خیمہ میں رکھا جائے اور صبح کو پیغمبر کے پاس لایا جائے۔ صبح سویرے عباس ابوسفیان کو پیغمبر کے حضور میں لائے۔ جب آنحضرت کی نظر ابوسفیان پر پڑی تو آپ نے فرمایا" کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو یہ سمجھے۔ کہ خدائے یکتا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کتنے بردبار، کریم اور وابستگان کے اور مہربان ہیں۔ میں نے اب سمجھ لیا کہ اگر خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتا تو ہماری مدد کرتا۔

جب اس نے خدا کے یگانہ ہونے کا اعتراف کر لیا تو حضرت نے فرمایا کہ" کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تم جانو۔ کہ میں خدا کا پیامبر ہوں"

ابوسفیان نے کہا مجھے آپ کی رسالت میں تردد ہے" عباس تردد سے ناراض ہوئے اور اس سے کہا" اگر تم اسلام قبول نہیں کرو گے تو تمہاری جان خطرہ میں ہے" ابوسفیان نے خدا کی یگانگت اور پیغمبر کی رسالت کی گواہی دی۔ اور بظاہر مسلمانوں کی صف میں داخل ہو گیا اگرچہ واقعاً کبھی بھی مومن نہیں ہوا۔

رسول خدا جانتے تھے کہ ابوسفیان کو ابھی رہا کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مکہ جا کر کوئی سازش کرے اس لئے اسے چاہیئے کہ اسلام کی طاقت کا بخوبی مشاہدہ کرے اور فتح مکہ کے سلسلہ میں سپاہ اسلام کے ارادہ کو مکمل طور پر محسوس کرے اور اس خبر کو تمام مشرکین قریش تک پہونچائے تاکہ تمام سرکردہ افراد مقابلہ کا خیال اپنے دل سے نکال دیں اس وجہ سے ابوسفیان کو ایک تنگ جگہ پر رکھا، سپاہ اسلام اسلحہ میں غرق منظم دستہ کی صورت میں اس کے سامنے سے گزر جاتے تھے۔ جنگی مشق کے وقت مجاہدین اسلام کی تکبیر کی آواز کوہ و دشت مکہ میں گونج اٹھتی تھی اور مجاہدین کے دل وفور شوق سے لبریز ہوجاتے تھے۔

لشکر اسلام کے مسلح دستوں کی عظمت نے ابوسفیان کو اتنا ہراساں کر دیا کہ اس نے

بے اختیار عباس کی طرف مخاطب ہو کر کہا" کوئی بھی طاقت ان لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتی واقعا تمہارے بھتیجے نے بڑی زبردست سلطنت حاصل کرلی ہے"

عباس نے غصہ میں کہا" یہ سلطنتہین بلکہ خداوند عالم کی طرف سے نبوت و رسالت ہے۔

عباس نے پیغمبر سے کہا "اے اللہ کے رسول، ابوسفیان ایسا شخص ہے جو ریاست کو دوست رکھتا ہے اس کو اسی وقت کوئی مقام عطا فرمائیں۔"

رسول خدا نے فرمایا کہ "ابوسفیان لوگوں کو اطمینان دلاسکتا ہے کہ جو کوئی اس کی پناہ میں آجائے گا امان پائے گا۔ جو شخص اپنا ہتھیار زمین پر رکھ کر اس کے گھر میں چلا جائے اور دروازہ بند کرے یا مسجد الحرام میں پناہ لے لے وہ سپاہ اسلام سے محفوظ رہے گا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۶

مکہ میں تفسیاتی جنگ

ابوسفیان مکمل طور پر حواس باختہ اور لشکر اسلام کی جنگی طاقت سے ہراساں تھا رسول خدا نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ اس کو رہا کردیں۔ تاکہ وہ اپنی قوم میں جا کر ان کے حوصلوں کو متزلزل کرے یہ وہی مقصد تھا جو پیغمبر چاہتے تھے۔

ابوسفیان نے اس کام کو بخوبی انجام دیا۔ اس نے مکہ میں نفسیاتی جنگ چھیڑ کر قریشیوں کو ہراساں کرنے اور بغیر خونریزی کے ہتھیار ڈال دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

شہر کے محاصرہ کی ٹیکنیک

رسول خدا نے اپنے سپاہیوں کو چار دستوں میں تقسیم فرمایا اور ہر ایک دستہ کو ایک سمت سے شہر کے اندر روانہ کیا۔ اور فوج کے کمانڈروں کو حکم دیا کہ جو تم سے لڑے اس کے علاوہ اور کسی سے جنگ نہ کرنا۔ چنانچہ آپ نے صرف چند مفسدین کو جن کی خیانت کی سزا موت سے کم نہ تھی مستثنی رکھا۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۲۵

رسول خدا نے چاروں طرف سے شہر کے محاصرہ کی ترکیب اپنا کر مشرکین کے امکان فرار کو ان سے سلب کر لیا اور ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی چھوڑا اور وہ یہ کہ ہتھیار ڈال دیں.

ایک فوجی دستہ کے ساتھ مشرکین کی جھڑپ

لشکر اسلام کے شہر میں داخل ہوتے وقت مشرکین متعرض نہیں ہوئے. فقط قریش کے ان افراد کا ایک گروہ جو افراط سے کام لے رہے تھے. صفوان ابن امیہ ابن خلف اور عکرمۃ ابن ابی جھل کی رہبری میں خالد ابن ولید کی سرداری میں رہنے والے ایک دستہ سے ٹکرا گیا، اس جھڑپ میں دشمن کے ۱۲۸ افراد نہایت ذلت سے مارے گئے اور وہ لوگ مکہ سے بھاگ گئے. سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۹

شہر مکہ میں داخلہ

رسول خدا لشکر اسلام کے ساتھ فاتحانہ شہر مکہ میں داخل ہوئے آپ کے چہرے اقدس پر ایسا رعب و داب اور شکوہ و جلال تجلی ریز تھا جو تعریف کی حد سے باہر ہے۔

اسلام کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی تھی آپ اہل مکہ کے گھروں میں نہیں گئے بلکہ آپ نے جاں نثار کرنے والے اور اپنے مہربان چچا ابوطالب کے مزار کے پاس مقام "حجون" میں خیمہ لگایا۔

رسول خدا کچھ دیر تک خیمہ میں آرام فرماتے رہے پھر غسل کے بعد جنگی لباس پہنا اپنے مرکب پر سوار ہوئے مجاہدین بھی تیار ہو کر مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ کی نگاہ کعبہ پر پڑی تو آپ آگے بڑھے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ در آں حالانکہ آپ مرکب پر سوار تھے۔ اسی حالت میں تکبیر کہتے جاتے تھے اور لشکر اسلام آپ کے جواب میں صدائے تکبیر بلند کرتا جاتا تھا۔

،،حق آیا اور باطل ختم ہو گیا اور باطل تو ختم ہونے والا ہی تھا   اسرار: ۸۱

اتحاد کی آواز

حضرت نے کعبہ کی کنجی "عثمان بن طلحہ" سے لی اور دروازہ کھول دیا۔ تمام مسلمانوں نے مل کر دعائے وحدت پڑھی۔

لاالہ الا اللہ وَحْدہ لاشریکَ لہ، صدق وَعْدہ، ونصرعبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

آپ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور جناب ابراہیم اور دوسرے افراد کی جو تصویریں مشرکین نے بنا رکھی تھیں ان کو دیوار کعبہ سے نکال دیا۔ اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا ،،خدا ان لوگوں کو قتل کرے جو ان چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جن کو انھوں نے پیدا نہیں کیا ہے ،،

رسول خدا نے علی(ع) کے ساتھ جو بتوں کو توڑنے کے لئے آپ کے کاندھے پر سوار ہوئے تھے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور آپ نے خانہء توحید کو تمام کفر و شرک کی علامتوں سے پاک کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کے سامنے جن کی انکھیں فرمان پیغمبر کی منتظر تھیں" مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اس خدا کی تعریف جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندہ کی مدد کی، جس نے انہا احزاب (گروہوں) کو شکست دی، تم کیا کہتے ہو اور کیا تصور کرتے ہو؟" مکہ والوں نے کہا کہ "خیر و نیکی۔ اور نیکی کے سوا ہم کو اور کوئی گمان نہیں ہے کہ آپ بزرگوار اور صاحب اکرام کے بھتیجے ہیں" رسول خدا نے فرمایا کہ "میں وہی بات کہتا ہوں جو ہمارے بھائی یوسف نے کہی تھی۔ قال ---

----

آج تمہارے اوپر کوئی ملامت نہیں ہے خدا تم کو بخش دے وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہر وہ ربا (سود) جو جاہلیت میں معمول بن گیا تھا اور ہر وہ خون اور مال جو تمہاری گردن پر تھا اور تمام فضول افتخار، پامال اور ختم کر دیئے گئے۔ لیکن کعبہ کی نگہبانی کلید برداری اور حاجیوں کو سیراب کرنے کا افتخار باقی ہے جو لوگ تازیانہ سے غلطی و خطا سے قتل کر دیئے جائیں ان کے لئے سو (۱۰۰) ایسی اونٹنیاں دیت کے طور پر دی جائیں جن میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں۔ خدا نے جاہلیت کے تکبر و غرور اور آباؤ اجداد پر افتخار کو ختم کر دیا۔ تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا نے مکہ کو زمین و آسمان کی پیدائش کے

وقت حرم امن قرار دیا ہے۔ اور اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کی بنا پر یہ ہمیشہ حرم الہی رہے گا۔

ہم سے پہلے اور ہمارے بعد کسی کے لئے بھی اس کی حرمت کا پامال کرنا جائز نہ تھا اور نہ

جائز ہے۔ اور میرے لئے بھی اس کی حرمت کو برباد کر دینا ایک دن تھوڑی دیر کے علاوہ جائز نہ تھا ۔(اور آپ نے اپنے ہاتھ سے تھوڑی مدت کی طرف اشارہ فرمایا) مکہ کے جانوروں کا شکار نہ کرنا چاہیئے اور نہ ان کو ہنکانا چاہیئے۔ اس کے درختوں کو کاٹنا نہیں چاہیئے اور اس میں پڑی ہوئی گم شدہ چیز کو اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مگر اس کے لئے جو اس کے اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے سبزے اکھاڑنا بھی جائز نہیں ہے۔" عباس نے کہا اے اللہ کے رسول سوائے "اذخر"(۱) کے پودوں کے کہ جن کو اکھاڑ پھینکنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ قبروں کے لئے اور گھروں کو صاف کرنے کے لئے بھی۔،، رسول خدا تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر فرمایا سوائے اذخر کے اس کا اکھاڑنا حلال ہے۔ وارث کے بارے میں وصیت نہیں ہے----- اور کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی دولت سے اجازت کے بغیر بخشش و عطا کرے مسلمان، مسلمان کے بھائی ہیں اور تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ دشمن کے مقابل سب متحد اور ہم آہنگ رہیں ان کا خون محفوظ رہے ان میں دور و نزدیک سب برابر ہیں۔ جنگ میں ان میں سے ناتواں اور توانا دونوں برابر مال غنیمت سے بہرہ مند ہوں۔ لشکر کے میمنہ اور میسرہ میں شریک کوئی معیار نہیں ہے مسلمان کافر کے خون کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور کوئی صاحب پیمان، معاہدہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ دو مختلف دین رکھنے والے ایک دوسرے کی میراث نہیں پائیں گے۔ مسلمان اپنے علاقہ والوں کو ہی صدقات و زکاۃ دیں گے دوسری جگہ والوں کو نہیں۔ عورت اپنی پھوپھی اور خالہ کی سوتن نہ بنے۔ مدعی کو دلیل اور شاہد پیش کرنا چاہیئے اور منکر کے ذمہ قسم ہے۔

کوئی عورت بغیر محرم کے ایسے سفر پر نہ جائے جس کی مدت تین روز سے زیادہ ہو۔ عید الفطر اور عید قربان کے روزوں سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔ اور ایسے لباس پہننے سے منع کرتا ہوں جس سے تمہاری شرمگاہ کھلی رہے یا ایسا لباس پہننے سے تم کو منع کرتا ہوں کہ جب تمہارے لباس کا کنارہ ہٹ جائے تو تمہاری شرمگاہ نظر آنے لگے۔ مجھے امید ہے کہ تم نے یہ سارے مطالب سمجھ لئے ہوں گے۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۳۶

بلال کی آواز

ظہر کا وقت آپہونچا، رسول خدا نے بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر جا کر اذان دیں جس وقت بلال بلند آواز میں "اشہد ان محمد آرسول اللہ" تک پہونچے، تو مشرکین کے سر کردہ افراد کہ جو گھروں میں چھپ گئے تھے، ان میں سے ہر ایک نے ایک الگ بات کہی اور اہانت کی۔

ابوسفیان نے کہا،، لیکن میں کچھ نہیں کہتا اس لئے کہ اگر میں کوئی بات کہوں گا تو یہی ریگزار محمد (ص) کو خبر پہونچا دے گی اور ہر ایک کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہونچ جائے گی۔

بت پرست، بت شکن

رسول خدا نے ان بت پرستوں سے بیعت لی جو مسلمان ہو گئے تھے اور عورتوں کے لئے بھی پانی کا ایک برتن لایا گیا اور اس میں تھوڑا سا عطر ملا لیا گیا۔ عورتوں نے اپنے ہاتھ کو بیعت کی غرض سے پانی کے اندر ڈالا حضرت نے ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ وہ شرک اختیار نہ کریں زنا اور چوری نہ کریں۔

پھر رسول خدا نے سب کو یہ حکم دیا کہ جو بت ان کے پاس ہیں ان کو توڑ ڈالیں۔ یہاں تک کہ آپ نے بڑے بڑے مشرکین کو بتوں کے توڑنے کے لئے اطراف میں بھیجا۔

یہ لوگ بتوں پر اعتقاد رکھتے تھے اور اپنے نفع کے لئے بتوں کی حمایت کرتے تھے۔ اب خود ہی بت شکنی میں مصروف ہو گئے۔

آزاد شدہ شہر مکہ کے لئے والی اور معلم دین کا تقرر

مشرک قبیلے،، "ہوازن اور ثقیف" کی سازشوں کی خفیہ خبریں پیغمبر تک پہونچ چکی تھیں۔ اب ان کے علاقوں میں پہونچ کر ان کی سازشوں کو کچل دینا پیغمبر کے لئے ضروری تھا۔ آپ نے "

عتاب ابن اسید"،جو کہ چوبیس سال کے ایک لائق اور مدبر جوان تھے، کو شہر مکہ وا والی بنایا۔ سیرت ابن ہشام

رسول خدا نے معاذ ابن جبل کو جو معارف اسلام سے واقف فقیہ تھے۔ تبلیغ اسلام اور مکہ والوں کو احکام دین سے آشنا کرنے کے لئے اس شہر کے معلم کے عنوان سے معین فرمایا۔ فتح مکہ کے سلسلہ میں سورہ نصر نازل ہوا۔ مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۸۹

اسلام کے نام پر خونریزی اور جرائم

فتح مکہ کے بعد رسول خدا نے "خالد ابن ولید" کو بت شکنی اور تبلیغ اسلام کے لئے ۳۵۰، مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ خالد نے وہاں پہونچنے کے بعد ان لوگوں کو اپنی طرف سے عدم تعرض کے بارے میں مطمئن کرکے بنی جذیمہ سے ہتھیار رکھوا لئے اور جاہلیت کے زمانہ میں خالد کے چچا کو بنی جذیمہ نے قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا اس نے فرمان رسول خدا کے خلاف ان کو اسیر کیا اور پھر قتل کا حکم دیدیا۔ جانبازان مہاجرین و انصار نے حکم پر عمل کئے بغیر اپنے اسیروں کو آزاد کر دیا بنی سلیم خالد کے گروپ نے اپنے اسیروں کو قتل کر ڈالا اور اس طرح سے کچھ بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

جب یہ خبر سول خدا تک پہونچی تو آپ نے فرمایا" خدایا۔ خالد نے جو کیا ہے اس کے لئے میں تیری بارگاہ میں بیزاری کا اظہار کرتا ہوں"

پھر آپ نے علی (ع) کو معین فرمایا کہ وہ مقتولین کا خوں بہا اور ستم رسیدہ افراد کا حرجانہ ادا کریں۔

جو مال رسول خدا نے دیا تھا علی اسے اپنے ساتھ لے کر بنی جذیمہ کے پاس پہونچے اور آپ نے مقتولین کا خوں بہا اور نقصانات کا حرجانہ ادا کیا۔ یہاں تک کہ لکڑی کے اس برتن کا بھی حساب ہوا جس میں کتا پانی پیتا تھا جب آپ اس بات سے مطمئن ہوگئے کہ اب خوں بہا اور حرجانہ باقی نہیں رہا جو مال باقی بچا تھا اس کو بھی آپ نے ان کے درمیان تقسیم کر دیا تا کہ وہ مصیبت زدہ افراد رسول

خدا سے راضی ہو جائیں۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۷۰ و ۷۱

حضرت علی جب واپس پلٹے تو آپ نے اپنے کام کی رپورٹ آنحضرت کی خدمت میں پیش کی آپ نے فرمایا ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں'' تم نے بڑا عمدہ کام کیا۔ تم نے جو کیا وہ میری نظر میں سرخ بالوں والے اونٹ رکھنے سے بہتر ہے۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۶۱

جنگ حنین

۵ شوال سنہ ۸ ہجری

مشرکین کے اہم مرکز مکہ کی فتح نے اطراف مکہ کے مشرک قبیلوں کے دلوں میں شدید رعب و وحشت پیدا کر دیا۔ ان قبیلوں نے تحریک اسلام کی موج کو روکنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ تمام قبائل کے اتحاد اور ملاپ سے ایک وسیع نقشہ کے تحت غفلت کے عالم میں مسلمانوں کے حملہ سے پہلے ہی ان پر حملہ کر دیا جائے۔

"ھوازن ، ثقیف، نضر، سعد" اور چند دوسرے قبیلوں نے مل کر اسلام کے خلاف ایک مشترکہ محاذ بنایا اور مالک ابن عوف جو ایک جنگجو اور دلیر جوان تھا اسی کو لشکر کا سپہ سالار چنا گیا۔(۲)

دشمن کی سازش سے پیغمبر کی آگاہی

جنگی محاذ کی تشکیل اور دشمن کی سازشوں کی خبر رسول خدا کے کانوں تک پہونچی حضرت نے سراغرساں فورس کے ایک آدمی کو دشمن کے جنگی راز کی اطلاعات فراہم کرنے کے لئے متحد قبائل کے درمیان بھیجا۔ پیغمبر کا فرستادہ دشمن کے لشکر میں گھس کے ان کے نقشوں اور ان کے خفیہ جنگی ارادوں سے باخبر ہو گیا اور ان کے لشکر کا تجزیہ کرنے کے بعد مکہ واپس آیا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا وہ آنحضرت کی خدمت میں بیان کر دیا۔

حنین کی طرف روانگی

دشمن کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد رسول خدا ۱۲ ہزار سپاہیوں، دس ہزار فتح مکہ میں شرکت کرنے والے مہاجرین و انصار اور دو ہزار ان دلیران مکہ کے ساتھ جو اسلامی تحریک سے آملے تھے۔ مکہ سے دشمن کی طرف روانہ ہوئے یہ لشکر جزیرہ کی تاریخ میں بے نظیر تھا۔ ساتھیوں میں سے ایک شخص نے سفر کی ابتدا میں جب جاں بازوں کی کثرت اور لشکر اسلام کے جنگی ساز و سامان کو دیکھا تو کہا کہ "اب مسلمان سپاہ کی کمی کی بنا پر مغلوب نہیں ہوں گے" وہ اس بات سے غافل تھا کہ صرف افراد اور ساز و سامان ہی کامیابی کا سبب نہیں ہوتے۔

دشمن کی اطلاعات اور ان کی تیاری

دشمن کے لشکر کے سپہ سالار مالک ابن عوف نے اپنے تین آدمیوں کو جاسوسی اور لشکر اسلام کا تجزیہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ لوگ لشکر اسلام کو دیکھنے اور ان کی تمام عظمت و شکوہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد وحشت زدہ ہو کر واپس گئے اور لشکر اسلام کی عظیم طاقت کی خبر اپنے سپہ سالار کو پہونچائی۔ اس خبر سے مالک کو یہ احساس ہو گیا کہ آمنے سامنے کی جنگ میں اس کا لشکر، لشکر اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لہذا اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حنین کی بلندیوں پر جنگی اعتبار سے مناسب جگہوں، پتھروں کے پیچھے اور پہاڑ کی بلندیوں پر مورچہ سنبھال لیں اور اس تنگ جگہ پر لشکر اسلام کے آتے ہی یکبارگی حملہ کر دیں۔ جنگجو افراد جنگ میں زیادہ مقاومت کا مظاہرہ کریں اس غرض سے اس نے حکم دیا کہ عورتوں، بچوں، چوپایوں اور اپنے مال کو بھی اپنے ساتھ لے لیں تاکہ ان سب کے دفاع میں زیادہ کوشش کریں۔

درہ حنین میں

مکہ سے ۲۸ کیلو میٹر مشرق میں واقع درہ حنین کے نزدیک لشکر اسلام شب سہ شنبہ ۱۰ شوال سنہ ۸ ہجری کو پہونچ گیا۔ رسول اسلام کے حکم کے مطابق لشکر اسلام رات کو سو گیا اور صبح سویرے خالد ابن ولید کی کمان میں لشکر کا ہراول دستہ تیار کر کے آگے بھیج دیا۔

خالد شمال و مشرق مکہ سے ۱۲ کیلو میٹر دور مقام جعرانہ تک بڑھے چلے گئے دس شوال صبح کو دونوں لشکر آپس میں ملے اور درہ حنین میں داخل ہو گیا۔ مغازی واقدی ج ۳ ص ۸۹

فرار

دشمن جو لشکر اسلام کی آمد کے لئے آمادہ اور منتظر تھے یکبارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے صبح کی تاریکی ان کی مددگار تھی سنگلاخ ان کی پناہ گاہ تھے۔ ان پناہ گاہوں سے لشکر اسلام پر تیر بارانی ہو رہی تھی اور گھوڑے بھاگ رہے تھے۔

فوج بھاگنے لگی بنی سلیم کے سواروں نے جو خالد کی کمان میں تھے ابتدا ہی میں فرار کو قرار پر ترجیح دی اس کے بعد دو ہزار مکی بھاگنے والے افراد کے ساتھ ہو گئے پھر تو بقیہ افراد بھی بھاگنے لگے۔ رسول خدا کے پاس صرف دس آدمی رہ گئے آپ دشمن کے نرغے میں گھرے نہایت دلیری سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے اور ان کے ارد گرد جو لوگ تھے وہ مردانہ وار جنگ میں مصروف تھے۔ اس مقابلہ میں ایمن نامی لشکر اسلام کا ایک سپاہی اپنے رہبر اور مقصد کا دفاع کرتے ہوئے خاک و خون میں غلطاں ہو کر شہادت پر فائز ہو گیا۔ سیرت ابن ہشام ج ص ۸۵ و ۸۶

واپسی، مقابلہ، کامیابی

پیغمبر نے اس حساس موقع پر مخصوص انداز سے متفرق اور بھاگے ہوئے لشکر کو جمع کیا جب آپ نے لشکر کو فرار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''لوگو۔ کہاں بھاگے جا رہے ہو؟'' اس کے بعد

پیغمبر نے اپنے چچا عباس سے ''جن کی آواز بلند تھی'' کہا کہ آپ ان کو آواز دیں کہ ''اے گروہ انصار، اے اصحاب بیعت رضوان، پیغمبر کی طرف پلٹ آؤ''

پیغمبر کی استقامت و پائیداری اور عباس کی آواز سے مسلمان ہوش میں آگئے اور ایک کے بعد ایک پلٹ آئے۔ مقابلہ کرنے والے لشکر کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہونچ گئی اور بہادروں کی زبردست جنگ شروع ہوئی اس جنگ کی تپش میں پیغمبر نے فرمایا کہ اب جنگ کا تنور دہک اٹھا ہے۔

میدان رزم و پیکار کے شجاع ترین بہادر حضرت علی علیہ السلام شروع ہی سے شمع نبوت کے اردگرد پروان ہو کر چکر لگاتے اور جان کی بازی لگا کر پیغمبر کا دفاع کر رہے تھے۔ اس عرصہ میں آپ نے بنی ہوازن کے ۴۰ جیالوں کو جہنم رسید کیا۔

رسول خدا نے اپنی باریک بین اور حکیمانہ کمان دشمن کے لشکر کو غفلت میں ڈال دینے والے حملہ کے برخلاف ایک نئی لہر کا آغاز کیا۔ آپ بہ نفس نفیس رجز پڑھتے جاتے تھے اور ایسی شجاعت کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے جاتے تھے جو تعریف و بیان حدود سے باہر ہے۔ دشمن ہاتھ آئی ہوئی فتح کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لحظہ بہ لحظہ کمزور ہی ہوتے جا رہے تھے اور سامنے لشکر اسلام کی ہر لحظہ تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

آخر کار دشمن کی دفاعی لائن ٹوٹ گئی، مال وزن و فرزند کی حمایت دشمن کی پائیداری کے لئے مضبوط سہارا نہ بن سکی۔ لشکر اسلام کے واپس پلٹ آنے اور ان کی شجاعانہ جنگ کی بدولت مطلع صاف ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن کی شکست کے آثار نمایاں ہوئے اور اسلام کو کامیابی ملی۔ چھ ہزار دشمن اسیر ہوئے۔ سپر اور بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا جو کہ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار گوسفند اور تقریباً آٹھ سو پچاس کیلو گرام چاندی پر مشتمل تھا۔ یہ مال چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ تاریخ پیامبر مصنف مرحوم امینی ص ۵۵۲

عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو

جب جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی تو اس وقت رسول خدا ایک عورت کی لاش کے پاس سے گزرے لوگوں نے آپ کو بتایا کہ یہ وہ عورت ہے جس کو خالد بن ولید نے قتل کیا ہے۔

پیغمبر نے مجاہدین میں سے ایک شخص کے ذریعہ حکم بھیجا کہ خالد کے پاس پہونچ کر کہو کہ رسول خدا نے تمہیں عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ مغازی ج ۳۔ ص ۹۱۲

چند قدم آگے بڑھ کر آپ نے ایک دوسری عورت کی لاش دیکھ کر فرمایا ''اس کو کس نے قتل کیا ہے؟'' ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا ''اے اللہ کے رسول میں نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے اس کو اپنی سواری کی پشت پر بٹھایا تھا اس نے مجھے مار ڈالنا چاہا تو میں نے اس کو قتل کر دیا'' پیغمبر نے کہا ''اس کو سپرد خاک کر دو۔ حوالۂ سابق

دشمن کے فرار کے بعد آپ نے حکم دیا کہ تمام مال غنیمت "بدیل ابن ورقاء" کی نگرانی میں مقام "جعرانہ" میں جمع کیا جائے اور لشکر کا ایک دستہ ان مشرکین کے تعاقب میں جائے جو مقام "نخلہ" اور "اوطاس" تک بھاگ گئے تھے۔

تعاقب کرنے والا دستہ دشمن کو مکمل شکست دیکر اپنے مرکز پر پلٹ آیا۔

آغاز جنگ میں مسلمانوں کی شکست کا تجزیہ

۱۔۔ غرور، اپنی کثرت اور جنگی ساز و سامان پر اعتماد اور نتیجہ میں خود فریبی اور غیبی امداد سے غفلت، آغازِ جنگ میں مسلمانوں کی شکست و فرار کے اہم اسباب تھے۔

جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

''خدا نے بہت سی جگہوں پر تمہاری مدد کی منجملہ ان کے جنگ حنین میں اس نے تمہاری مدد کی، اس وقت جب تم کو تمہاری کثرت نے تعجب میں ڈال دیا۔ لیکن اس نے تمہیں ذرا سا بھی

فائدہ نہیں پہونچایااور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم رو گرداں ہو کر بھاگ گئے۔ پھر خدا نے پیغمبر اور مومنین پر سکینہ (اطمینان) نازل کیااور ایسالشکر نازل کیا جس کو تم دیکھتے نہ تھے اور کافروں کو ذلت وعذاب میں ڈال دیا۔ توبہ :۲۵

۲-۔ دوسرا سبب لشکر اسلام میں منافقین جیسے ابوسفیان وغیرہ کا وجود تھا۔ جو دشمن کے پہلے ہی حملے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور نتیجہ میں دوسرے سپاہیوں کے حوصلوں کی کمزوری کا سبب بنے اور وہ لوگ بھی بھاگ گئے۔

۳-۔ شب کی تاریکی اور جغرافیائی حالات بھی دشمن کے لئے معاون ثابت ہوئے۔

طائف کی جنگ

شوال سنہ ۸ ہجری قمری

لشکر اسلام کی کامیابی کے ساتھ حنین کی جنگ ختم ہو گئی۔ دشمن کے لشکر کا سر دار مالک ابن عوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر مکہ سے ۷۵ کیلومیٹر دور طائف میں پناہ گزیں ہوا۔

رسول خدا کچھ مجاہدین اسلام کو ساتھ لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے تا کہ طائف میں مشرکین کی آخری پناہ گاہ کو بھی توڑ دیا جائے۔

لشکر اسلام طائف پہونچا، مشرکین بلند دیواروں والے مضبوط قلعہ میں بے پناہ کھانے پینے کے سامان اور قلعہ کے اندر ہی پانی کے انتظام کے ساتھ نہایت اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرنے لگے اور قلعہ کی دیواروں کے اوپر سے لشکر اسلام پر تیر بارانی شروع کر دی۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۲۱ و ۱۲۵

اسلحوں کی ٹیکنالوجی

اس مستحکم قلعہ کو فتح کرنے کے لئے سلمان نے ایک اسکیم بنائی اور اسے رسول خدا کی خدمت میں عرض کیا اسکیم یہ تھی کہ منجنیق اور پتھر و گولہ باری کرنے والی گاڑیوں کو کام میں لا کر قلعوں کو فتح کیا جاسکتا ہے رسول خدا نے سلمان کو حکم دیدیا کہ اس قسم کا اسلحہ مہیا کرو۔ وہ بھی اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے قلعہ کی دیواروں کے پار بڑے بڑے پتھر پھینکنے کے لئے منجنیق (جیسے آج کل کا ٹینک) اور قلعہ کی دیواروں سے نزدیک ہو کر ان کو تباہ کرنے کے لئے گولہ بار بنا کر میدان جنگ میں پہونچایا۔

گولہ اور پتھر بارانی کرنے والی گاڑی کی چھت موٹے اور سخت چمڑے کی بنی ہوئی تھی

جس پر دشمنوں کے پھینکے گئے تیر اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے.(۱) مغازی واقدی ج۳ص ۹۲۷

اس طرح پیغمبر کے حکم سے .بہت زیادہ مقدار میں خار دار شاخیں ''خارخسک'' قلعہ کے اطراف میں بکھیر دی گئیں یہ کانٹے دشمنوں کے سپاہیوں اور ان کے گھوڑوں اور اونٹوں کے پیروں میں چبھ جاتے تھے.

اس گاڑی کے ذریعہ مجاہدین اسلام قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور آسانی سے دیوار کے کچھ حصہ کو گرانے اور قلعہ کو فتح کرنے میں دیر نہ تھی کہ دشمن نے آگ اور دہکتے ہوئے پتھروں سے حملہ کرکے گاڑی کے چمڑے کی چھت کو جلا کر تہس نہس کر ڈالا کچھ مجاہدین اسلام شہید یا زخمی ہوئے نتیجہ یہ رہا کہ قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش بار آور نہ ہو سکی.

واپسی

طائف کے گرد ۲۰ دن سے زیادہ لشکر اسلام کا محاصرہ رہا. قبیلہ ثقیف کے افراد بڑی پامردی سے مقابلہ کر رہے تھے اندرون قلعہ غذا اور رفاہی سامان کے ذخیروں کی موجودگی کی بناء پر یہ محاصرہ بے نتیجہ رہا اور قلعہ تک پہونچنے کے لئے طویل محاصرہ کی ضرورت تھی.

ایک طرف مدینہ سے دوری غذا اور جانوروں کے چارہ کی کمی کا خطرہ لشکر اسلام کو تھا ہی اس کے علاوہ حرمت کا مہینہ اور حج کا زمانہ نزدیک تھا.

رسول خدا نے اعلان کیا کہ غلاموں میں سے جو کوئی بھی حصار کے نیچے آجائے گا وہ آزاد ہے، چند لوگوں نے اپنے آپ کو لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا اور رسول خدا کے پاس آکر دشمن کے حالات کی اطلاع دیدی. رسول اللہ نے ان لوگوں کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد اعلان کیا کہ طائف کا محاصرہ ختم کیا جائے اور سب واپس لوٹ جائیں. طبقات ابن سعد ج۲ ص ۱۵۸

ھوازن کے اسیروں کی رہائی

رسول خدا دوبارہ "جعرانہ" یا "جعرانہ" (یہی زیادہ مشہور ہے) لوٹ آئے تا کہ اسیروں اور مال غنیمت کے بارے میں بتائیں کہ کیا' کیا جائے. یہاں اسراء سائبان کے نیچے زندگی بسر کرتے تھے. قبیلہ ہوازن کے بعض وہ افراد جو جنگ میں شریک نہیں تھے اور اسیر نہیں ہوئے تھے. وہ رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسیران ہوازن کی رہائی کی درخواست کی. پیغمبر رحمت نے ان کی خواہش کو قبول فرمایا اور چھ ہزار اسیران ہوازن کو آزاد کر دیا.[1] اس طرح جزیرۃ العرب کا بہت بڑا اور خطرناک قبیلہ اسلام کی طرف مائل ہوا.

جنگ کی آگ بھڑکانے والوں کے رہبر مالک ابن عوف کو رسول خدا نے پیغام کہلوایا کہ اگر وہ اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دے تو اس کا مال اس کی بیوی سب اسے واپس مل جائے گا اور (الگ سے) سو (۱۰۰) اونٹ بھی ملیں گے. قبیلہ ہوازن کے سلسلہ میں پیغمبر کی رحمت اور جواں مردی کے سلوک نے مالک ابن عوف جیسے سرکش کو رام کرلیا. وہ راتوں رات طائف سے بھاگ کر رسول خدا کی خدمت میں پہونچا اور مسلمان ہو گیا. اس طرح فتنہ کے بڑے عامل، قبیلہ ہوازن کے خطرہ ٹل گیا

سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۳۳

مال غنیمت کی تقسیم اسیروں کی آزادی کے بعد کچھ سپاہی رسول خدا کے گرد جمع ہوئے اور نہایت اصرار کے ساتھ مال کی تقسیم کے خواستگار ہوئے. آنحضرت نے فرمایا۔

''خدا کی قسم، اگر "یہامہ" کے درختوں کے برابر بھی گوسفند اور اونٹ تمہارے لئے ہوں تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کروں گا. تم میرے اندر خوف، بخل اور جھوٹ نہیں پاؤ گے. اس مال غنیمت میں میرا حق پانچویں (خمس) حصہ سے زیادہ نہیں ہے. میں اسے بھی تم کو دے دوں گا. لہذا اگر کسی نے ایک سوئی اور دھاگہ بھی اٹھایا ہو تو لوٹا دے اس لئے کہ غنیمت میں خیانت کی جزاء قیامت کے دن رسوائی، بدنامی اور آتش کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔''

اس وقت انصار میں سے ایک شخص ایک تاگے کی ریل لے آیا اور کہا، "میں اس تاگے کو اپنے اونٹ کا سامان سلنے کے لئے اٹھالے گیا تھا"

پیغمبر نے فرمایا کہ اس ریل میں سے میرا حق تیرے پاس رہ جاتا" اس مرد انصاری نے کہا کہ اگر اتنا سخت مسئلہ ہے تو مجھے تاگے اور ریل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کو مال غنیمت کے ڈھیر میں لے جا کر رکھ دیا۔

وہ افراد جن کی دلجوئی کی گئی

جب مال غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی اور تمام افراد کا حصہ دیدیا گیا، تو رسولؐ نے خمس غنائم کو سرداران قریش کے درمیان تقسیم کر دیا اور ابوسفیان اس کے بیٹے معاویہ، حکم ابن حزام، حارث ابن حارث اور حارث ابن ہشام،، جو کہ بہت زمانہ تک گروہ شرک و کفر کے سردار تھے،، ان میں سے ہر ایک کو سو اونٹ اور عظمت و مرتبت کے لحاظ سے معمولی افراد کو پچاس یا پچاس سے کم اونٹ دیئے گئے۔

رسول خدا کی بخشش کی دو دلیلیں تھیں ایک تو یہ کہ یہ لوگ رسول خدا کی عطوفت و محبت سے متاثر ہوں اور ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو اور ان سے کینہ ختم ہو جائے، اصطلاح میں اس عمل کو ،،تالیف قلوب،، کہتے ہیں، فقہ اسلام میں زکات کے مصارف میں سے ایک مصرف یہ بھی ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ جزیرۃ العرب کے مشرک قبائل کے سربر آوردہ افراد اسلام کو قبول کرلیں تا کہ کم سے کم لڑائی ہو اور جزیرۃ العرب کے باقی افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔

منافقین کا اعتراض

رسول خدا کی بڑی بخششیں بہت سے سپاہیوں کے اعتراض کا سبب بنیں اسی درمیان ان افراد نے سب سے زیادہ اعتراض کی آواز بلند کی جو بظاہر احکام دین پر توجہ دیتے تھے مگر باطن میں

ان کو دین سے کوئی سرو کار نہ تھا وہ امر دین میں تاویل وغیرہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دل کے روگی "ذوالخویصرہ" نے عتاب آمیز لہجہ میں رسول خدا سے کہا "اے محمد، آپ خدا سے ڈریں اور عدل و انصاف سے کام لیں"، رسول خدا اس شخص کی باتوں سے برہم ہوئے اور فرمایا "اگر میں انصاف سے کام نہ لونگا تو عدالت کس کے پاس ملے گی؟ اصحاب میں سے ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور اگر اجازت ہو تو میں جسارت کرنے والے کا سر تن سے جدا کر دوں۔ لیکن حضرت نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ۔

"جلد ہی تمہیں ایسے پیرو ملیں گے جو دین میں اتنی باریک بینی سے کام لیں گے کہ دین سے خارج ہو جائیں گے" سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۳۹

دوستوں کے آنسو

رسول خدا کی بخششوں نے قریش اور قبائل کے سربر آوردہ افراد یہاں تک کہ انصار کو بھی رنجیدہ کر دیا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ یہ بخششیں خاندان اور رشتہ داریوں کی بنا پر ہیں۔

رسول خدا کو انصار سے یہ امید نہ تھی، آپ رنجیدہ ہوئے اور ان سے فرمایا۔

" کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے افراد گوسفندوں اور اونٹوں کے ساتھ اپنے گھر کو جائیں اور تم رسول خدا کے ہمراہ اپنے گھروں کو واپس جاؤ"

انصار رسول خدا کی بات سن کر شدت سے روئے اور عرض کیا۔

"یہی ہونا چاہیئے کہ رسول خدا ہمارے حصہ میں ہوں، ہم اسی پر راضی ہیں"

مدینہ کی طرف واپسی

مال غنیمت کی تقسیم تمام ہوئی، رسول خدا نے عمرہ کے قصد سے مقام جعرانہ سے احرام باندھا اور زیارت خانہ خدا کے لئے مکہ کی سمت روانہ ہو گئے۔

عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپ نے عتاب ابن اسید اور معاذ ابن جبل کی ...جنہیں مکہ کا امیر اور

معلم علم دین بنا کر اس شہر میں رکھا تھا" ماموریت کی مدت بڑھادی۔

اس کے بعد ذی الحجہ کے مہینہ میں مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ تبوک

ایک ھولناک خبر

سنہ ۹ ہجری رجب کا مہینہ بڑی گرمی کا مہینہ تھا شدید قحط اور گرانی کے ایک زمانہ کے بعد کہ جس سے لوگ حد درجہ پریشان ہو چکے تھے۔ پھلوں اور خرمے کے تیار ہونے اور چننے کا زمانہ آ گیا۔ لوگوں نے ذرا اطمینان کا سانس لینے کی سوچی ہی تھی کہ ہولناک قسم کی خبریں پیغمبر کے پاس آنے لگیں کہ عربستان کے شمال مشرق کی سرحدوں پر یعنی روم کے مطلق العنان بادشاہ کی طرف سے مسلمانوں کو دھمکی دی جارہی ہے۔

نبطی تجار جو "میدہ اور زیتون" کا تیل فروخت کرنے کے لئے مدینہ آتے تھے انہوں نے کہا کہ ''بادشاہ روم'' "ہرقل" نے بلقاء کے علاقہ میں ایک عظیم لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اس لشکر کا کھانے پینے کا اور ایک سال کی تنخواہ کا انتظام بھی اس نے کر دیا ہے۔ اور سرحدی قبائل عرب لخم، جذام سے بھی اپنے سے ہم آہنگی کر لی ہے اور اسلامی سرزمین پر حملہ اور اسلامی تحریک کو مٹا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

رسول خدا ایک ایسا عظیم لشکر جمع کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے جو روم کی بڑی طاقت کے لشکروں سے مقابلہ کی طاقت رکھتا ہو۔

پیغمبر جنگوں، میں اپنا آخری مقصد معین نہیں فرماتے تھے۔ اس عادت کے بر خلاف اس بار لشکر جمع کرنے کے آغاز ہی کے دنوں سے اس جنگ کے مقصد کا آپ نے اعلان کر دیا۔ تا کہ لشکر، دشت سوزاں میں دور دراز کے راستہ کو طے کرنے، دشوار کام کے انجام دینے اور نہایت طاقتور دشمن سے جنگ کرنے کے لئے تمام تیاریوں کے ساتھ ضروری ساز و سامان اور غذا لے کر روانہ ہوں۔

منافقین کی حرکتیں

اس زمانہ کے منافقین نے لشکر کی جمع آوری کے آغاز میں، حکومت اسلامی کی دی ہوئی آزادی سے سوء استفادہ کرتے ہوئے، حساس ترین اوقات میں مایوس کن پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے ذریعہ مسلمانوں کو راہ خدا میں جہاد سے باز رکھنے کی کوشش کی یہ لوگ درحقیقت استکباری طاقتوں کے نفع کے لئے قدم اٹھا رہے تھے۔

اسلام کے خلاف منافقین کی خیانت آمیز تحریک تاریخ اسلام میں حادثہ مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہے۔اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

منافقین میں سے ایک سر کردہ "ابوعامر" نامی فاسق، رسول خدا کی مدینہ ہجرت کے بعد اپنی خیانتوں کی بدولت بھاگ کر مکہ اور طائف پہونچا اور ان کے فتح ہونے کے بعد وہاں سے بھاگ کر روم چلا گیا وہ وہیں سے مدینہ کے منافقین سے اس کا رابطہ تھا اور فکری امداد بھی کرتا رہتا تھا۔اس نے اپنے ہوا خواہوں کو خط میں لکھا کہ "میں قیصر روم کے پاس جارہا ہوں اور اس سے فوجی مداخلت کی درخواست کروں گا کہ اس کی مدد سے ہم مدینہ پر حملہ کریں اب تم "قبا" کے دیہات میں مسلمانوں کی مسجد کے مقابلہ میں ایک مسجد بنالو اور نماز کے موقع پر وہاں جمع ہوجایا کرو اور فریضہ کی ادائیگی کے بہانے اسلام اور مسلمانوں کے موضوع اور اپنے منصوبوں کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جائے اس موضوع پر گفتگو کیا کرو۔

یہ مسجد، لشکر اسلام کے تبوک روانہ ہونے سے پہلے بن کر تیار ہوگئی۔ منافقین اس مسجد کی آڑ میں اپنی کارکردگی کو منظم شکل دے سکتے تھے، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان لوگوں نے رسول خدا سے درخواست کی کہ آپ ان کی مسجد میں نماز ادا کریں اور اس مسجد کا افتتاح کردیں۔

رسول خدا نے جواب میں فرمایا "ابھی میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں اور سفر کی تیاری میں مصروف ہوں اگر خدا نے چاہا تو واپسی پر آؤں گا۔ سیرت ابن ہشام ج۴ص ۱۵۹

بہانے

منافقین جنگ میں شرکت نہ کرنے کے لئے بڑے لچر بہانے تراشتے رہتے تھے۔ رسول خدا نے "جد ابن قیس" نامی ایک منافق سے کہا۔

" کیا تم رومیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے اپنے کو آمادہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

جد ابن قیس نے جواب دیا" اے اللہ کے رسول۔ مجھے آپ اس بات کی اجازت دیں کہ میں شہر ہی میں رہوں، مجھے آپ فتنہ میں نہ ڈالیں۔ اس لئے کہ میرے قبیلہ کے لوگ جانتے ہیں کہ کوئی بھی مرد میری طرح عورت سے محبت نہیں رکھتا۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں روم کی عورتوں کو دیکھوں گا تو فتنہ (و گناہ) میں پڑ جاؤں گا۔"

رسول خدا نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا" تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ"

قرآن اس منافق کی بہانہ بازی کے بارے میں اعلان کرتا ہے کہ:

"ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو جہاد میں شرکت کرنے سے معاف رکھیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں، آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ خود فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں اور بے شک دوزخ ان کافرین کو گھیرے ہوئے ہے۔" توبہ: ۴۹

منافقین کام میں رخنہ ڈالنے اور جنگ کے بارے میں لوگوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے کہتے تھے اس گرمی کے موسم میں جنگ کے لئے نہ جاؤ یہ موسم جنگ کے لئے مناسب نہیں ہے، خدا نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا۔

" جن لوگوں نے رسول خدا کے رکاب میں حکم جہاد سے روگردانی کی وہ خوش ہیں اور راہ خدا میں جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے کو ناگوار جانتے ہیں (اور مومنین کو بھی جہاد سے منع کرتے ہیں) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس گرمی میں کوچ نہ کرو۔ ان سے کہہ دیجئے کہ دوزخ کی آگ زیادہ جلانے والی ہے اگر لوگ سمجھ لیں۔ توبہ: ۸۱

منافقین، آرام طلب ثروت مند اور کچھ ناواقف عرب نے مختلف بہانوں سے اس جنگ میں شرکت کرنے سے گریز کیا۔

خداوند عالم اعراب کے بارے میں فرماتا ہے۔

"بادیہ نشینوں (اعراب) میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے اور جہاد سے معافی چاہ رہے تھے اور کچھ لوگ جو رسول خدا کی تکذیب کرتے تھے۔ جہاد سے بیٹھ رہے کافر جلد ہی دردناک عذاب میں پہونچیں گے۔ توبہ : ۹۰

منافقین کی ٹیم کے اڈہ کا انکشاف

رسول خدا کو خبر ہوئی کہ منافقین کا ایک گروہ "سویلم" یہودی کے گھر ایک انجمن بنا کر سازشوں اور لوگوں کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکنے کی پلاننگ میں مصروف ہے۔ رسول خدا نے سمجھ لیا کہ اگر ان کے ساتھ کوئی قطعی سلوک نہ کیا گیا جس سے عبرت حاصل کریں تو وہ اپنی مکارانہ سازشوں سے اسلام کو چوٹ پہونچائیں گے۔ انہوں نے حکم دے دیا کہ اس ٹیم کے اڈہ کو گھیر کر اس میں آگ لگادی جائے۔ آنحضرت کے حکم سے اسلام کے چند محافظین نے اس گھر کو آگ لگادی اور منافقین کے فرار کے بعد ان کی انجمن بکھر گئی فرار کے وقت پشت بام سے زمین پر گرنے کی وجہ سے ایک منافق کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۶۰

جنگی اخراجات کی فراہمی

مضبوط لشکر مرتب کرنے کے اخراجات کے لئے نیکوکار اور ثروت مند مسلمانوں نے جاں بازان اسلام کی مالی امداد کی اور مسلمانوں نے اخراجات جنگ مہیا کرنے میں بے مثال دلچسپی کے ساتھ کوشش کی۔ مسلمان عورتوں نے اپنے زیورات رسول خدا کے پاس بھیج دئیے تاکہ وہ جنگ کے مصرف میں کام آئیں۔ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق محاذ جنگ کی کمک کرنے میں کوشاں تھا۔

مثال کے طور پر ایک غریب مزدور ایک صاع (تین کیلو) خرما پیغمبر کی خدمت میں لایا اور عرض کرنے لگا "اے اللہ کے رسول۔ میں نے نخلستان میں کام کیا تو دو صاع خرما مزدوری ملی ایک صاع تو میں نے اپنے گھر کے لئے رکھ لیا اور ایک صاع جنگ کے اخراجات جمع کرنے کے لئے لایا ہوں۔"

منافقین نے یہاں بھی اپنے غلط پروپیگنڈے کو جاری رکھا۔ اگر کوئی دولت مند مالی امداد کرتا تو کہتے تھے کہ "ریاکاری کر رہا ہے" اور اگر کوئی غریب خلوص کی بنا پر تھوڑی سی مدد کرتا تو کہتے کہ "خدا کو اس کمک کی ضرورت نہیں" مجمع البیان ج ۵ ص ۲۵

منافقین کی ان باتوں کے بارے میں قرآن میں خدا فرماتا ہے۔

" وہ لوگ جو خود سے مدد کرنے والے مومنین اور ان لوگوں کے صدقہ میں عیب نکالتے اور مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس جو ہے دے رہے ہیں۔ تنگ دستی میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے خدا ان کا تمسخر کرتا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے" توبہ : ۷۹

اشک حسرت

منافقین کی سازشوں اور پروپیگنڈوں اور افواہوں کے مقابل پاکیزہ دل مومنین کا ایک گروہ جنگ میں شرکت کے شوق میں رسول خدا کی طرف دوڑ پڑا چونکہ یہ لوگ غریب تھے ان کے پاس سواری کا انتظام نہ تھا لہذا انہوں نے رسول خدا سے خواہش کی کہ ان کو مرکب عطا کیا جائے تاکہ حضور کی رکاب میں دراز صحراؤں کا سفر کرکے اس جہاد مقدس میں شرکت کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس کوئی ایسی سواری نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں۔ یہ لوگ اس وجہ سے افسوس اور گریہ کرتے ہوئے رسول خدا کے پاس سے نکلے کہ ان کو جہاد میں شرکت کی توفیق حاصل نہ ہو سکی۔ یہ جماعت تاریخ میں گروہ "بکاؤون" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (یعنی بہت رونے والے) خدا قرآن مجید میں ان کو اس طرح یاد کرتا ہے۔

"اے پیغمبر۔ مومنین، جہاد کے لئے تیار ہو کر آپ کے پاس آئے تا کہ آپ ان کو کسی مرکب پر سوار کر دیں (اور میدان جہاد لے جائیں) اور آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس مرکب نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں اور وہ لوگ اس حالت میں واپس چلے گئے کہ غم کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ وہ اخراجات سفر کیوں نہ فراہم کر سکے۔ ایسے لوگوں پر جہاد ترک کر دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے" (۱) توبہ : ۹۲

بے نظیر لشکر

منافقین کی رخنہ اندازی اور پروپیگنڈے، راستہ کی دوری، شدید گرمی، خشک سالی، دشمن کا بے شمار لشکر، ان میں سے کوئی چیز مسلمانوں کو وسیع پیمانہ پر جنگ میں شرکت سے نہ روک سکی۔

تقریباً تین ہزار افراد نے اپنی آمادگی کا اعلان کیا اور "ثنیۃ الوداع" کی لشکر گاہ میں خیمہ زن ہوگئے اس مسلح لشکر کے پاس دس ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار اونٹ تھے۔

رسول خدا نے لشکر گاہ میں ان سپاہیوں کا معائنہ کیا اور ان کے پرچم کو ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور سب روانگی کے لئے آمادہ ہوگئے۔ مغازی ج ۳ ص ۹۹۶

منافقین کی واپسی

منافقین کے لیڈر عبد اللہ ابن ابی نے اپنے چاہنے والوں کے ساتھ "ذباب" کے علاقہ میں "ثنیۃ الوداع" میں جو لشکر گاہ تھی اس سے ذرا پیچھے اپنے خیمے نصب کئے اور وہیں سے مدینہ کی طرف لوٹ گیا اس نے کہا، "محمد اس گرمی، دوری، اور سختی میں رومیوں سے لڑنے جا رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ رومیوں کے ساتھ جنگ ایک کھیل ہے خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ کل ان کے اصحاب اسیر اور گرفتار ہو جائیں گے۔ حوالۂ سابق

منافقین یہ چاہتے تھے کہ لشکر اسلام سے عین روانگی کے موقع پر نفسیاتی جنگ چھیڑ کر ان کے حوصلوں کو کمزور کر دیا جائے۔ لیکن ان کی یہ چال کار گر نہ ہوئی امتاع الاسماع ج ۱ ص ۴۵۰

شخصیت پر حملہ

رسول خدا کی رکاب میں حضرت علی کو ہر جنگ میں شرکت کا افتخار حاصل تھا. لیکن اس جنگ میں نہ جاسکے. رسول خدا کے حکم سے مدینہ کی دیکھ بھال کے لئے رہ گئے۔ رسول اللہ منافقین کی سازش سے آگاہ تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شرک پر باقی رہ جانے والے اعراب کی مدد سے منافقین، شہر مدینہ پر مجاہدین سے خالی ہوجانے کی بنا پر حملہ کردیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش آجائے. اس پریشان حال سیاسی حالات میں سازشوں کے مقابلہ میں اسلام کے مرکز کی جو دیکھ بھال کرسکتا ہے وہ صرف علی (ع) تھے.

رسول خدا نے علیؑ کو اپنی جگہ پر اس لئے بیٹھایا تا کہ اطمینان سے جہاد کے لئے جاسکیں۔ جب منافقین نے علیؑ کو اپنی تحریک میں رکاوٹ محسوس کیا تو ان کو میدان سے ہٹادینے کے لئے ماحول بنایا اور افواہیں پھیلانا (درحقیقت ان کی شخصیت پر حملہ) کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ ''رسول خدا علیؑ سے افسردہ خاطر ہوگئے آپ نے ان سے بے اعتنائی کی اور ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے'' یہ باتیں علی کے کانوں تک پہونچیں آپ نے اپنا اسلحہ اٹھایا اور مدینہ سے تین میل دور مقام "جرف" میں رسول خدا سے جاملے اور فرمایا" اے اللہ کے رسول منافقین کہتے ہیں کہ آپ ہم سے مطمئن نہیں تھے اس لئے آپ نے ہمیں مدینہ میں چھوڑ دیا''

حضرت نے فرمایا.

''وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں. میں نے جو کچھ چھوڑا ہے اس کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے میں نے تم کو مدینہ میں چھوڑ دیا ہے''

اس وقت آپ نے بہت سارے اصحاب کے سامنے جو وہاں حاضر تھے اور سن رہے تھے، حضرت علی (ع) سے فرمایا.

''میرے بھائی مدینہ واپس جاؤ، مدینہ کے لئے ہمارے تمہارے علاوہ کوئی مناسب نہیں ہے

، تم ہی میرے خاندان میں اور میرے محل ہجرت (مدینہ) میں میرے عشیرہ کے درمیان میرے جانشین ہو، کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسی کے لئے ہارون، بس میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہو گا"

حضرت علی (ع) مدینہ لوٹ آئے اور رسول خدا اپنے مقصد کے لئے روانہ ہو گئے (۱)

تپتے صحرا میں

باہمت و جری مسلمانوں کے ۶۱ سالہ رہبر رسول خدا، سخت ترین سپاہیوں، جیش العسرہ کی کمان سنبھالے ہوئے ہیں۔ دشمن تک پہونچنے کے لئے سپاہیوں کو ۷۷۸ کیلو میٹر کے گرم ریگستان کو عبور کرنا پڑے گا۔ لشکر چل پڑا، آفتاب اس لشکر پر آگ برسا رہا تھا۔ شدید گرمی کا خطرہ دشمن سے کم نہ تھا۔ لیکن لشکر اسلام بھی استقامت و مقاومت کا پیکر تھا۔ صرف چند منافقین تخریب کاری اور اذیت رسانی کے ارادہ سے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ راستہ میں خیانت آمیز حرکتیں اور زہریلے پروپیگنڈے کر رہے تھے۔ لشکر اسلام کا گزر اصحاب "حجر" کے علاقہ سے ہوا اصحاب حجر کے ویران شہر میں ایک پانی والا کنواں تھا سپاہیوں نے اس کنویں سے پانی کھینچا اور اپنے ظروف بھر لئے۔ جس وقت یہ لوگ اس جگہ اترے اور سپاہی آرام کرنے لگے تو رسول خدا نے فرمایا کہ فلاں کنویں کا پانی نہ پینا اور اس پانی سے آٹا نہ گوندھنا اور اگر آٹا گوندھ لیا ہے تو اس کو نہ کھانا بلکہ چوپایوں کو دیدینا۔"

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "آج رات کوئی لشکر گاہ سے باہر نہ نکلے" اس رات لشکر گاہ سے کوئی باہر نہیں گیا سوائے دو افراد کے اور ان کے ساتھ ناگوار حادثات پیش آئے۔

صبح سویرے لشکر اسلام رسول خدا کے پاس طلب آب کے لئے پہونچا۔ حضرت نے دعا فرمائی، بارش ہوئی سارے تالاب گڈھے بھر گئے۔ جاں بازوں نے بارش کے پانی سے مشکیں بھر لیں۔ ایک منافق نے کہا "ایک گزرتا ہوا بادل تھا جو اتفاقاً برس گیا" سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۶۴ و ۱۶۵

ایک جگہ رسول خدا کا اونٹ گم ہو گیا کچھ لوگ اس کو ڈھونڈھنے کے لئے نکلے لیکن منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں جن کو یہ نہیں معلوم کہ ان کا اونٹ کہاں ہے. درحالانکہ یہ آسمانوں کی خبر دیتے ہیں؟" ان کی باتیں پیغمبر تک پہونچائی گئیں آپ نے فرمایا" مجھے خدا جو بتا دیتا ہے میں غیب کی وہی باتیں جانتا ہوں" اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور آنحضرت کو اونٹ کی جگہ سے باخبر کیا حضرت نے فرمایا میرا اونٹ فلاں وادی میں ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں الجھ گئی ہے جاؤ اس کو پکڑ لاؤ' سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۶۶

ابوذر کا واقعہ

چلتے چلتے راستہ میں ابوذر کا اونٹ بیٹھ گیا انہوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ کسی طرح قافلہ تک پہونچ جائیں. لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ اونٹ سے اتر پڑے۔ سامان کو پیٹھ پر لادا اور پیدل ہی چل پڑے۔ آفتاب ان کے سر پر شدت کی گرمی برسا رہا تھا۔ ابوذر پیاس سے نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ وہ اپنے آپ کو بھلا چکے تھے اور صرف لشکر رسول خدا تک پہونچنے کے علاوہ کوئی مقصد نہ تھا. پیاس سے جھلتے ہوئے جگر کے ساتھ پیدل، پستیوں اور بلندیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ کہ دور سے آپ کی نگاہیں لشکر مسلمین پر پڑیں' آپ نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اس طرف ایک سپاہی کی نظر ایک سیاہی پر پڑی اس نے رسول خدا سے عرض کی کہ " کوئی شخص ہماری طرف آرہا ہے. حضرت نے فرمایا" اچھی بات ہے وہ ابوذر ہیں" آنے والی سیاہی اور قریب ہو گئی ایک شخص نے چلا کر کہا" وہ ابوذر ہیں" خدا کی قسم وہی ہیں" حضرت نے فرمایا.

خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے وہ اکیلے راستے طے کرتے ہیں' تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے

لشکر اسلام تبوک میں

لشکر اسلام نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ تبوک میں پہونچ گیا۔ لیکن رومیوں کو اپنے سامنے نہیں پایا اس لئے کہ رومی لشکر اسلام کی کثرت سے واقف ہو چکے تھے اور لشکر اسلام کی شجاعت اور ان کے بلند حوصلوں کی اطلاع ان کو تھی۔ اس بنا پر انہوں نے محفوظ جگہ ڈھونڈھ لی اور شمال کی طرف بیٹھ رہے۔ پیامبرِ و آئین نبرد، مولف جنرل مصطفےٰ طلاس ص ۴۸۳

تبوک میں لشکر اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ رسول خدا نے لشکر کے سامنے تقریر کی مسلمان بیس دن تک تبوک میں رہے۔ رسول اللہ نے وہاں چند گروہوں کو اپنے زیر اثر قبیلوں سے عہد و پیمان باندھنے کے لئے مختلف سرحدی علاقوں میں روانہ فرمایا ان سرحدی علاقوں میں بسنے والے قبیلوں سے عہد و معاہدہ کے بعد جزیرۃ العرب کی سرحدیں محفوظ ہو گئیں۔

دومۃ الجندل کے بادشاہ کی گرفتاری

رسول خدا نے سواروں کے ایک دستہ کا خالد بن ولید کو سردار بنا کر بھیجا۔ خالد اور اس کے سپاہیوں نے وہاں کے بادشاہ "اکیدر" اور اس کے بھائی "حسان" پر جب وہ ایک وحشی گائے کا پیچھا کر رہا تھا غفلت کے عالم میں حملہ کر دیا۔ حسان مارا گیا اور اکیدر گرفتار ہو گیا۔ خالد نے اکیدر کو گرفتار کرنے کے بعد دومۃ الجندل کو فتح کیا اور مال غنیمت کے ساتھ واپس پلٹا۔ اکیدر کو پیغمبر کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رسول خدا نے اس سے صلح کا معاہدہ کیا اور اس کے لئے جزیہ ادا کرنا ضروری قرار دیا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۶۹

تبوک میں "شہر ایلہ" جہاں عیسائی آباد تھے، اس کے رئیس "یوحنا ابن روبہ" نے دومۃ الجندل کے واقعات سننے کے بعد پیش قدمی کی اور خود پیغمبر کی خدمت میں آکر اپنے آپ کو اور اپنے قبیلہ کو اسلام کی حمایت کے سایہ میں پہونچا دیا۔ وہاں یہ طے پایا کہ اہل ایلہ سالانہ تین سو طلائی دینار

بعنوان جزیہ کا ادا کریں۔ مغازی واقدی ج ۳ ص ۱۰۴۲

پیغمبر پر حملہ کرنے کی سازش

مقام تبوک میں بیس دن تک قیام کے بعد، لشکر اسلام نے رسول خدا کے حکم کے بموجب لوٹ آنے کا ارادہ کیا۔ منافقین نے دیکھا کہ لشکر اسلام کے قتل اور زخمی ہونے یا جنگ کی تو نوبت ہی نہیں آئی، لہذا انہوں نے چاہا کہ کسی طرح رسول خدا کا قصہ پاک کر دیں۔ انہوں نے منصوبہ بنایا کہ واپسی کے وقت رات کو پیغمبر کے راستہ میں کسی موڑ پر کمین گاہ میں بیٹھ جائیں اور آنحضرت کے اونٹ کو بھڑ کا دیں تا کہ آپ اونٹ سے گر کر دروں میں لڑھک کر ختم ہو جائیں۔

جب حضور اس موڑ پر پہونچے تو خدا نے آپ کو منافقین کے ارادوں سے آگاہ کر دیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ لوگ درہ کے نیچے سے گزریں اور آپ خود اس موڑ کے اوپر روانہ ہوئے۔ عمار یاسر سے فرمایا کہ اونٹ کی مہار کھینچتے ہوئے لے چلیں اور حذیفہ ابن یمان سے فرمایا کہ ان کے اونٹ کو پیچھے سے ہانکتے رہیں۔ جب آنحضرت اس موڑ کے اوپر پہونچے تو منافقین نے چاہا کہ اپنا حملہ شروع کر دیں رسول خدا نے غصہ کے عالم میں حذیفہ کو حکم دیا کہ ان کو بھگا دو۔ جب حذیفہ نے ان پر حملہ کیا تو منافقین رسوائی کے ڈر سے فوراً ہی بھاگے اور شب کی تاریکی میں صفوف لشکر میں گم ہو گئے۔ دوسرے دن صبح اسید ابن حضیر نے پیغمبر سے ان لوگوں کو قتل کر ڈالنے کی اجازت مانگی لیکن رسول خدا نے اجازت نہیں دی۔ سیرت حلبی ج ۳ ص ۱۴۳

مسجد ضرار کو ویران کر دو

رسول خدا تبوک سے واپسی میں جب منزل "ذی آوان" پر پہونچے تو آپ وحی اور مندرجہ ذیل آیات کے نزول کے ذریعہ مسجد ضرار کے بانیوں کے منصوبہ سے باخبر ہو گئے ارشاد ہوتا ہے۔

"جن لوگوں نے ضرر پہونچانے، کفر اختیار کرنے، مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور ان لوگوں کے لئے اڈہ بنانے کے لئے جو اس سے پہلے خدا و رسول سے جنگ کرتے تھے۔ مسجد بنائی ہے۔ البتہ یہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ سوائے نیکی کے اور ہم کچھ نہیں چاہتے اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں آپ ہرگز اس مسجد میں نماز کے لئے نہ کھڑے ہوں۔ وہ مسجد جو پہلے ہی دن سے اساس تقوی پر بنی ہے زیادہ بہتر ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس مسجد میں وہ لوگ ہیں جو اپنے کو پاک و پاکیزہ رکھنے کو دوست رکھتے ہیں اور خدا بھی ان لوگوں کو جو مطہرین ہیں دوست رکھتا ہے" توبہ : ۱۰۶ و ۱۰۷

ان آیتوں کے نزول کے بعد آنحضرت نے چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ "جاؤ اور اس مسجد کو جس کو ستم گروں نے بنایا ہے۔ ویران کردو اور جلاڈالو۔ رسول خدا کے حکم پر فوراً عمل ہوا اور مسجد کی چھت کو جو کھجور کی لکڑی سے بنائی گئی تھی آگ لگادی گئی اور منافقین بھاگ کھڑے ہوئے ۔جو اسلحہ اٹھانے پر قادر تھا وہ میدان میں نکل پڑا(۲) اس طرح کہ مومنین میں سے کسی نے بھی اس حکم کو ماننے سے انکار نہیں کیا۔ مگر تین آدمیوں نے بعد میں جن کی توبہ خدا نے قبول کرلی۔

۱-۔ در حقیقت اس فوجی تحریک نے امت اسلامی کی جنگ میں آمادگی کو ظاہر کردیا۔

۲-۔ تبوک کی جنگی مشق ،لشکر اسلام کے مضبوط ارادے اور ان کی جسمانی اور روحانی طاقت کا مظاہرہ تھی۔ اس لئے کہ نہایت نظم و نسق کے ساتھ دشوار اور طولانی راستہ کا طے کرنا وہ بھی اس زمانہ کے ابتدائی وسائل کے ساتھ یہ لشکر اسلام کی عظیم روحانی طاقت اور ان کی وسعت فکری کو ثابت کرتا ہے۔

۳-۔غزوہ تبوک ۔ اعراب کی نظر میں مسلمانوں نے عسکری اور معنوی مسجد کی چھت جلانے کے بعد اس کی دیواروں کو مسمار کرکے زمین کے برابر کردیا گیا۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۱۷۴

اسلحے نہ فروخت کرو

تبوک کے واقعہ کے بعد بہت سے جانبازوں نے یہ سمجھ کر کہ جہاد کا کام اب تمام ہو گیا' اپنے اسلحوں کو بیچنا شروع کر دیا۔ دولت مند ان اسلحوں کو خرید نے لگے تا کہ اپنی قوت میں اضافہ کریں جب یہ خبر پیغمبر کو پہونچی تو آپ نے ان لوگوں کو اس کام سے منع فرمایا۔ "ہماری امت سے کچھ لوگ اسی طرح اپنے دین کا دفاع کرتے رہیں۔ یہاں تک ہ دجال ظہور کرے"

جنگ میں دعا کی تاثیر

تبوک کے واقعہ کے بعد رسول خدا نے خداوند عالم کی بارگاہ میں شکر ادا کیا اور فرمایا "خدایا۔ اس سفر میں جو اجر ملا اور جو کچھ پیش آیا ہم اس پر تیری بارگاہ میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس اجر و پاداش میں وہ لوگ بھی ہمارے شریک ہین جو عذر شرعی کی وجہ سے یہاں رک گئے تھے" حضرت عائشہ نے کہا "اے اللہ کے رسول آپ لوگوں کو سفر کی تکلیفیں اور سختیاں جھیلنا پڑیں ایسے میں جو لوگ گھروں میں رہ گئے کیا وہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں؟" رسول خدا نے فرمایا "ہم نے جہاں کہیں بھی سفر کیا' جہاں کہیں بھی خیمہ زن ہوئے' جو لوگ مدینہ میں ہیں وہ ہمارے ساتھ تھے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ بیمار تھے اس لئے عملی طور پر ہمارے ساتھ نہ آسکے' قسم اس کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے۔ ان کی دعا ہمارے ہتھیاروں سے زیادہ دشمن پر اثر انداز ہوئی۔ مغازی ج ۳ ص ۱۰۵۶

غزوۂ تبوک سے ماخوذ نتائج

۱۔۔غزوہ تبوک موجب بنا کہ تاریخ اسلام میں پہلی بار مسلمانوں میں سے ۔ ہر ایک کی عظمت و منزلت بڑھ جائے ۔ وہ اعراب جو ہنوز شرک پر باقی تھے اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ وہ لشکر جو میلوں کی مسافت کو نہایت سختی برداشت کر کے رومیوں سے لڑنے کے لئے طے کر سکتا ہے تو بڑی آسانی سے مشرکین عرب کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے اور اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تبوک کے واقعہ کے بعد جزیرۃ

العرب کے مختلف قبائل کی طرف سے مدینہ میں وفود آنا شروع ہوگئے تا کہ اپنے قبیلہ کے مسلمان ہوجانے کا اعلان کریں اس وجہ سے ہجرت کے نویں سال کو سن وفود کا نام دیا گیا ہے۔

۴۔۔ جزیرۃ العرب کی سرحدوں کا سرحدی قبائل سے معاہدہ کے بعد محفوظ ہوجانا۔

۵۔۔ منافقین کی کثیف ماہیت کا پردہ فاش ہوجانا۔ جو اس واقعہ میں بے حد رسوا ہوئے۔

۶۔۔ غزوہء تبوک اس بات کا سبب بنا کہ مسلمان رسول خدا کی رحلت کے بعد بڑی آسانی سے شام اور روم کے مختلف علاقوں کو آزاد کرالیں۔

منافقین کے لیڈر کی موت

واقعہ تبوک کے بعد مسلمانوں کی کامیابیوں میں سے ایک کامیابی منافقین کے فتنہ پرور لیڈر عبداللہ ابن ابی کی موت بھی ہے۔ وہ تھوڑے عرصہ تک بیمار رہ کر مر گیااوراس طرح تحریک اسلامی کے ایک سخت ترین داخلی دشمن کا شر برطرف ہو گیا۔ مغازی ج ۳ ص ۱۰۵۷

مدینہ میں قبائل کی نمائندگی کرنے والے وفود کی آمد

فتح مکہ اورتبوک پرلشکرکشی کے بعد، ہرطرف سے مختلف قبائل کی نمائندگی کرنے والے وفود مدینہ میں آئے۔ چنانچہ اسی لئے سنہ۹ ہجری کوعام الوفود، وفود کا سال کہا جاتا ہے۔ عرب اس بات کے منتظر تھے کہ اسلام قبیلہء قریش کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا ہے؟ اس لئے کہ قریش عرب کے پیشوااور خانہءکعبہ کے متولی تھے۔ جب مکہ فتح ہوگیااور قریش مغلوب ہوگئے تو دوسرے عرب قبائل یہ سمجھ گئے کہ ان میں اسلام سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ غزوہء تبوک سے یہ حقیقت ان پر اورزیادہ روشن ہو گئی تھی۔ لہذاوہ ناچار، گروہ گروہ دین خدامیں داخل ہونے لگے۔

وہ دین جس میں نماز نہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں

عرب کے سخت ترین قبیلوں میں سے ثقیف کے سر کردہ افراد میں سے چھ افراد پر مشتمل ایک وفداسلام قبول کرنے کے بارے میں مذاکرہ کرنے کے لئے مدینہ آیااور مغیرہ ابن شیبہ ثقفی کے گھر ٹھہرا، پذیرائی کے سارے سامان رسول اللہ کے گھر سے مغیرہ کے گھر بھیجے گئے۔ انہوں نے

اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں کچھ تجویزیں رکھیں منجملہ ان میں سے ایک یہ تھی کہ۔

"لات کے بت خانہ کو ایک سال تک ویران نہ کریں دوسرے یہ کہ ان سے نماز معاف ہوجائے، جب رسول خدا نے ان کی تجویزوں کو قبول نہیں کیا تو وہ ترک نماز پر اصرار کرنے لگے۔ آنحضرت نے فرمایا" جس دین میں نماز نہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں" آخر کار انھوں نے اسلام قبول کیا نماز پڑھنے اور شرعی تکلیفوں پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سیرت النبویہ ابن کثیر ج ۴ص ۶۵

ابراہیم کا سوگ

پیغمبر کی بیوی ماریہ قبطیہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ ولادت کی صبح پیغمبر نے اپنے اصحاب کو یہ خوش خبری سنائی کہ کل رات خدا نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام میں نے اپنے جد ابراہیم کے نام پر ابراہیم ہی رکھا ہے۔ ولادت کے ساتویں دن آپ نے عقیقہ میں ایک گوسفند ذبح کیا نومولود کے سر کے بال تراش کر اس کے برابر چاندی مسکینوں میں صدقہ کے طور پر تقسیم کی۔ پیغمبر کی دوسری بیویوں نے جب یہ دیکھا کہ ماریہ کے ذریعہ پیغمبر صاحب اولاد ہوگئے تو ان کو ماریہ پر رشک ہوا۔ طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۳۵

۱۸ مہینہ کے بعد پیغمبر کا اکلوتا بیٹا بیمار پڑا اور انتقال کر گیا۔ پیغمبر اس کے انتقال سے غم واندوہ میں مبتلا ہوئے۔

خرافات سے جنگ

جس دن ابراہیم کا انتقال ہوا اس دن آفتاب کو گہن لگا۔ لوگوں نے یہ سوچا کہ پیغمبر کے بیٹے کے غم میں آفتاب کو گہن لگا ہے پیغمبر نہیں چاہتے تھے کہ لوگ خرافات کی طرف مائل ہوں اس

لئے آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا" آفتاب و ماہتاب قدرت کی نشانی ہیں وہ سنت الہی کے مطابق خاص راستے پر گردش کرتے ہیں اور انہیں ہر گز کسی کی ولادت یا موت پر گہن لگتا نہیں، سورج گہن کے موقع پر تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم نماز پڑھو. سیرت حلبی ج ۳ ص ۳۱۰ ص ۳۱۱

مشرکین سے بیزاری

۱۰ ذی الحجہ سنہ ۹ ہجری

حج کا زمانہ آگیا، ابھی تک مشرکین حج کے مراسم میں گذشتہ لوگوں کے طریقہ کے مطابق شرکت کرتے تھے.

اس سال مشرکین سے بیزاری (سورہ برائت) والی آیتیں نازل ہوئیں رسول خدا نے ابتدا میں ابو بکر کو امیر الحاج کے عنوان سے مکہ روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ ان آیات کو لوگوں کے مجمع میں پڑھیں۔ جناب ابو بکر اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ حج کے لئے مکہ کی طرف جادہ پیما ہوئے۔

علی (ع) کی اہم ذمہ داری

ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ جبرئیل نازل ہوئے اور خدا کی طرف سے پیغام لے کر آئے کہ "مشرکین سے بیزاری والے پیغام کو یا آپ خود پہونچائیں یا وہ شخص پہونچائے جو آپ کے اہل بیت سے ہو" رسول خدا نے اپنی اونٹنی "ناقہ عضباء" کو علیؑ کے حوالہ کیا اور فرمایا ابو بکر سے جا کر وہ آیتیں لے لو جو مشرکین سے بیزاری و برائت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور زائرین خانہ خدا کے مجمع میں خود پڑھو. بروایت شیخ مفید ابو بکر نے ان آیات کو علیؑ کے حوالہ کیا اور مدینہ لوٹ

آئے اور پیغمبر کی بارگاہ میں پہونچ کر کہا" کیا میرے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے؟" رسول خدا نے نہایت اطمینان سے فرمایا۔

"جبرئیل تشریف لائے اور خدا کا پیغام پہونچایا کہ اس کام کو میرے علاوہ یا میرے خاندان کی فرد کے علاوہ دوسرا انجام نہیں دے سکتا۔ بحارالانوار ج ۲۱ص ۲۷۵

علی (ع) حج کے زمانہ میں مجمع کے درمیان کھڑے ہوئے اور جو کچھ رسول خدا کے فرمان مطابق تھا۔ اعلان کیا کہ "اے لوگو، کوئی کافر بہشت میں نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی کعبہ کا برہنہ طواف کرنے کی اجازت ہوگی۔ جس کی رسول خدا سے کوئی قرار داد یا معاہدہ ہے تو وہ معاہدہ اپنی مدت تک باقی ہے۔ اور دوسروں کو بھی آج سے چار مہینے کی مہلت ہے کہ ہر گروہ اپنے مامن اور اپنی سر زمین کو پلٹ جائے۔ چار مہینے کے بعد کسی بھی مشرک کے لئے کوئی عہد و پیمان نہیں رہ جائے گا مگر ان لوگوں کے لئے جنھوں نے خدا اور اس کے رسول سے ایک مدت تک کے لئے عہد و پیمان کیا ہے۔ اس سال کے بعد مشرکین نہ حج بجالائیں گے اور نہ کعبہ کے گرد برہنہ طواف کریں گے۔ سیرت ابن ہشام ج ۴ص ۱۹۰

مباہلہ

رسول خدا نے دنیا کے سر کردہ افراد کو خط لکھنے کے بعد ایک خط "اسقف نجران" (مکہ کے جنوب مشرق میں ۹۱۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ایک شہر ہے) کو لکھا اور اس دیار کے عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دی۔

اس خط میں اعلان تھا کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو جزیہ دو تا کہ تم کو حکومت اسلامی کی حمایت ہو جائے یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسقف نے عیسی کے بعد ایک پیغمبر کے ظہور کی بشارت آسمانی کتابوں میں پڑھ رکھی تھی اس لئے اس نے اپنے نمائندوں کو مدینہ بھیجنے کا ارادہ

کیا۔

عیسائیوں کا ایک عالی مرتبہ وفد مذاکرہ اور اسلام کے مسائل کے بارے میں تحقیق کے لئے مدینہ پہونچا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہونچے تو کمال آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی مراسم انہوں نے مسجد مدینہ میں انجام دیئے۔اس کے بعد حضرت عیسی (ع) کے بارے میں ایک تفصیلی بحث شروع ہوئی۔ رسول خدا نے عیسی کے بارے میں فرمایا" وہ خدا کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں جن کو خدا نے مریم کے رحم میں رکھا نسا: ۱۷۱

عیسائی نمائندے کہہ رہے تھے کہ "عیسی خدا کے بیٹے ہیں اس لئے کہ مریم نے بغیر کسی مرد کی قربت کے ان کو جنا ہے" جواب میں آیت نازل ہوئی اور رسول خدا نے اس کو پیش کیا کہ "عیسی کی خلقت آدم کی تخلیق کی طرح ہے خدا نے ان کو خاک سے پیدا کیا" یعنی اگر باپ کا نہ ہونا خدا کے بیٹے ہونے کی دلیل ہے تو آدم کے نہ کوئی باپ تھا اور نہ کوئی ماں لہذا خدا کے بیٹے ہونے کے زیادہ سزاوار تو وہ تھے۔

مذاکرات اور بحثیں جاری رہیں، عیسائی مذہبی نمائندے پیغمبر کی منطق کے سامنے خاموش ہو گئے، لیکن ان کا بے جا تعصب حقیقت وایمان کو ماننے سے رکاوٹ بنا رہا۔

فرشتہ وحی نازل ہوا اور پیغمبر کو حکم ملا کہ ان لوگوں کو مباہلہ کے لئے بلائیں۔

یعنی دونوں گروہ صحرا میں جائیں اور ایک معین وقت پر دونوں خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر لعنت بھیجیں۔ آل عمران: ۶۱

مباہلہ کے بارے میں علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں کہ "مباہلہ اسلام کے ایک ابدی معجزات میں سے ہے اور ہر باایمان شخص اسلام کے پہلے پیشوا کی پیروی میں حقائق اسلام کی کسی حقیقت کے اثبات کے راستہ میں اپنے مخالف سے مباہلہ کر سکتا ہے اور خداوند عالم سے درخواست کر سکتا ہے کہ وہ طرف مخالف کو کیفر کردار تک پہونچائے اور اس کو شکست دے" تفسیر المیزان ج ۳، ص ۲۲۹

مباہلہ کا وقت قریب آیا رسول خدا نے مسلمانوں اور اپنے وابستگان کے درمیان سے صرف چار

افراد کا انتخاب کیا جو اس تاریخی واقعہ میں شریک ہوئے اور وہ ہیں حضرت علی (ع) پیغمبر کی با عظمت بیٹی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اور حسن و حسین علیہما السلام۔ اس لئے کہ تمام مسلمانوں کے درمیان ان چار افراد سے زیادہ پاکیزہ اور باایمان انسان موجود نہ تھے۔

رسول خدا نے اپنے ساتھ جانے والوں سے کہا کہ جب ہم وہاں پہونچیں تو ہماری دعا پر آمین کہنا۔

پھر معنوی شان و شوکت کے ساتھ، آنحضرت حسن کو گود میں لئے حسن کا ہاتھ پکڑے اور فاطمہؑ و علیؑ ان کے پیچھے اس مقام کی طرف چلے جہاں مباہلہ ہونا قرار پایا تھا۔

جب عیسائیوں کی منتظر نگاہیں رسول خدا اور ان کے ساتھ آنے والوں کے نورانی اور ملکوتی چہروں پر پڑیں تو اس وقت ان کے اسقف اعظم نے کہا۔

''میں ان چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ جو بارگاہ الٰہی میں اگر دعا کریں تو بیابان دیکھتے دیکھتے جہنم میں بدل جائے اور عذاب کی چادر سرزمین نجران کو اپنے دامن میں لپیٹ لے۔ اس بات کا خطرہ ہے کا تمام عیسائی ختم ہو جائیں'' سیرت نبویہ برحاشیہ سیرت حلبی ج ۲ ص ۴

آخر وہ جزیہ دینے پر تیار ہو گئے اور طے یہ پایا کہ ہر سال دو ہزار حلے اور تیس آہنی زرہیں وہ مسلمانوں کو بطور جزیہ دیا کریں گے۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱

علی (ع) کی یمن میں ماموریت

جب یمن کے فرماں روا اور کچھ لوگ اسلام کے گرویدہ ہو گئے تو رسول اللہ نے ایک دانش مند صحابی معاذ ابن جبل کو قرآن کو تعلیم اور تبلیغ اسلام کے لئے اس علاقہ میں بھیجا۔ وہ کچھ دنوں کے بعد لوٹ آئے۔ پھر چند دنوں کے بعد پیغمبر نے خالد بن ولید کو ان کی جگہ روانہ کیا۔ خالد اپنی خشونت اور اپنے سلوک کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں ایمان کی لو نہ بڑھا سکے۔

اس وجہ سے رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ یمن جا کر اس علاقہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں انہیں احکام دین سکھائیں اور واپسی پر نجران کے لوگوں سے جزیہ وصول کرتے ہوئے آئیں۔

رسول خدا کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام چند مسلمانوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہاں آپ نے حیرت انگیز فیصلوں اور پر زور تقریروں سے شیفتگان حق کو اسلام کی طرف مائل کیا۔

قبیلہ ہمدان کے درمیان آپ کی صرف ایک تقریر اور رسول خدا کے خط کے پڑھنے سے اس قبیلہ کے لئے وہ مثل ثابت ہوگئی کہ ''جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں جا کر بیٹھ جاتی ہے۔ایک دن سے بھی کم میں یہ عظیم قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ بحار : ج ۲۱ ص ۳۶۰

قبیلۂ ہمدان کے مسلمان ہو جانے سے پورے یمن میں اسلام کی اشاعت پر بہت اچھا اثر پڑا۔

حجۃ الوداع

روانگی کی تاریخ: ۲۵ ذی القعدہ سنہ ۱۰ ہجری

رسول خدا کے حکم سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس سال رسولؐ حج بیت اللہ کو تشریف لے جائیں گے۔ اس خبر نے لوگوں کے اشتیاق کو بھڑکا دیا اور ہزاروں مسلمان ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

رسول خدا نے ابودجانہ کو مدینہ میں اپنا جانشین معین فرمایا اور اپنے ساتھ ساتھ قربانی لے کر ۲۵ ذی القعدہ کو حج ادا کرنے کے لئے اپنے تمام ہمراہوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے

اس سفر میں پیغمبر کی بیویاں آپ کے ساتھ تھیں جب آنحضرت مدینہ سے ۹ کیلومیٹر جنوب میں مقام "ذوالحلیفہ" پر پہونچے تو آپ نے لباس احرام پہنا اور "لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک، لاشریک لک" کی آواز بلند کی۔ روانگی کے دس دن بعد آپ مکہ پہونچ گئے مسجد الحرام میں وارد ہوئے اور کعبہ کا طواف کیا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔

جہاں عدالت باعث عداوت ہے

علی (ع) یمن کی ماموریت پر تھے۔ رسول خدا کے سفر حج سے آگاہ ہوئے اور اپنے ماتحت افراد کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے آدھے راستہ میں اپنے ہمراہ افراد کی کمان اپنے ایک افسر کے سپرد کی اور تیزی سے پیغمبر کے پاس مکہ پہونچے اور ان کی خدمت میں اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش

کردی۔ جب یمن کی طرف بھیجا ہوا لشکر مکہ سے نزدیک ہوا تو علیؑ ان کے استقبال کے لئے بڑھے لیکن امید کے بر خلاف آپ نے دیکھا کہ انہوں بیت المال کے کپڑوں اور تولیوں کو جو نجرانیوں نے جزیہ کے طور پر دیئے تھے، اپنے درمیان تقسیم کر لیا اور لباس احرام بنا کر پہن لیا ہے تو

حضرت علی اس ناشائستہ حرکت پر اپنے ماتحت افسر پر سخت ناراض ہوئے اور اس سے کہا "تم نے کپڑوں کو کیوں تقسیم کر دیا؟"

اس نے جواب میں کہا کہ "جانبازوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ میں کپڑوں کو امانت کے طور پر انہیں دیدوں اور حج کے مراسم ادا کرنے کے بعد ان سے واپس لے لوں" علی (ع) نے فرمایا کہ "تم کو یہ اختیار نہیں تھا" پھر آپ نے تمام کپڑے واپس لے لئے اور رسول خدا کی تحویل میں دینے کے لئے آپ نے اس کو باندھ دیا۔

ایک گروہ رسول خدا کی خدمت میں پہونچا اور اس نے علی کی سخت گیری کی شکایت کی رسول خدا نے ناراض ہونے والوں سے کہا کہ "علی پر تنقید نہ کرو وہ خدا کے حکم کے جاری کرنے میں بایقین اور سخت ہیں۔ ، ترمذی

حج آخر میں رسول خدا کی پر زور تقریر

اس سال حج کے زمانہ میں پیغمبر نے عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ پڑھا اور اس کے دوسرے دن منیٰ میں آپ کی تقریر کچھ اس طرح تھی۔

خداوند عالم اس بندہ کے چہرہ کو منور اور شاداب رکھ جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور ان کی حفاظت کرے پھر ان کو ان لوگوں تک پہونچائے جنھوں نے نہیں سنی ہے۔ بہت سے فقہ کے حامل ایسے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہیں اور بہت سے فقہ کے پہونچانے والے ایسے ہیں کہ جو ایسے شخص تک پہونچاتے ہیں جو ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے مرد مسلمان کا

دل خیانت نہیں کرتا۔ عمل کو خالص خدا کے لئے انجام دینا، رہبروں کے لئے بھلائی چاہنا اور ایک رنگی اختیار کرنا اور مومنین کی جماعت سے جدا نہ ہونا اس لئے کہ ان کی دعا ہر ایک کو گھیرے رہتی ہے۔

پھر فرمایا "اے لوگوں تم شاید اب اس کے بعد مجھے نہ دیکھو۔ آیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر، کون سا مہینہ اور کون سا دن ہے؟"

لوگوں نے کہا "ہاں یہ حرمت کا شہر، حرمت کا مہینہ اور حرمت کا دن ہے" آپ نے فرمایا "خدا نے تمہارے خون تمہارے مال کی حرمت کو اس شہر، اس مہینہ اور اس دن کی حرمت کی طرح قرار دیا ہے۔ کیا میں نے (پیغام) پہونچا دیا۔" مجمع نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "خدایا تو گواہ رہنا"

آپ نے ارشاد فرمایا "تم خدا سے ڈرتے رہو اور کم (تول کر) نہ بیچنا، زمین میں تباہی نہ مچاؤ اور ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ اسے (اس کے مالک تک) پہونچائے۔ اسلام میں سارے لوگ برابر ہیں اس لئے کہ سب آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر سوائے پرہیز گاری کے اور کوئی برتری حاصل نہیں" کیا میں نے (پیغام) پہونچا دیا؟ لوگوں نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہنا"

حضرت نے فرمایا "اپنے نسب کو میرے پاس نہ لانا بلکہ اپنے عمل کو میرے پاس لانا، جو میں لوگوں سے کہتا ہوں تم بھی یہی کہو، کیا میں نے (پیغام) پہونچا دیا؟ لوگوں نے کہا "ہاں" فرمایا "خدایا تو گواہ رہنا"

پھر آپ نے فرمایا وہ خون جو جاہلیت میں ہوا ہے میرے پیر کے نیچے ہے اور پہلا خون جس کو میں اپنے پیر کے نیچے رکھتا ہوں وہ آدم ابن ربیعہ ابن حارث (رسول خدا کے وابستگان میں ایک شیر خوار بچہ تھا اور بنی سعد ابن بکر نے اس کو مار ڈالا تھا) کا خون ہے۔ کیا میں نے (پیغام) پہونچا دیا؟ لوگوں نے کہا "جی ہاں" فرمایا "خدایا گواہ رہنا"

پھر فرمانے لگے "ہر وہ ربا جو جاہلیت کے زمانہ میں تھا میرے پیروں کے نیچے ہے پہلا ربا جو میں اپنے پیروں کے نیچے رکھتا ہوں وہ عباس ابن عبدالمطلب کا ربا ہے" کیا میں نے (پیغام) پہونچادیا؟ "مجمع نے کہا" ہاں "فرمایا خدا تو گواہ رہنا۔ پھر فرمایا بے شک ماہ حرام میں تاخیر کفر میں زیادتی ہے اور کافرین اس سے گمراہ ہوں گے ایک سال کو حلال اور ایک سال کو حرام شمار کرتے ہیں تا کہ اس کو شمار کر کے جس کو خدا نے حرام کیا ہے موافق بنالیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ زمانہ گزشتہ لوگوں کی وضع کی طرف پلٹ گیا۔ جس دن خدا نے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا' بیشک خداوند عالم کے نزدیک اس کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے اور اس کو "رجب مضر" کہتے ہیں اور پھر پے درپے تین مہینے ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ بتاؤ میں نے تمہیں خبر دار کر دیا؟ لوگوں نے جواب دیا "ہاں" آپ نے کہا "خدا یا تو گواہ رہنا" پھر فرمایا میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے کہتا ہوں اس لئے کہ ان کو تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ اپنے امر میں سے کوئی چیز اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتیں تم نے ان کو خدا کی امانت میں لیا ہے۔ خدا کے حکم کے مطابق تم نے ان سے قربت کی ہے تمہارا ان پر کچھ حق ہے' ان کی متعارف غذا اور لباس تم پر لازم ہے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ کسی کا پیر تمہارے بستر تک نہ پہونچنے دیں۔ تمہاری اطلاع اور اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں کسی کو داخل نہ ہونے دیں۔ پس اگر ان میں سے کوئی چیز انجام دیں تو ان کی خواب گاہ سے دوری اختیار کرو نہایت اطمینان سے ان کو تنبیہ کرو۔

کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ "لوگوں نے کہا" ہاں "حضرت نے فرمایا خدایا گواہ رہنا۔ پھر آپ گویا ہوئے "اب میں تم سے غلاموں کے بارے میں کچھ کہتا ہوں جو کھانا تم کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ جو تم پیو وہی ان کو بھی پلانا اگر یہ کوئی خطا کریں تو ان کی سزا کو معاف کر دینا۔ آیا میں نے تبلیغ کر دی؟" سب لوگ بولے "ہاں" حضرت نے فرمایا "خدایا تو گواہ رہنا" پھر فرمانے لگے "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے' ان کے ساتھ حیلہ اور خیانت نہ کرو۔ ان کی پیٹھ پیچھے بد گوئی نہ کرو ان کا

خون حلال ہے اور نہ مال۔ مگر ان کی رضایت سے، کیامیں نے تبلیغ کر دی؟"لوگوں نے کہا"ہاں"
فرمایا۔خدایا تو گواہ رہنا"

پھر آپ نے کہا"شیطان آج کے بعد اس بات سے ناامید ہو گیا کہ اس کی پرستش ہو گی لیکن پرستش کے علاہ جن کاموں کو تم چھوٹا سمجھتے ہو ان پر عمل ہو گا اور وہ (شیطان) اسی پر راضی اور خوش ہے۔ کیامیں نے بتادیا؟ لوگوں نے کہا"ہاں" آپ نے فرمایا" خدایا تو گواہ رہنا" پھر آپ نے فرمایا ۔دشمن خدامیں سب سے زیادہ گستاخ وہ ہے جو اپنے قتل کرنے والے کے علاوہ کسی کو قتل کرے اور اپنے مارنے والے کے علاوہ کسی کو مارے۔ جو اپنے آقا کی نافرمانی کرے اس نے اس چیز کا انکار کر دیا۔ جو خدا نے محمد پر نازل کی ہے اور جو کوئی اپنے باپ کے علاہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت دے اس پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ کیامیں نے بتادیا؟ مجمع بولا"ہاں"
فرمایا"خدایا تو گواہ رہنا"

پھر آپ نے ارشاد فرمایا"میں مامور ہوں کہ جہاد کروں تا کہ لوگ خدا کی یکتائی اور میری رسالت کے معتقد ہوجائیں۔جب اس کا اقرار کرچکیں گے تو سوائے میرے حق کے انہوں نے اپنے مال اور خون کو محفوظ کرلیا اور ان کا حساب خدا پر ہے" کیامیں نے بتادیا؟"لوگوں نے کہا"ہاں"
فرمایا" خدایا تو گواہ رہنا" پھر آپ نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم گمراہ کرنے والے کافر ہوجاؤ کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردن کا مالک (مالک الرقاب) ہوجائے۔ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جارہاہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے.
کتاب خدااور میری عترت و خاندان۔ کیامیں نے تبلیغ کر دی۔لوگوں نے کہا۔ہاں۔
فرمایا"خدایا تو گواہ رہنا"

اس کے بعد فرمایا۔البتہ تم سے سوال ہو گا لہذا تم میں جو حاضر ہے وہ غائب تک (یہ پیغامات) پہونچائے. سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۶۰۳

غدیر خم میں

یکشنبہ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری

یکشنبہ ۱۱ ذی الحجہ کو جب پیغمبر "جحفہ" سے غدیر خم کے پاس پہونچے تو امین وحی خدا کی جانب سے یہ پیغام لائے کہ "اے پیغمبر. جو خدا کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہونچا دو، اور اگر آپ نے نہیں پہونچایا تو اس کی رسالت کو آپ نے مکمل نہیں کیا۔ خدا آپ کو لوگوں سے بچائے گا.(۳) مائدہ ۶۸

اس طرح خدا کی جانب سے پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ آپ علیؑ کو لوگوں کے درمیان کھلم کھلا پہچنوائیں ولایت اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلے میں جو مسلمانوں کی تکلیف ہے آپ اسے پہونچادیں۔ حجاج کا کارواں جحفہ (۲) پہونچا. پیغمبر نے حکم دیا کہ تمام وہ لوگ جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ لوٹ آئیں اور باقی ٹھہر جائیں تمام مسلمان جمع ہو گئے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تھی. اس روز سخت گرمی کے عالم میں لوگ اپنے پیروں کے نیچے اپنی عبا بچھائے اور اپنے دامن کو سائبان بنا کر سروں پر رکھ رہے تھے. نماز ہوئی پیغمبر نماز کے بعد اس بلند جگہ پر جلوہ افروز ہوئے جو پالان شتر سے بنائی گئی تھی (منبر) اور آپ نے ایک تقریر فرمائی۔

رسول خدا کی تقریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو

حمد و ثنا خدا سے مخصوص ہے ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس پر توکل کرتے ہیں اور نامناسب عمل سے اس کی پناہ چاہتے ہیں وہ خدا جس کے سوا کوئی ہادی اور رہنما نہیں ہے۔ جس کی وہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اس کے بندہ اور پیغمبر ہیں.

اے لوگو، عنقریب میں دعوت حق پر لبیک کہنے والا اور تمہارے درمیان سے جانے والا ہوں میں بھی مسئول ہوں، تم بھی جواب دہ ہو تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے بہ آواز کہا۔

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی رسالت کو پہونچادیا نصیحت اور کوشش کی، خدا آپ کو نیک جزادے۔"

پیغمبر نے فرمایا" کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد اس کے بندہ اور فرستادہ ہیں اور یہ کہ بہشت، دوزخ حق ہے، موت حق ہے اور قیامت کے دن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور خدا قبروں سے تمام سونے والوں کو اٹھائے گا۔

لوگوں نے کہا" جی ہاں" "ہم شہادت دیتے ہیں" حضرت نے فرمایا" خدایا تو گواہ رہنا"

بیشک میں دوسرے جہاں میں جانے اور حوض کوثر کے کنارے تک پہونچنے میں تم پر سبقت لے جاؤں گا۔ اور تم حوض پر میرے پاس حاضر ہوگے۔ وہاں ستاروں کی تعداد میں چاندی کے جام اور پیالے ہوں گے۔ دیکھنا ہے کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو جو کہ گراں بہا اور گراں قدر چھوڑے جارہا ہوں؟۔

مجمع میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا" اے اللہ کے رسول وہ دو گراں قدر چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا جو بزرگ ہے وہ کتاب خدا ہے جو تمہارے درمیان اللہ کی مضبوط رسی ہے اور دوسرے اہل بیت عترت ہیں۔ خدائے مہربان اور عالم نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس پہونچیں۔ قرآن و عترت سے آگے نہ بڑھنا اور ان دونوں کی پیروی سے منہ نہ موڑنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

اس کے بعد آپ نے علی کے ہاتھ کو پکڑا اور اس کو اتنا بلند کیا کہ دونوں کی بغل کی سفیدی نمایاں ہوگئی اور لوگوں نے ان کو دیکھا اور پہچانا۔

پھر آپ نے فرمایا" اے لوگو۔ اہل ایمان سے بالاتر کون ہے" لوگوں نے کہا" خدا اور اس

کا رسول بہتر جانتا ہے" آپ نے فرمایا۔

" بیشک خدا ہمارا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور مومنین کے نفسوں سے اولی اور بلند ہوں۔ لہذا جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔(۱) حضرت نے اس بات کو تین بار اور حنبلی حضرات کے پیشوا احمد ابن حنبل کے قول کے مطابق چار بار تکرار فرمائی اس کے بعد دعا کے لئے ہاتھ بلند کر کے فرمایا۔

"بار الھا، تو اس کو دوست رکھ جو ان کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو ان سے دشمنی کرے۔ ان کے دوستوں کی مدد فرما اور جو ان کو رسوا کرے اسے ذلیل فرما۔ اور ان کو حق کا مدار و محور قرار دے"۔

پھر آپ نے فرمایا کہ "حاضرین غائبین تک یہ پیغام پہونچا دیں" ابھی مجمع پراگندہ بھی نہیں ہوا تھا کہ جبرئیل امین، وحی الہی لے کر آپہونچے اور آیہ کریمہ "الیوم ------------

----

" آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔"

دین کے کامل ہو جانے سے نعمت کے تمام ہو جانے اور میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت پر اللہ کے راضی ہو جانے پر رسول نے تکبیر کہی "اس کے بعد مسلمانوں نے علی ابن ابی طالب کو امیر المومنین کے عنوان سے مبارک بادی اور سب سے پہلے ابو بکر و عمر علی (ع) کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "مبارک ہو مبارک ہو، اے ابو طالب کے بیٹے۔ آپ ہمارے اور تمام مومنین مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔"

پھر شاعر انقلاب اسلام، حسان بن ثابت نے کہا یا رسول اللہ ! اگر اجازت ہو تو میں اس سلسلہ میں کچھ اشعار پڑھوں۔

رسول خدا نے فرمایا خدا کی برکت سے پڑھو۔ اور حسان نے فی البدیہہ واقعہ غدیر خم کو اشعار

میں بیان کیا۔ ہم یہاں ان کے اشعار میں سے تین شعر نقل کررہے ہیں۔

یعنی غدیر کے دن پیغمبر نے لوگوں کو آواز دی، کیا آواز رسا تھی۔ علی (ع) سے فرمایا کہ اٹھو میں نے تم کو اپنے بعد لوگوں کی ہدایت اور امامت کے لئے منتخب کیا۔

میں جس کا مولا ہوں علی اس کے ولی ہیں، لہذا از روئے صدق و راستی ان کے پیرو اور دوست دار رہو۔

شورشیں

حجتہ الوداع سے واپسی کے بعد تکان کی شدت کی بنا پر رسول چند دنوں تک بیمار رہے۔ اس ہنگامہ میں آپ کی خستگی اور طبیعت کی ناسازی کی خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ کچھ موقع کی تلاش اور فائدہ کی جستجو میں رہنے والے افراد نے پیغمبری کا دعوی کیا۔

مسیلمۂ کذاب نے یمامہ اور نجد میں خود کو پیغمبر اور رحمان الیمامۃ کہا۔ اسود عنسی نے یمن میں اپنے کو پیغمبر کہا اور اس نے شورش کا آغاز کر دیا۔ سجاح نامی عورت اور طلیحہ نامی ایک شخص نے اس طرح کے دعوی سے لوگوں کو دھوکہ دینا شروع کیا۔ اس فتنہ کی جڑیں بہت پھیلی ہوئی تھیں اور یہ دھوکہ باز قومی اور قبائلی تعصب سے فائدہ اٹھانے کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ ایک جماعت کو اپنے گرد جمع کرلیا اور جب ان کو قدرت حاصل ہو گئی تو اپنی حکومت و قلمرو کو یہ لوگ وسعت دینے لگے۔

اسود عنسی کا واقعہ

نمونہ کے طور پر اسود عنسی کا واقعہ پیش ہے جس کو پیغمبر کی ناسازی طبیعت کی خبر نے لالچ میں ڈال دیا اس نے جاہلی طریقوں اور رسوم کو کتب عتیق کے قوانین میں ملا کر یمن میں ایک نئے نقطۂ خیال کی بنیاد رکھی وہ ایک کاہن اور شعبدہ باز تھا اپنی پریشان باتوں کو مسجع اور مقفی بنا کر اس طرح پیش کرتا کہ جو اس کی باتیں سنتا بد دل ہو جاتا۔ جنگجوؤں میں بڑا سنگدل اور تیز تھا۔ ظلم و ستم میں لوگوں کی جان و مال میں سے کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔

اسود عنسی نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ چند دنوں میں نجران پر قبضہ کر لیا اور اس نے بلا فاصلہ یمن کے دار السلطنت صنعاء پر حملہ کر دیا۔

"شہر ابن باذام" ایرانی جو رسول خدا کی طرف سے اس علاقہ میں حکومت کرتے تھے انھوں نے لشکر تیار کیا تاکہ اسود کے راستہ کو روک لیں لیکن شورش کرنے والوں کے جلد حملہ کی بنا پر شہر ابن باذام کا لشکر، اسود کے لشکر کا کچھ نہ کر سکا اور شہر ابن باذام اس حملہ میں شہید ہو گئے۔

اسود عنسی کامیاب اور اس کامیابی سے مغرور ہو کر صنعاء میں داخل ہوا۔ اعرابی جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ بہت جلد انھوں نے دوبارہ اسود کے ہاتھوں اسلام سے برگشتگی کا راستہ اختیار کر لیا گروہ گروہ اور قبیلہ قبیلہ نے اس کی بیعت کر لی اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑی ہی مدت میں اسود نے تمام یمن پر طائف و بحرین اور حدود عدن پر تسلط جما لیا۔

ان علاقوں میں باقی ماندہ مسلمانوں نے بھی خوف سے سکوت اختیار کر لیا۔ اسود نے شہر ابن باذام کی بیوی "آزاد" کو زبردستی اپنی بیوی بنا لیا۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۲۷

یمن میں انقلاب کی سازش

بستر علالت ہی سے رسول خدا نے مدعیان نبوت کے ساتھ جنگ کے لئے نمائندوں کو بھیجا اور خط لکھنا شروع کئے۔

آپ نے ایک خط میں یمن کے ایرانی، سر کردہ افراد کو حکم دیا کہ دین مقدس اسلام کے دفاع کے لئے قیام کریں اور ان کے پیغام کو دینداروں اور باحمیت و غیرت افراد تک پہونچائیں اور کوشش کریں تاکہ اس فساد کی جڑ اسود عنسی کو خفیہ یا آشکارا طور پر ختم کر دیں۔ (۳) طبری ۳ ص ۲۳۱

یمن کے آزاد ایرانیوں نے رسول خدا کے فرمان کے مطابق اسلام پر باقی رہ جانے والے قبائل کو اپنے ساتھ تعاون کے لئے بلایا اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ اسود اور سپہ سالار لشکر، قیس میں اختلاف ہے تو، انھوں نے قیس کے سامنے نہایت اطمینان سے اس موضوع کو پیش کیا اور اس

طرح سپہ سالار لشکر اسود کو اپنے ساتھ ملالیا۔ تاریخ طبری ج۳ص ۲۳۱

اسود کے قصر کے اندرونی معلومات حاصل کرنے کے لئے "آزاد" سے رابطہ قائم کیا گیا جو شہر ابن باذام کی بیوی تھیں اور اسود کے تصرف میں تھیں۔

"آزاد" ایک آزادی پسند شیر دل مومنہ اور باعزت خاتون تھیں ان لوگوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور مفید و قیمتی راہنمائیوں کے ذریعہ انھوں نے مومنین کو اسود کے قتل پر آمادہ کیا۔ قصر مکمل طور پر نگہبانوں کی نگرانی میں تھا۔ "آزاد" کی راہنمائی میں ایک سرنگ کے ذریعہ جو اسود عنسی کے کمرہ میں پہونچتی تھی رات کو جب وہ نیم خوابیدگی کے عالم میں تھا، انقلابی مومنین نے حملہ کر دیا۔ فیروز نے اس کا سر زور سے دیوار سے ٹکرا دیا اور اس کی گردن مروڑ دی۔ اسود کی آواز وحشی گائے کی طرح بلند ہوئی آزاد نے فوراً ایک کپڑا اس کے منہ میں ٹھوس دیا۔ پہرہ دار محل کے اندر ہونے والی چیخ پکار سے مشکوک ہوگئے اور کمرہ کی پشت سے انھوں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے؟" آزاد" نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہے پیغمبر پر وحی آرہی ہے" اس طرح انقلابی مومنین اپنی مہم میں کامیاب ہوئے اور پیغمبری کے جھوٹے دعویدار کو دوزخ میں پہونچا دیا۔ دوسرے دن صبح مسلمانوں نے اسلامی نعرے لگائے اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ اشہد ان لاالہ الااللہ اشہد ان محمد آالرسول اللہ۔ اور اعلان کیا کہ لوگو، اسود ایک جھوٹے شخص سے زیادہ کچھ نہ تھا اس کے بعد اس کا سر لوگوں کی طرف پھینک دیا۔

شہر میں ایک ہنگامہ شروع ہو گیا اور قصر کے نگہبانوں نے اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محل کو لوٹ لیا اور جو کچھ اس میں تھا لے کر فرار ہوگئے۔ اس وقت مسلمانوں نے آواز دی کہ نماز کے لئے لوگ صف بستہ ہوجائیں اور پھر نماز کے لئے لوگ کھڑے ہوگئے۔ طبری ج۳ص ۲۲۷

جس رات اسود مارا گیا اسی رات وحی کے ذریعہ حضرت کو معلوم ہو گیا آپ (ص) نے فرمایا" کل رات ایک مبارک خاندان سے ایک مبارک شخص نے عنسی کو قتل کر دیا" لوگوں نے پوچھا وہ

کون تھا" آپ (ص) نے فرمایا فیروز تھا۔ فیروز کامیاب رہے۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۳۹

مسیلمہ کذاب کا واقعہ

یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے بھی پیغمبری کا دعوی کرکے اپنا ایک گروپ بنالیا اور فتنہ پردازی میں مشغول ہوگیا۔ وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ بے معنی سخن بافی کے ذریعہ قرآن سے معارضہ کرے۔

رسول خدا ابھی سفر حج سے جلد ہی لوٹے تھے کہ دو افراد مسیلمہ کذاب کا خط آپ کے پاس لے کر پہونچے۔ اس میں لکھا تھا" مسیلمہ خدا کے رسول کی طرف سے محمد اللہ کے رسول کے نام" میں پیغمبری میں آپ کا شریک ہوں آدھی زمین قریش سے متعلق ہے اور آدھی مجھ سے، لیکن قریش عدالت سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۴۶

رسول اللہ بہت ناراض ہوئے اور مسیلمہ کے نامہ بروں سے فرمایا" اگر تم سفیر اور قاصد نہ ہوتے تو میں تمھارے قتل کا حکم دیدیتا۔ تم لوگ کس طرح اسلام سے جدا ہو کر ایک تہی مغز آدمی کے پیرو ہو گئے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ مسیلمہ کو بہت سخت جواب لکھا جائے۔" خدائے رحمان و رحیم کے نام سے محمد الرسول اللہ کی طرف سے دروغ گو مسیلمہ کی طرف سلام ہو ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر، زمین خدا کی ملکیت ہے اور وہ اپنے صالح بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زمین کا وارث قرار دیتا ہے اور نیک انجام پرہیز گاروں کا ہوگا۔ (حوالہ سابق)

جھوٹے پیغمبر کی طرف میلان کا سبب قومی تعصب

طبری کا بیان ہے کہ ایک شخص یمامہ گیا اور اس نے پوچھا مسیلمہ کہاں ہے؟

اس سے لوگوں نے کہا کہ "پیغمبر خدا کہو"

اس شخص نے کہا "نہیں میں پہلے اس کو دیکھوں گا"

جب اس نے مسیلمہ کو دیکھا تو کہا کہ "تو مسیلمہ ہے"

"ہاں"

کیا تمھارے اوپر فرشتہ نازل ہوتا ہے؟

ہاں اور اس کا نام رحمان ہے۔

"نور میں آتا ہے یا ظلمت میں"

مسیلمہ نے کہا "ظلمت میں"

اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمد سچے ہیں لیکن میں ربیعہ کی دروغگوئی کو مضر (حجاز) کی راست گوئی سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۸۶

جھوٹوں کا انجام

سجاح جو نبوت کا دعوی کرتی تھی، مسیلمہ نے اس کے ساتھ شادی کرلی۔ رسول خدا کی رحلت کے بعد لشکر اسلام نے اس کی سرکوبی کی۔ اور اس کے قتل کے بعد اس کی جھوٹے نبوت کی بساط الٹ گئی۔ طبری ج ۳ ص ۲۹۰

رسول خدا کے زمانہ میں مدعیان نبوت میں طلیحہ نامی ایک شخص تھا جو قبیلہ "بنی اسد" اور قبیلہ غطفان میں ظاہر ہوا۔ رسول خدا نے قبیلہ بنی اسد میں اپنے نمائندوں کو پیغام بھیجا کہ اس کے خلاف قیام کریں۔ وہ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور وہ فرار کر گیا۔ طبری ج ۳ ص ۲۵۶

اس طرح رسول خدا کی تدبیر سے آپ کی زندگی کے آخری دنوں میں یا آپ کی وفات کے بعد جھوٹ پیغمبروں کی بساط الٹی گئی۔

رحلتِ پیغمبر کے وقت کے حالات کا تجزیہ

.بیماری سے نسبتاً افاقہ کے کچھ ہی دنوں بعد آنحضرت دوبارہ علیل ہوگئے۔ ہر چند کہ تمام جزیرۃ العرب حکومت اسلامی کے زیر اثر تھا لیکن ایک طرف پیغمبری کے جھوٹے دعویداروں نے سر اٹھا رکھا تھا اور بہت سے رؤساء قبائل کہ جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام کی جڑیں نہیں پہونچی تھیں۔ گزشتہ لوگوں کے موھوم امتیازات سے جو دست بردار ہوئے تھے۔جن کو زکواۃ کا ادا کرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ وہ پیغمبری کے جھوٹے دعویداروں سے مل کرشورش پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری طرف موقع کی تلاش میں رہنے والے منافقین کا مکمل پلاننگ کے ساتھ یہ ارادہ تھا کہ اسلام کے عظیم رہبر کی آنکھ بند ہوتے ہی حکومت اسلامی پر قبضہ کرلیں اور اس کو امامت وولایت کے صحیح راستہ سے منحرف کردیں۔

.بہر حال، رہبر اسلام کی رحلت شورش کرنے والوں اور مرتدین کے حوصلوں کی تقویت کا موجب ہوئی۔ دوسرا اہم موضوع یہ ہے کہ پیغمبر کی جانشینی کے سلسلہ میں رقابتی کھینچا تانی کی بنا پر امت اسلامی کے درمیان بہت بڑا شگاف پیدا ہوجاتا۔ جو تنہا بھی ایک بہت بڑا خطرہ ثابت ہوتا۔ روم کی بڑی طاقت بھی انتظار میں تھی تا کہ جزیرۃ العرب پر حملہ کرکے اسلام کی جڑ کو کاٹ دے۔ فتنے اٹھ چکے تھے داخلی وخارجی تحریکیں اور سازشیں اسلام کی بنیادوں کو چیلنج کر رہی تھی۔

لشکرِ اسامہ کی روانگی

رسول خدا نے داخلی سازشوں کو ختم کرنے اور خارجی تحریکوں کی سر کوبی کے لئے لشکر اسامہ کی تشکیل اور روانگی کا حکم صادر فرمایا۔ سپاہیوں کی مزید تشویق کے لئے اپنے ہاتھوں سے پرچم کو باندھا اور اس کو ۱۷ سالہ جوان اسامہ کے سپرد کیا اور سپہ سالار معین فرمایا۔ اس بہادر نوجوان نے اس

لشکر کی کمان سنبھالی جو عالمی استکبار سے جنگ کے لئے آمادہ تھا۔ آنحضرت نے اسامہ کو حکم دیا کہ تم اپنے باپ کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جانے میں جلدی کرو۔ صبح کو نہایت تیزی سے ناگہانی طور پر دشمن پر حملہ کردو پیغمبر نے مسلمانوں سے کہا کہ لشکر اسامہ میں شرکت کریں اور جتنی جلدی ہو روانگی کے لئے تیار ہو جائیں۔

رسول خدا کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سازشوں کا تانا بانا بننے والے، لشکر کے ساتھ مدینہ سے خارج ہو جائیں تاکہ شہر ان سے خالی ہو جائے اور امیر المومنین علی (ع) کی خلافت کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنیں آپ (ص) نے جوان سال اسامہ کا انتخاب فرمایا۔ ان کا انتخاب اس لئے فرمایا تھا کہ۔

اولاً آپ یہ چاہتے تھے کہ ذمہ داریاں شخصیت اور لیاقت کی بنا پر دیجائیں نہ کہ سن و سال اور موہوم شرافتوں کی بنا پر تاکہ آئندہ لوگ علی کو یہ کہہ کر الگ نہ کرسکیں کہ وہ نوجوان ہیں۔

ثانیاً اسامہ کے والد زید ابن حارثہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں ان میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا زیادہ سے زیادہ جذبہ تھا۔ سپہ سالاری کا عہدہ سونپ دینے کے بعد عملی طور پر ان کی دلجوئی بھی ہو جاتی۔

اسامہ نے مدینہ کے قریب مقام "جرف" میں پڑاؤ ڈال دیا۔ بزرگ صحابہ اور مہاجرین میں سے بڑے بڑے افراد سب کے سب اسامہ کے لشکر کے سپاہی اور ان کی ماتحتی میں تھے۔ یہ بات ان میں سے بعض کے لئے بڑی سخت تھی انھوں نے علانیہ طور پر اسامہ کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا کہ بزرگوں کی سپہ سالاری کے لئے نوجوان کیوں منصوب کیا گیا؟ لشکر کی روانگی میں عملی طور پر مخالفت ہوئی چند دنوں تک لشکر پڑاؤ پر رکا رہا۔ مخالفت کرنے والوں نے لشکر کی روانگی میں کوتاہی کی اور اپنے بے ہودہ مقاصد کو انجام دینے کے لئے انہوں نے روانگی میں تاخیر کرائی۔

رسول خدا نے بستر علالت پر سمجھ لیا کہ لشکر گاہ سے لشکر کی روانگی کو روکنے کے لئے لوگ کیا کر رہے ہیں، آپ بستر سے اٹھے اور بخار نیز غیظ و غضب کے عالم میں مسجد میں تشریف لائے خدا

کی حمد کے بعد فرمایا "اے لوگو، میں لشکر کی روانگی میں دیر ہونے سے بہت ناراض ہوں گویا اسامہ کی سپہ سالاری تم میں سے ایک گروہ کے اوپر گراں گذری اور تم نے اعتراضات شروع کر دیئے تم اس سے پہلے بھی ان کے باپ کی سپہ سالاری پر اعتراض کر رہے تھے، خدا کی قسم، اس کے باپ بھی سپہ سالاری کے لئے مناسب تھے اور وہ خود بھی مناسب ہیں۔

پیغمبر گھر میں واپس گئے اور ہر اس صحابی سے جو آپ کو دیکھنے کے لئے دوڑا جاتا تھا فرماتے تھے "لشکر اسامہ کو روانہ کرو" طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۰

لیکن سازشیں اس سے بالاتر تھیں یہاں تک کہ آنحضرت نے فرمایا "جو لشکر اسامہ سے رو گردانی کرے اس پر خدا کی لعنت" شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۱

اہل بقیع کے مزار پر

رسول خدا شدید بیماری کے عالم میں حضرت علی (ع) کا سہارا لئے قبرستان بقیع کی طرف چلے اصحاب آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے جب بقیع کے قبرستان میں پہونچے تو فرمایا "میں اس بات پر مامور ہوں کہ خداوند عالم سے اہل بقیع کے لئے طلب مغفرت کروں" پھر فرمایا "اے زیر خاک آرام کرنے والو، تم پر میرا سلام ہو تم اطمینان و مسرت سے آرام کرو کہ تمہارا دن ان لوگوں کے دن سے زیادہ آسودہ ہے۔ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح بڑھ آئے ہیں" پھر فرمایا "علیؑ، ہر سال جبرئیل میرے پاس قرآن کو ایک مرتبہ پیش کرتے تھے اور اس سال دو بار انہوں نے پیش کیا اس لئے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے" ارشاد مفید ص ۹۸

بے لکھی تحریر

حضور کی زندگی کے آخری دن تھے، جب آپ (ص) نے آنکھیں کھولیں تو اپنے بستر کے ارد گرد چند اصحاب کو دیکھا جن کو آپ کے حکم کے مطابق اس وقت لشکر اسامہ کے ساتھ اور اسمیں ہونا چاہیئے تھا۔ امت میں اختلاف کی روک تھام کے لئے آپ نے ان سے خطاب فرمایا" کاغذ اور دوات لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایک چیز لکھ دوں کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہوگے" ان میں سے ایک صاحب نے چاہا کہ اٹھ کر قلم دوات لے آئیں لیکن جناب عمر نے اظہار خیال فرمایا" یہ (پیغمبر کی جانب اشارہ) ہذیان بک رہے ہیں، قرآن تمہارے پاس ہے اور کتاب آسمانی ہمارے لئے کافی ہے" ایک گروہ نے مخالفت میں عمر کا ساتھ دیا اور کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت کی، شور وغل برپا ہوا۔ رسول خدا نے فرمایا" اٹھو اور میرے گھر سے نکل جاؤ"

ناتمام نماز

پیغمبر کی علالت کے دوران ایک دن صبح کو بلال نے اذان دی اور پیغمبر کے گھر کے دروازہ پر آ کر آواز دی " نماز..... خدا تمہارے اوپر رحمت نازل کرے" رسول خدا بہت زیادہ بیمار تھے اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ " لوگوں کو کوئی نماز پڑھا دے اس لئے کہ میں بیمار ہوں" عائشہ نے کہا کہ ابو بکر کو تلاش کرو اور حفصہ نے کہا عمر کو بلاؤ، پیغمبر نے دونوں کی باتیں سنیں اور دونوں بیویوں سے کہا" ان باتوں سے اپنے کو روکو کہیں تم ان عورتوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا" آپ اسی شدید بیماری کے عالم میں اٹھے، علی (ع) اور فضل بن عباس نے دونوں شانوں کو سہارا دے رکھا تھا، مسجد میں تشریف لائے، ابو بکر کو محراب میں دیکھا کہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں، آپ نے ہاتھوں سے ان کو اشارہ کیا کہ ہٹ جائیں۔ رسول خدا نے ان کی نماز کو

نا تمام چھوڑا اور دوبارہ نہایت مختصر نماز کا اعادہ کیا۔ جب آپ گھر میں تشریف لے گئے تو ابو بکر، عمر اور دوسرے افراد کو بلوا بھیجا جب یہ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ "لشکر اسامہ کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟" انھوں نے جواب دیا" ہم آپ سے تجدید بیعت کے لئے لوٹ آئے اور ہم نے یہ نہیں چاہا کہ آپ کی بیماری کی خبر دوسروں سے پوچھیں" کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۸

وداع پیغمبر (ص)

پیغمبر کی بیماری نے شدت اختیار کرلی، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا آنحضرت کے بستر کے پاس بیٹھی ہوئی باپ کے نورانی اور ملکوتی چہرہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جس پر بخار کی شدت کی بنا پر پسینہ کے قطرے جھلملا رہے تھے، جناب فاطمہ (س) نے جناب ابو طالب علیہ السلام کا شعر جو پیغمبر کے بارے میں تھا پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ　　　　شمال الیتامی عصمۃ للارامل

یعنی۔ روشن چہرہ اس چہرہ کی آبرومندی کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوہ عورتوں کی نگہداری کرنے والا ہے۔

رسول خدا نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا، بیٹی، شعر نہ پڑھو، قرآن پڑھو، وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین۔ آل عمران: ۱۴۴

"محمد نہیں ہیں مگر پیغمبر خدا، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں تو کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنے گزشتہ لوگوں کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ اور جو اپنے گزشتگان کے آئین کی طرف پلٹ جائے گا وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔ خدا شکر کرنے والوں کو نیک جزا دے گا"

رسول خدا نے آہستہ سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کانوں میں کوئی بات کہی آپ نے گریہ شروع کیا۔ پیغمبر اپنی بیٹی کی اس تکلیف کو برداشت نہ کرسکے دوبارہ آپ نے ان کے کانوں میں ایک بات کہی تو جناب فاطمہ چپ ہو گئیں اور مسکرانے لگیں۔

بعد میں جب لوگوں نے جناب فاطمہ سے سوال کیا کہ رسول خدا نے آپ سے کیا کہا تھا کہ پہلی بار آپ روئیں اور دوسری بار مسکرائی تھیں؟ آپ نے جواب دیا" پہلی بار آنحضرت سے ان کی رحلت کی خبر سنی تو میں مغموم ہوگئی دوسری بار آپ نے بشارت دی کہ اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اس پر میں بشاش ہو گئی۔

پیغمبر نے اپنی حیات کے آخری لمحوں میں علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا" علی میرا سر اپنی آغوش میں لے لو کہ امر خدا آپہونچا"

اے علی جب میں اس دنیا میں نہ رہوں تو مجھے غسل دینا اور پہلی بار مجھ پر نماز پڑھنا۔ آپ کا سر علی کی گود ہی میں تھا کہ آپ رحمت باری سے جا ملے۔

یہ عظیم مصیبت دو شنبہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری قمری کو آئی۔ لیکن مورخین اہل سنت کے اعتقاد کے مطابق پیغمبر کی رحلت ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری قمری کو ہوئی۔

علی نے رسول خدا کے پاکیزہ جسم کو غسل دیا کفن پہنایا اور نماز پڑھی اس عالم میں کہ آنسو آپ کی آنکھوں سے رواں تھے اور فرمایا۔

"ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول بیشک آپ کے مرنے سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا"

وہ چیز جو دوسرے پیغمبروں کی موت کے بعد منقطع نہین ہوئی (یعنی نبوت و احکام الہی اور آسمانی خبریں) اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے اور نالہ و فغاں سے منع نہ فرماتے تو میں آپ کے فراق میں اتنا روتا کہ میرے اشکوں کا سر چشمہ خشک ہو جاتا۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۶ ص ۷۳۳

رسول خدا کی رحلت کی خبر نہایت تیزی سے مدینہ میں پھیل گئی، علی (ع) جب غسل و کفن

میں مشغول تھے۔اس وقت ایک گروہ سقیفہ   پیغمبر کے جانشین کا مسئلہ کرنے میں الجھا ہوا تھا۔

غسل دینے کے بعد پہلے علیؑ نے نماز جنازہ پڑھی پھر مسلمان دستہ دستہ آتے گئے اور نماز پڑھتے گئے، پھر رسول خدا کو ان کے گھر میں مسجد کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

یہ نور ہر گز نہیں بجھے گا

پیغمبر دار بقاء کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن یہ نور نہ تو گل ہوا ہے اور نہ ہو گا۔

ان کے آئین مشعل ہدایت کی طرح بشر کے تاریک راستوں میں رہنما ہیں اور کھربوں انسان صدیوں سے ان کے آئین کے پیرو ہیں۔

اب روزانہ ایک ملیارد مسلمان ساری دنیا میں کروڑوں بار ''اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ'' کی آواز گلدستۂ اذان سے سن رہے ہیں اور بے پناہ محبت کے ساتھ اس آواز کے دلبر ترنم کو اپنی زبان پر جاری کرتے اور ان (محمد) پر درود بھیجتے ہیں   -ان کی آسمانی کتاب کو پڑھتے اور اس سے سبق حاصل کرتے رہتے ہیں۔قرآن کریم ۱۱۴سوروں کے جاودانہ اعجاز کے عنوان سے اور محمد(ص) کی رسالت پر زندہ گواہ کی حیثیت سے موجود ہے خدا نے ان کے دین کو آخری دین اور ان کو آخری پیغمبر قرار دیا ہے۔   جو ان کے آئین کی پیروی نہ کرے (گمراہ ہے) خدا اس سے اس کی عبادت کو قبول نہیں کرے گا اور آخرت میں وہ گھاٹے میں رہے گا۔   آل عمران : ۸۵

جی ہاں، یہ نور آج لوگوں کے دلوں اور ان کی عقل و خرد پر جگمگا رہا ہے۔

یہ نور ہر جگہ چمکا اور تھوڑی ہی مدت میں جزیرۃ العرب سے نکل کر ہر جگہ پھیل گیا۔ روم اور ایران کی مطلق العنان حکومتوں کو اپنے ہالہ میں لے لیا۔ اور ایک طرف قلب فرانس اور اسپین تو دوسری طرف ہند تک پہونچ گیا۔

ڈوبتی ہوئی بشریت کو نجات بخشی اور اس کو ایک عظیم تمدن سے روشناس کرایا۔

ختم نبوت کے بعد یہ نور معصوم رہنماؤں میں درخشندہ ہوا اور ہدایت کے یہ پاک انوار اور نوری پیکر انوار فتنوں کی تیرگی میں انسانوں کی ہدایت کے لئے کمر بستہ ہوئے اور انسانیت کو الہی و اسلامی زندگی کی طرف بلایا اور آج بھی نجات بشریت کا واحد راستہ، قرآن و عترت کی پیروی ہے۔

آخر کلام میں عرض ہے کہ مسلمان ان کی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے راستہ کو تلاش کرے، ستم کے بوجھ تلے دبا ہوا تیرہ بخت اور حیران و سرگرداں انسان کی رہائی کا واحد راستہ ان کا آئین ہے۔ تحریکیں شروع ہوں گی اور کفر وارتداد و نفاق و ظلم و ستم مغلوب ہوں گے اور کمزور افراد زمانہ کے راہبر اور زمین کے وارث ہوں گے۔ قصص : ۵

امام مہدی (عجل اللہ لہ الفرج) تشریف لائیں گے پھر ساری دنیا میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو گی اور ساری دنیا میں ایک پرچم لہرائے گا۔ لا الہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ ۔

یہ نور کبھی بجھ نہیں سکتا۔

قال الرسول محمد (ص):

□ للظالم ثلاث علامات: يقهر من دونه بالغلبة، ومن فوقه بالمعصية، ويُظاهر الظلمة.

□ إياك ان تشتم مسلماً او تطيع آثماً او تعصي إماماً عادلاً، أو تكذب صادقاً او تصدق كاذباً.

□ طوبىٰ لمن شغله خوف الله عن خوف الناس.

□ طوبىٰ لمن انفق الفضل من ماله وامسك الفضل من قوله.

□ جبلت القلوب على حب من احسن اليها وبغض من اساء اليها.

□ سئل النبي(ص) عن أي الاصحاب أفضل؟
قال: من اذا ذكرت اعانك واذا نسيت ذكّرك.

كتاب «تحف العقول عن آل الرسول»
ابن شعبة الحرّاني

من وصايا الرسول الأكرم(ص) في حق المهدي(عج)

▣ « أخرج الجويني في فرائد السمطين، عن عبدالله بن عباس قال: قال رسول الله(ص): إن خلفائي واوصيائي وحجج الله على الخلق بعدي اثنا عشر أولهم أخي وآخرهم ولدي قيل يا رسول الله ومن اخوك؟ قال: علي بن ابي طالب، قيل فمن ولدك؟ قال المهدي، الذي يملأها قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً وظلماً. وقال رسول الله(ص): لو لم يبق من الدنيا الاّ يوم لبعث الله رجلاً منّا يملؤها عدلاً، كما ملئت جوراً».

▣ «أخرج احمد والماوردي ان النبي(ص) قال: ابشروا بالمهدي، رجل من قريش، من عترتي، يخرج في اختلاف من الناس وزلزال فيملأ الأرض عدلاً وقسطاً كما ملئت ظلماً وجورا».

▣ «أخرج المتقي الهندي: يخرج في آخر أمتي المهدي، يسقيه الله الغيث، وتخرج الأرض نباتها، ويعطي المال صحاحاً، وتكثر الماشية، وتعظم الأمة، يعيش سبعاً أو ثمانياً».

▣ «وقال رسول الله(ص): والذي بعثني بالحق نبياً لو لم يبق من الدنيا الاّ يوم واحد، لأطال الله ذلك اليوم حتى يخرج فيه ولدي المهدي، فينزل روح الله عيسىٰ ابن مريم(ع) فيصلي خلفه، وتشرق الأرض بنور ربها ويبلغ سلطانه المشرق والمغرب».

اس کتاب میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ
سب سے پہلے ان واقعات کو بیان کیا جائے جو پیغمبر اکرم
حضرت محمد صلعم کی رسالت کے دوران رونما ہوئے اور اس کے
ساتھ ہی ان کا تجزیہ بھی کیا جائے اس کے بعد دیگر مراحل میں
ان واقعات سے پند و نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی
جائے تاکہ ان سے نتائج اخذ کر کے ان سے مجموعی قواعد مرتب
کیے جائیں اور انہیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بروئے
کار لایا جائے۔

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷ - ۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴